معرفت امام زمانہ (عج)
اور ہماری ذمہ داریاں

مجموعہ تقاریر

علامہ سید افتخار حسین نقوی النجفی

محمد علی بک ڈپو
اینڈ آڈیو، ویڈیو، سی ڈی سینٹر
بریٹو روڈ، سولجر بازار، کراچی۔
فون: 2040508, 2242991-021

ادارہ تعلیم و تربیت لاہور

معرفت امام زمانہ (عج)

اور ہماری ذمہ داریاں

مجموعہ تقاریر

علامہ سید افتخار حسین نقوی النجفی

محمد علی بک ڈپو
اینڈ آڈیو، ویڈیو، سی ڈی سینٹر
بریٹو روڈ، سولجر بازار، کراچی۔
فون: 2242991, 2040508

ادارہ تعلیم و تربیت لاہور

جملہ حقوق محفوظ ہیں۔

نام کتاب : معرفت امام زمانہ (عج)
اور ہماری ذمہ داریاں

مجموعہ تقاریر : علامہ سید افتخار حسین نقوی النجفی

ناشر : ادارہ تعلیم و تربیت لاہور

اسٹاکسٹ

★ مکتبۃ الرضا 8- بیسمنٹ، میاں مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار
لاہور :042-7245166

★ شریکۃ الحسینؑ پبلی کیشنز چکی شاہ مردان (میانوالی)

انتساب

رحمت دو عالم حضرت پیغمبر اکرمؐ اور محسنہ اسلام ملیکۃ العرب کے فرزند گرامی اور حضرت سیدۃ نساء العالمینؑ کے پیارے بھائی

شہزادہ حضرت قاسمؑ کے نام

جو حضرت نبی کریمؐ کی وجہ کنیت بنے اور اس اسم مبارک کو

ائمہ معصومینؑ نے عقیدت و محبت سے اپنے شہزادگان کے لیے پسند فرمایا

میں اپنے کج مج افکار کو شہزادہ حضرت قاسمؑ کی وساطت سے اس بقیۃ اللہ

کی نذر کرتا ہوں جو حضرت پیغمبر اکرمؐ کے ہم نام اور ہم کنیت ہیں۔

اے پردہ غیبت میں مسند ہیبت پہ جلوہ گر امام زمانہ (عج)

میری اس معمولی سی کوشش کو بطفیل حق حضرت امیر المومنینؑ

شرف قبولیت عطا فرما اور آپؑ کی بارگاہ میں میرا یہ نذرانہ میری

اور میرے والدین کی شفاعت کا ذریعہ قرار پائے۔

اللہ کی منشاء سے آپؑ جلد از جلد ظہور پرنور فرما کر دنیا کو عدل

وانصاف سے سرفراز فرمائیں

سید افتخار حسین نقوی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

اَللّٰھُم کُنْ لِوَلِیّکَ الْحُجّۃِ بْنِ الْحَسَنِ

اے اللہ تو اپنے ولی حضرت حجت ابن حسن عسکری

صَلَوَاتُکَ عَلَیْہِ وَعَلٰی آبَائِہِ

(تیری صلوات ان پر اور ان کے آباء اجداد پر صبح وشام اور ہر آن ہو)

فِی ھٰذِہِ السَّاعَۃِ وَفِی کُلِّ سَاعَۃِ

کا اس گھڑی میں اور ہر آن میں سرپرست ونگہبان

وَلِیّاً وَحَافِظًا وَقَائِدًا وَنَاصِراً وَدَلِیلاً وَعَیْناً

حامی راہنما مددگار دیکھنے والی آنکھ اور سرپرست

حَتّٰی تُسْکِنَہُ اَرْضَکَ طَوْعاً وَتُمَتِّعَہُ فِیھَا طَوِیلاً

بنا رہے یہانتک کہ تو اسے اپنی زمین میں اختیار کے ساتھ سکونت

عطاء فرما اور یہ کہ تو اسے اپنی زمین میں لمبی مدت تک فائدہ پہنچا

شب عاشورا امام حسینؑ کا اپنے منتقم بیٹے حضرت قائمؑ کا تذکرہ

حضرت ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام کی حدیث میں ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے شب عاشورا فرمایا۔

ابشروا بالجنة انا نمكث ماشاء الله بعد مايجرى علينا ثم يخرجنا الله وزِياكم حتى يظهر قائمنا فينتقم من الظالمين وانا وانتم نشاهدهم فى السلاسل والاغلال وانواع العذاب؟

فقيل له: من قائمكم يا بن رسول الله؟

قال السابع من ولد ابنى محمد بن على الباقر وهو الحجة بن الحسن بن على بن محمد بن على بن موسىٰ بن جعفر بن محمد بن على..... ابنى وهو يغيب مدة طويلة ثم يظهر ويملأ الارض قسطا وعدلا كما ملئت ظلما وجورا۔

ترجمہ: آپ سب کو جنت کی بشارت ہو۔ یہ بات جان لو خدا کی قسم! ہمارے خلاف جو کچھ ہونا ہے جب یہ سب کچھ ہو جائے گا تو جس قدر اللہ تعالیٰ چاہے گا اور جو اس کی مشیت میں ہوگا ہم (مقام مخصوص) میں ٹھہریں گے پھر اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ سب کو وہاں سے باہر نکال لائے گا۔ ایسی حالت میں ہمارے قائمؑ کا ظہور پرنور ہو جائے گا..... پس ہمارے قائمؑ سارے ظالموں سے انتقام لیں گے اس وقت میں خود اور آپ سب ان ظالموں کو ہتھکڑیوں، بیڑیوں اور زنجیروں میں جکڑا ہوا دیکھیں گے اور ہم انہیں مختلف قسموں کے عذابوں میں مبتلاء مشاہدہ کریں گے ان کو طرح طرح کا عذاب دیا جارہا ہوگا اور ہم سب اس منظر کو دیکھ رہے ہونگے۔

پس آپ سے سوال کیا گیا: یابن رسول اللہ آپ کے قائم کون ہیں؟

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: وہ میرے بیٹے محمد بن علی الباقر کے ساتویں فرزند ہمارے قائم ہیں اور وہ حجت ہیں جو حسن بن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد ہیں اور محمد میرے بیٹے علی کے فرزند ہیں اور وہ (ہمارے قائم) ایک لمبی مدت کے لیے غائب ہوں گے پھر وہ ظہور فرمائیں گے اور زمین کو عدالت اور انصاف سے بھر دیں گے جس طرح زمین ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔

(بحوالہ اثبات الرجعۃ و مقتل الحسین للمقرم)

امام زمانہ عج کی غیبت کے دَور میں ہماری ذمہ داریاں

- حضرت امام مہدی علیہ السلام کی مظلومیت اور اپنی رعیت سے دور ہونے پر غمگین اور افسردہ خاطر رہنا۔
- آپ علیہ السلام کے ظہور اور آپؑ کی فرج وفتح کی انتظار کرنا کیونکہ یہ افضل ترین اعمال سے ہے۔
- آپ علیہ السلام کے رعیت سے دور رہنے اور آپ کی مظلومیت کو یاد کر کے گریہ کرنا۔
- آپ علیہ السلام کے معاملہ میں تسلیم ہو ان کے بارے میں جلدی نہ کرے یعنی یہ نہ کہتا ہو کہ ان کا ظہور کیوں نہیں ہو رہا اب تو ظہور ہو جانا چاہیے تھا یہ تو زیادتی ہے ظلم ہے بلکہ خداوند کی حکمت اور مصلحت کے تحت وہ غائب ہیں اس پر رضایت اور سر تسلیم خم کرنا چاہیے، اعتراض کے طور پر زبان شکوہ نہ کھولی جائے۔
- مال کے ذریعہ حضرت علیہ السلام کے ساتھ اپنے تعلق کا اظہار کریں۔
- حضرتؑ کی سلامتی کی نیت سے صدقہ دینا۔
- اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا کہ آنحضرتؑ کی معرفت نصیب کرے۔
- آپ علیہ السلام کی صفات کو جاننا ہر حالت میں حضرت علیہ السلام کی نصرت اور مدد کرنے پر آمادہ رہنا آپ کے فراق پر گریہ کناں ہوں۔
- اگر استطاعت رکھتا ہو تو عید قربان کے موقع پر امام زمانہ (عج) کی نیابت میں قربانی کرے۔
- حضرت علیہ السلام کا جو اصلی نام ہے وہ رسول اللہؐ والا نام ہے احترام کے لیے حضرتؑ کا نام نہ پکارے بلکہ آپؑ کے جو القاب ہیں ان میں سے کسی لقب کے ذریعے آپؑ کو پکارے۔
- جب حضرتؑ کا نام لیا جائے تو آپؑ کے احترام کے لیے کھڑا ہو جانا چاہیے خاص کر جب آپؑ کے القاب میں سے ''قائم'' کا لقب پکارا جائے تو استقبال کے لے کھڑے ہو جائیں۔
- مشکلات میں حضرت علیہ السلام کو وسیلہ قرار دے کر آپؑ کی خدمت میں اپنی حاجات پر مشتمل عریضہ ارسال کرے۔ عریضہ یا تو آئمہ اطہار علیہم السلام اور حضرت پیغمبرؐ کی ضریحوں میں ڈالا جائے یا

دریا، سمندر، کنوؤں میں ڈالا جائے۔ حضرت خضرؑ کو اس عریضہ کے پہنچانے کا وسیلہ بنایا جائے۔

- خدا سے سوال کرتے وقت خداوند کو امام زمانہ علیہ السلام کے حق کی قسم دی جائے اور حضرت علیہ السلام کو اپنا شفیع اور سفارشی بنائے۔
- دین پر مستحکم رہے اور مضبوطی سے دین کو تھامے رکھے۔ کافروں کے پروپگنڈے کا اثر نہ لے۔ باطل کی رنگینیوں پر نہ جائے۔
- دنیاداروں کے ساتھ زیادہ میل جول اور آمدورفت نہ رکھے۔
- آپ علیہ السلام پر درود وسلام زیادہ بھیجا جائے ہر نماز کے بعد آپؑ پر سلام پڑھا جائے۔
- آپ علیہ السلام کے فضائل وکمالات کو بہت بیان کیا جائے کیونکہ آپ اس دور میں ولی نعمت ہیں اور خداوند کی تمام ظاہری اور باطنی نعمتوں میں آپ ہی واسطہ ہیں۔
- آپ علیہ السلام کے جمال مبارک کی زیارت کا اشتیاق رکھنا اور اس شوق کا اظہار کرنا۔
- آپ علیہ السلام کی معرفت حاصل کرنے پر آمادہ کرنا کافی ہے۔
- دشمنوں کی طرف سے جو مصائب آئیں ان کو برداشت کیا جائے۔ مصائب اور مشکلات کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے۔
- مومنین اپنے نیک اعمال کو امام زمانہ علیہ السلام کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کریں۔
- آپ علیہ السلام کی زیارت پڑھنا۔
- آپ علیہ السلام کے لیے آپؑ کے ظہور میں تعجیل کے لیے آپؑ کی سلامتی کے لیے آپؑ کے مصائب دُور ہونے کے لیے دعائیں مانگنا۔

حضرت ولی عصر عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے لیے دعاء کرنے کے ظاہری اور روحانی فوائد

- عمر کے طولانی ہونے کا سبب ہے۔
- دعا مانگنا ایک قسم کا امام زمانہ علیہ السلام کا جو ہم پر حق بنتا ہے اسے ادا کرنا ہے۔
- آپؑ کے لیے دعا کرنے والے کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت نصیب ہوگی۔
- دُعا کرنے والے کی خدا مدد فرمائے گا۔
- دعا کرنے سے امام زمانہ علیہ السلام خوش ہوتے ہیں اور امامؑ کے دل کو خوش کرنا بہت ثواب ہے۔
- جو شخص امام علیہ السلام کے لیے دعا مانگتا ہے تو امامؑ اس کے لیے دعا مانگتے ہیں۔
- اس دعا کا ثواب اتنا ملے گا جس طرح کسی نے تمام مومنین و مومنات کے لیے دعا مانگی اور خدا کے فرشتے اس شخص کے لیے دعا مانگتے ہیں۔
- دُعا کرنا امام علیہ السلام سے محبت اور دوستی کا اظہار ہے اور یہ اجر رسالتؐ ہے۔
- غیبت کے زمانہ میں امام علیہ السلام کے لیے دعا کرنے سے مصائب دور ہوتے ہیں۔
- آپؑ کے ظہور کی تعجیل کے لیے دعا کرنا درحقیقت خدا کے لیے پیغمبر اکرمؐ کے لیے کتاب خدا کے لیے، دین خدا کے لیے اور مسلمانوں کے لیے خیر خواہی ہے کیونکہ اس دعا کا ثمر یہی بنتا ہے۔ حضرتؑ کے ظہور کی دعا کا مطلب خدا کے نام کی سربلندی، پیغمبر اکرمؐ کے مشن کے غالب آنے، دین کا غلبہ، مسلمانوں کی کفار سے نجات اور کتاب خدا کے نفاذ کی خواہش ہے جس کے اندر یہ پانچ وصف پائے جائیں۔ رسولؐ فرماتے ہیں میں اس کی بہشت کا ضامن ہوں۔
- آپؑ کے لیے دعاء کرنے والے کو مظلوم کی مدد کرنے کا ثواب ملتا ہے۔
- پیغمبر اکرمؐ اور حضرت امام علی علیہ السلام کی ہمراہی میں جہاد کرنے کا ثواب ہے۔
- آپؑ کے ظہور کی دعا سے آپ ایک ایسے عمل میں شریک ہو جاتے ہیں کہ جس عمل کا ثواب تمام اعمال سے زیادہ ہے اور وہ ہے امام حسین علیہ السلام کے خون کا بدلہ چکانا۔

✹ دعا کے معنوی فوائد کے علاوہ بہت سارے ظاہری فائدے بھی ہے۔سب سے اہم بات یہ ہے کہ دعا کرنے والا اپنے اندر آمادگی محسوس کرنے لگتا ہے کہ وہ ایک بہت بڑے انقلاب کے لیے تیاری بھی کرتا ہے۔خداوند ہم سب کوتوفیق دے کہ ہم آپ علیہ السلام کی آمد اور آپ علیہ السلام کے ظہور کے لیے سچے دل سے دعا کرنے والے ہوں اور آپ کے ظہور کے مقدمات مہیا کرنے میں اپنا کردار ادا کرسکیں۔فقط دعاء کے کلمات کوزبان پر ادا کرنے کی حد تک نہ رکھیں۔

✹ آئمہ اطہار علیہم السلام سے جو دعائیں منقول ہیں ان کے مفاہیم پر توجہ دینے میں آپ علیہ السلام کی عالمی حکومت کا خاکہ، آپؑ کی پالیسیاں، آپؑ کے انصار اور معاونین کی ذمہ داریوں کا بھی ادراک ہوتا ہے اور یہ بہت بڑا فائدہ ہے۔اس لیے روایات میں ہے کہ آئمہ اطہار علیہم السلام سے اس باب میں جو دعائیں منقول ہیں ان کو پڑھا جائے ویسے تو اپنی زبان میں بھی دعا مانگ سکتے ہیں لیکن جو انداز دعا آئمہ اطہار علیہم السلام کا رہا ہے اس سے جو فوائد مقصود ہیں ان سے ہم بے بہرہ ہوں گے۔(بحوالہ عصر ظہور۔)

﴿ابتدائیہ﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وبہ نستعین الحمد للہ قاصم الجبارین ومبیر الظالمین ومعطی القدرۃ للمومین المستضعفین والصلاۃ والسلام علی رحمتہ للعالمین وخاتم النبیین سید المرسلین ابی القاسم محمد والہ الطاھرین المعصومین الھداۃ المیامین والحکام علی الناس اجمعین امابعد قال اللہ الحکیم ؛بقیۃ اللہ خیر لکم ان کنتم مومنین.

اللہ تعالیٰ نے سورہ ھود کی آیت نمبر ۸۶ میں ارشاد فرمایا ہے۔ اللہ کا بقیہ تمہارے لئے خیر ہے۔ اگر تم مومنین ہو۔

گویا خطاب مومنوں سے ہے مومن کون ہوتا ہے؟ جو صاحب ایمان ہو، ایمان کسے کہتے ہیں؟ جو صاحب یقین

ہو۔ ایمان کیلئے بنیادی عنصر یقین قلبی ہے جب کسی بات کے بارے میں تسلی ہو کہ یہ درست ہے اس کے خلاف نہیں اور بات دِل میں راسخ ہو اور دِل اس بات کا قائل ہو تو وہ شریعت کی زبان میں ایمان کہلائے گا۔

سورہ مومنوں کی ابتدائی آیات میں مومنین کی صفات بیان ہوئی ہیں اور وہ ایسی صفات ہیں جن کا تعلق عمل سے ہے البتہ سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات اور بعد والی آیات میں کچھ امور کا تذکرہ ہے جس کے قائل ہونے کو ایمان والوں کی صفت قرار دیا گیا ہے ''مومنین وہ ہیں جو غیب پر یقین رکھتے ہیں۔ اللہ پر ان کا یقین ہے، خدا کے وجود میں انھیں کسی قسم کا شک نہیں ہے، خداوند کریم کے نمائندگان کو جو انبیاء اور رسولوں کی صورت میں خدا کے بندگان کے پاس آئے ہیں وہ ان سب کو مانتے ہیں، فرشتوں کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں، یوم حساب انھیں قبول ہے، جزا اور سزا کے عقیدہ پر قائم ہیں۔''

اسی طرح آپ قران کی متعدد سورتوں میں دیکھیں گے کہ ایمان کی جہاں بھی بات ہوئی وہاں پر اس کے دو جزو بیان ہوئے ہیں۔

(۱) کچھ امور کو تسلیم کرنے کی بات ہے۔

(۲) اور کچھ امور کو بجالانے کی بات ہے۔

جیسے سورہ مومنون ..... مومنین وہ ہیں جو زکات ادا کرتے ہیں نماز خشوع وخضوع کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ زنا نہیں کرتے ..... اضافی مال راہ خدا میں دیتے ہیں۔

سورہ حجرات میں ایک ایسی آیت ہے جس میں کچھ افراد کی جانب سے رسول پاکؐ کی خدمت میں آکر ایمان لانے کا اعلان کرنے کی بات کا ذکر ہے وہ عوام سے تھے۔ بدوی اور دیہاتی تھے نو وارد لوگ تھے۔ ابھی ابھی کلمہ پڑھا ہوگا۔ انہوں نے کلمہ پڑھنے اور رسول پاکؐ کی رسالت کو قبول کرنے کا اعلان ان الفاظ کے ساتھ کیا کہ ہم ایمان لے آئے ہیں ..... حضور پاکؐ کو خداوند کی طرف سے حکم مل جاتا ہے۔

اے رسولؐ ان سے فرمادو کہ تم یہ جملہ ابھی اپنی زبان پر جاری نہ کرو بلکہ کہو ہم اسلام لائے ہیں کیونکہ ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔ ابھی جو کچھ کہہ رہے ہو اور جس کی صداقت کا اعلان کررہے ہو جب یہ بات تمہارے دِل میں بیٹھ جائے اور دِل اس کو قبول کرلے۔ یقین ہو کہ جو کہہ رہے ہو وہ سچ ہے، حقیقت ہے، تو پھر کہنا ہم ایمان لائے ہیں۔ اس بات سے واضح ہوگیا ہے کہ ایمان اور اسلام قرآن کی اصطلاح میں دو معنی اور دو مفہوم ہیں۔

اسلام ظاہری اعلان اور اقرار ہے جبکہ ایمان کا تعلق باطن سے ہے، دل سے ہے، ایمان یقین کا نام ہے اور دل کا اعتراف ہے، اسلام لانے کیلئے اسلام کے تمام بنیادی اور اصلی عقائد اور نظریات کا اقرار کافی ہوتا ہے اور اس کا فائدہ یہ ملتا ہے کہ انسان کفر سے باہر آجاتا ہے اس کا بدن پاک ہوجاتا ہے اسکے مال اور ناموس کی حفاظت ہوجاتی ہے ''**المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده۔**''

مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوتے ہیں۔
اسلام اپنے قائل کیلئے حفاظت کی ضمانت فراہم کرتا ہے البتہ اخروی نجات اور تقرب الہیٰ جنت الفردوس کا حصول اور مکمل کامیابی کا مرحلہ ایمان سے مربوط ہے۔

مومنوں کے جو صفات بیان ہوئے ہیں ان میں ایک صفت غیب پر ایمان لانا ہے غیب وہ ہے جو محسوسات میں نہ آئے مشاہدے میں نہ ہو اسکے آثار سے اس تک پہنچا جائے اس معنی میں حقیقی غائب ذات باری تعالیٰ ہے کیونکہ وہ حاضر ہو کر بھی غائب ہے اس کا غیب ہونا اس معنی میں نہیں جس طرح میرا دوست مجھ سے غائب ہوتا ہے یا میری کوئی چیز میری آنکھوں سے اوجھل ہو۔ ہم حاضر اسے کہتے ہیں جو میرے حواس خمسہ کے دائرہ میں ہو جو میرے سامنے ہو اور میرے دائرہ اختیار میں ہو۔ جو چیز مجھ سے اوجھل ہو۔ میرے حواس کے دائرہ میں نہ ہو تو میں اسے غائب کہوں گا لیکن جب ہم یہ لفظ خدا پر بولتے ہیں تو اس کے معنی غیر حاضر اور غیر موجود کے نہیں ہوتے بلکہ ایسا موجود جو ہمارے حواس کے دائرے میں نہیں آتا ہمارے وہم و گمان و خیال میں بھی نہیں آتا جسم و جسمانیات سے منزہ ہے کیونکہ جسم وہ ہوتا ہے جو مشاہدہ میں آتا ہے، جسمانی اشیاء ہی ہوتی ہیں جو مشاہدہ میں آتی ہیں فرق نہیں وہ اشیاء جسم لطیف کی مالک ہوں یا جسم کثیف رکھتی ہوں سائنس کی لیبارٹریوں میں جسمانی اشیاء ہی آتی ہیں جن کا میٹر و مادہ ہو جبکہ خداوند ایسا غیب ہے جو نہ مادہ ہے، نہ جسم ہے، نہ جسمانی ہے، وہ خالق مادہ ہے، خالق جسم ہے، مادی اشیاء سب محتاج ہیں جبکہ غیر مادی اشیاء جن کا تعلق معنی و مفہوم سے ہے وہ بھی کسی نہ کسی حوالے سے اپنے وجود کیلئے کسی سوچنے والے کی محتاج ہیں جبکہ خداوند ایسا نہیں ہے ایسے غیب پر ایمان، ایسے وجود کا یقین، مومنین کی شان ہے پس حقیقی معنوں میں غیب اللہ کی ذات ہے۔

البتہ غیب کا لفظ دوسرے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے جو پیغمبر اپنی قوم کے درمیان موجود نہ تھے اور اس قوم کو حکم تھا کہ وہ اپنی ہدایت کیلئے اللہ کے وعدہ کا

انتظار کریں یا وہ نبی جو قوم کے اندر موجود تھا لیکن قوم کے افراد اسے پہچانتے نہ تھے اور اسے بھی حکم تھا کہ وہ خود کو نہ پہچنوائے اور وقت معلوم کی انتظار میں رہے یا وہ قوم جس کا نبی اس دنیا سے رخصت ہو گیا اپنے آثار اور پیغامات کو چھوڑ گیا اس پر ایمان لانا بھی غیب پر ایمان لانا ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ اپنے اصحابؓ کے درمیان گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ میرا سلام ہو میرے بھائیوں پر تو اصحابؓ نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپؐ کے بھائی کون ہیں؟ آپ نے فرمایا میرے بھائی وہ لوگ ہیں جو بعد میں آئیں گے جنھوں نے مجھے دیکھا نہ ہوگا وہ کاغذ کی سیاہی پر ایمان لائیں گے۔ میرے بیان کردہ مطالب اور میری طرف منسوب تحریروں کو پڑھ کر میرے وجود کا انہیں یقین ہوگا اور وہ مجھے اور میرے پیغام کو آپ سے زیادہ تسلیم کریں گے اور کسی قسم کا شک تک ان کے دلوں پر نہ آئے گا وہ عظیم ہیں وہ میرے بھائی ہیں، وہ غیب پر ایمان لانے والے ہیں۔

اسی ضمن میں وارد ہوا ہے کہ خاتم الاوصیاء آخری پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے آخری وصی حضرت امام مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشرف) جو امام حسن عسکری علیہ السلام کے فرزند ہوں گے خداوند کی روئے زمین پر آخری حجت (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) ہونگے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارہویں خلیفہؑ اور وصیؑ ہونگے۔ ان کا اسم گرامی محمد علیہ الصلاۃ والسلام ہوگا انکی کنیت ابوالقاسم ہوگی۔ ان کے ہاتھوں کفر کے تمام محلات گریں گے۔ لا الــہ الاالــلــہ کا پرچم ہر جگہ لہرائے گا۔ منافقت کا خاتمہ ہوگا دین الہیٰ کا مکمل نفاذ ہوگا خدا کے دین کے سوا تمام ادیان و مذاہب و مسالک کا خاتمہ ہو جائے گا دین واحد اور نظام واحد کا پوری دُنیا پر راج ہوگا۔ خدا کی دھرتی پر ایک نظام حکومت ہوگا اور سب کا امامؑ اور میرا امام ایک ہوگا زمین اپنے خزانے اُگل دے گی علم اپنے شباب پر آجائے گا۔ پوری کائنات میں

اول سے لے کر حضرت امام مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے ظہور تک ۲۶ حروف علم سے جو کچھ ظاہر ہو چکا ہوگا وہ فقط دو حرف کے مساوی علم ہوگا جب آخری حجت خدا تشریف لائیں گے تو علم کے باقی حروف بھی ظاہر ہونگے یعنی علم مکمل طور پر ظہور پذیر ہوگا۔ ایسی ترقی انسان عملی میدان میں کرے گا جس کا اس سے پہلے کسی انسان کو خیال تک نہ آیا ہوگا۔ زمین اور آسمانی مخلوقات ایک دوسرے سے میل و ملاقات کریں گے، حق غالب آجائیگا باطل شکست کھائیگا۔ یہ ضرور ہونا ہے الہیٰ وعدہ ہے جو کہ برحق ہے اور سچے و صادق رسولؐ نے زبان وحی سے اُمت مسلمہ کو خبر دی ہے۔ اس مضمون کی احادیث اور اخبار سے سنی، شیعہ کی کتب احادیث اور روایات بھری پڑی ہیں متعدد قرآنی آیات کی تفسیر بھی اسی حوالے سے کی گئی ہے۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے آخری وصیؑ کی ایک غیبت ہوگی جو کافی طولانی ہونے کی وجہ سے لوگ ان کے وجود کا انکار کردیں گے انکے آنے سے مایوس ہوجائیں گے۔ جبکہ میرے اس آخری وصیؑ کی مثال سابقہ انبیاءؑ میں ملتی ہے، حضرت یوسفؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت الیاسؑ، حضرت ادریسؑ، حضرت شعیبؑ بلکہ خود حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کی غیبت کے مسئلہ کی تصدیق ہوتی ہے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آخری وصی کی غیبت کے دورانیہ میں ایمان لانے کی مدح فرمائی ہے انکے فضائل بیان کیئے ہیں اور ان کے وجود کو تسلیم کرنے کی ہدایت فرمائی۔ ان کے ذریعہ جو امور انجام پانے ہیں ان پر یقین کامل رکھنا بھی غیب پر ایمان لانا ہے اور مومنوں کی صفات سے ہے کہ وہ ان سب امور پر کامل یقین رکھیں اور اگر کسی کا آخری حجتؑ کے وجود پر یقین نہ ہو یا انکے ذریعہ انجام پانے والے امور کے متعلق مشکوک ہو تو وہ مومنین سے نہیں ہوسکتے۔

آخری وصیؑ غائب ہیں، لیکن اُنکے غائب ہونے کا معنی یہ نہیں ہے کہ وہ موجود نہیں ہیں یا وہ نظر نہیں آتے ہیں یا وہ زمین کے علاوہ کسی اور کرہ سماوی میں موجود ہیں جیسا کہ

حضرت عیسیٰ کے بارے ہے کہ وہ زمین پر نہیں ہیں بلکہ کسی اور کرہ میں ہیں۔ جسے چوتھے آسمان سے تعبیر کیا گیا ہے لیکن بارہویں امامؑ کے بارے میں قطعی دلائل سے ثابت ہے کہ وہ ۲۵۵ ھجری سامرہ کی سرزمین پر حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے گھر اور جناب سیدہ طاہرہ معصومہ بی بی نرجس علیہا السلام کے بطن مبارک سے متولد ہوئے آپ کی ولادت پر منوں کے حساب سے گوشت تقسیم کیا گیا، سینکڑوں حیوانات مختلف شہروں میں اس خوشی پر ذبح کئے گئے اور سب نے دیکھا کہ آپ نے ۹ ربیع الاول ۲۶۰ ھجری سامرہ میں اپنے والد حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کا جنازہ پڑھایا اور پھر اس زمانے سے لے کر ستر سال تک اپنی طرف سے خصوصی نمائندہ کا تقرر فرماتے رہے اور یکے بعد دیگرے چار نمائندگان کا تقرر فرمایا ایک وقت میں ایک نمائندہ مقرر فرمایا اور چوتھے نمائندے کی وفات سے پہلے یہ خبر دی کہ اب کسی خاص فرد کا تقرر نہیں کرنا کیونکہ غیبت کبریٰ واقع ہورہی ہے جب اللہ تعالیٰ نے اذن فرمایا تو عوام میں آکر دین حق کے نفاذ کو یقینی بنایا جائیگا اور اپنے پیروکاروں کو حکم دیا کہ تم ہماری جلد آمد کی دعاء ضرور کرتے رہنا کیونکہ اسی قسم کی دعاء ہی میں میں آپ کی کامیابی ہے اور اس میں آپکا سکون اور آرام ہے۔ اب جبکہ آپ کی عمر ۱۱۶۶ سال ہوچکی ہے۔ اور آپ کی غیبت کبریٰ کو ۱۱۰۶ سال ہورہے ہیں، ان طولانی صدیوں میں آپ نے مختلف اوقات میں اپنے پیروکاروں کیساتھ گاہے بگاہے ملاقات فرمائی اور غیبت کے متعلق تحریر کی گئی کتابوں میں اس قسم کی ملاقاتوں کا تذکرہ کثرت سے ملتا ہے اور روایات میں یہ بھی ملتا ہے کہ جیسے جیسے آپ کے قیام کا وقت قریب تر ہوتا جائے گا تو آپ کی ملاقاتوں کا سلسلہ بڑھتا جائے گا اور آپ اپنے قیام کے اعلان سے چھ ماہ پہلے تو اپنے بہت سارے خواص کو مل کر انھیں خصوصی ہدایات بھی دیں گے۔ اور آئندہ کی منصوبہ بندی بھی فرمائیں گے۔ (بحوالا عصر ظہور للکوانی)

ہم جب غیبت کے متعلق روایات کا مطالعہ کرتے ہیں اور آخری زمانہ کے حالات حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث اور آپکے وصی برحق حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی

روایات میں پڑھتے ہیں تو آج کے زمانہ کی ایک واضح تصویر ہمارے سامنے بن کر آجاتی ہے اور پھر ایسے لگتا ہے کہ اسلام کے غلبہ حاصل کرنے کا زمانہ شروع ہو چکا ہے پوری دھرتی پر ایک نظام حکومت کی راہیں ہموار ہو رہی ہیں باطل قوتوں کی تباہی و بربادی کے آثار نمایاں ہو رہے ہیں حق کے غلبہ کے لئے اقدامات شروع ہو چکے ہیں اگر یہ کہا جائے جیسا کہ عصر ظہور کتاب میں تفصیل سے بیان ہوا ہے کہ زمانہ ظہور امام علیہ السلام شروع ہو چکا ہے۔ وقت ظہور اور غلبہ کے لمحہ کا انتظار ہے تو یہ غلط نہ ہے جب ایسا ہے تو پھر ہم ایمان بالغیب کے تقاضوں کو پورا کریں اور اپنی ذمہ داریوں کو پوری طرح نبھائیں اور تیاری کریں تا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری وصی کے مددگار اور معاون بن سکیں گذشتہ سال محرم الحرام ۱۴۲۱ھ مسقط سلطنت آف عمان پڑھنے کا موقع ملا'' وہاں پر امام زمانہ (عج اللہ تعالی فرجہ الشریف) کی معرفت اور ہماری ذمہ داریاں'' کے عنوان پر مجالس پڑھی گئیں۔ جامعۃ السیدۃؑ کی طالبات کی محنت اور کوشش سے ان مجالس کو کیسٹوں سے تحریری شکل میں لایا گیا ہے ان مجالس کے ساتھ ساتھ کچھ اور متفرق مجالس جو پاکستان میں امام زمانہ علیہ السلام سے متعلق پڑھی گئیں وہ بھی اس میں شامل کی گئی ہیں اسی طرح ''شاعر آل عمران جناب صفدر حسین ڈوگر صاحب'' نے بھی ان مجالس کو مفید بنانے کیلئے نظر ثانی فرمائی ہے خداوند کا لاکھ لاکھ شکر ہے اب یہ مجالس ایک کتاب کی صورت میں آپ کے ہاتھوں میں موجود ہیں۔ ان مجالس میں زیادہ تر مطالب دوراں غیبت میں مسلمانوں کی جو ذمہ داریاں ہیں ان سے متعلق ہیں معرفت امام زمانہ (عج اللہ تعالی فرجہ الشریف) کے بارے میں بھی کوشش کی گئی ہے کہ بعض مطالب اس انداز سے بیان کئے جائیں تا کہ قاری کو اسلام کے اس بنیادی اور اصلی عقیدہ پر ایمان لانے میں آسانی ہو۔

خداوند تبارک وتعالیٰ بندہ حقیر پر تقصیر کی اس ادنیٰ سی کوشش کو قبول فرمائے اور امام زمانہ علیہ السلام کے مشن کی تبلیغ وترویج کی توفیق دے۔ اور ہمیں اپنی حجتؑ کے ناصران سے بنائے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنا بقیہ قرار دیا ہے اور انکے باقی ہونے کو اُمت کیلئے بہترین

قرار دیا ہے یقیناً مومنین کے فائدے میں اللہ تعالیٰ کا یہ بقیہ ہے اور یہ بقیہ بہترین ہے خداوند کریم ہمیں اپنے اس بقیہ کے غلاموں سے بنائے اور اپنے اس بقیہ کے ذریعہ خیر کثیر آپ کے ظہور پرنور سے عطا فرمائے۔'

حررہ:۔محب منتظران امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) سید افتخار حسین النقوی النجفی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجلس نمبر 1

عنوان: معرفت امام زمانہؑ

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:۔

﴿من مات ولم یعرف امام زمانہؑ مات میتة جاهلية﴾

''جو اپنے امامؑ کی معرفت کے بغیر مرا وہ جہالت کی موت مرا۔''

سلسلہ گفتگو ''امام زمانہ (عج) کی معرفت اور ہماری ذمہ داریاں'' کے بارے ہے یہ بہت ہی اہم، وسیع ترین اور گہرائی طلب موضوع ہے میں یہ کوشش کروں گا کہ اس حوالے سے بقیہ تمام مجالس میں گفتگو ہو کیونکہ اس موضوع پر گفتگو کرنے کی آج بہت ضرورت ہے اور یہ ہماری ذمہ داریوں میں شامل ہے بالخصوص ہم مولوی صاحبان جنہوں نے امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کا مال کھایا ہے اور ان کے مال سے ہمارا گوشت پوست بنا ہے تو ہماری ذمہ داری بنتی ہے کہ جو ہمارے ولی نعمت ہیں اور جن کے صدقے میں ہم ہیں جن کے صدقے میں ہمارا سارا عنوان ہے ہم اپنی مجالس میں کچھ ان کے بارے بھی بیان کریں جو کہ عام طور پر بیان نہیں کیا جاتا یہ افسوس کا مقام ہے کہ جس چیز کو ہم سب سے زیادہ اہمیت دیتے ..... ہم اسے سب سے کم اہمیت دیتے ہیں۔ اور اس کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے سب کو معلوم ہے کہ ہم کتنا اپنے امامؑ کو یاد کرتے ہیں اور اس امر میں علماء، غیر علماء سب ہی ذمہ دار ہیں اور انشاء اللہ جب ذمہ داریاں بیان ہوں گی تو ہم سب دیکھیں گے کہ ہم میں سے کون، کون سی ذمہ داری ادا کر رہا ہے۔

معرفت امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے حوالے سے یہ ایک مسلمہ حدیث ہے،

بلکہ یہ کہا جائے کہ یہ حدیث متواتر حدیثوں میں سے ہے تو غلط نہ ہوگا بہت کم ایسی حدیثیں ہیں جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ہوں کہ جنہیں حدیث متواتر کہا جاتا ہے۔ حدیث متواتر وہ حدیث ہے جسے اتنے لوگوں نے بیان کیا ہو کہ ان کے بارے جھوٹ پر اکٹھا ہونا ممکن ہی نہ ہو ہر دور میں اول بعثت سے لے کر آخر وصال حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک اور اس کے بعد جتنی صدیاں گزری ہیں ہر صدی میں اتنے لوگوں نے اس حدیث کو نقل کیا ہے کہ ان سب کا جھوٹ پر جمع ہونا ممکن نہیں ہے..... یہی وجہ ہے کہ اس کا کوئی ایک بھی منکر نہیں ہے۔ کہ بلا تفریق مذہب حتی کہ اہل حدیث اور سلفیوں نے بھی اسے قبول کیا ہے جو باقی مسلمانوں کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے وہ کہتے ہیں کہ سب مسلمان شرک کرتے ہیں جن کو ہم وہابی کہتے ہیں وہ بھی اس حدیث کو نقل کرتے اور مانتے ہیں.....

اس حدیث کے منکر نہیں ہیں یہ ایک ایسی حدیث ہے کہ جس کا کسی فرقے کے علماء نے انکار نہیں کیا۔

یہ حدیث بڑی واضح ہے اور اس کا مفہوم بھی بڑا واضح ہے کہ۔

"من مات ولم یعرف امام زمانه مات میتة جاهلیة" ترجمہ: جو مرے اور اپنے زمانے کے امام علیہ السلام کی معرفت نہ رکھتا ہو..... اس میں نہ وقت کی قید ہے نہ جگہ کی قید ہے مرنے والا جو ہو، جہاں مرے، جیسے مرے، جس وقت مرے اپنے زمانے کے امام علیہ السلام کی معرفت کے بغیر مرے یعنی اگر وہ گیارہ ہجری میں ہے تو گیارہ ہجری کے امام علیہ السلام کی معرفت، اگر کوئی ۴۰ ہجری میں تو ۴۰ ہجری کے امام علیہ السلام کی معرفت، اگر کوئی ساٹھ ہجری میں ہے تو ۶۰ ہجری کے امام علیہ السلام کی معرفت، ۱۴۲۱ھ میں ہے۔ یعنی اس ہجری میں ہے تو اس ہجری کے امام علیہ السلام کی معرفت کے بغیر مرے اس بات کا مفہوم بڑا واضح ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے..... کہ جو اس حالت میں مرے کہ وہ اپنے زمانے کے امام علیہ السلام کی معرفت نہ رکھتا ہو تو اس کا انجام کیا ہے؟ وہ جہالت کی موت مرا، کفر کی موت "مات میتة جاهلیة" وہ کفر کی، شرک کی، جہالت کی، موت مرا،

وہ ایمان کی موت نہیں مرا، نمازیں پڑھی ہوں، روزے رکھے ہوں، حج کیے ہوں، سارے اعمال بجالائے ہوں، بڑا واضح سا بیان ہے کہ ان سب اعمال کو سند یت کب ملے گی؟ ..... جب وہ اپنے زمانے کے امام علیہ السلام کی معرفت رکھتا ہوگا۔ اگر اپنے امام علیہ السلام کی معرفت نہیں رکھتا کچھ بھی ہو وہ مسلمان نہیں مرتا یہ کیونکہ مسلمہ حدیث ہے اور اس کا کسی نے اس نتیجہ سے انکار نہیں کیا۔ اس جگہ اختلاف معرفت کے مفہوم میں ہوتا ہے کہ معرفت سے مراد کیا ہے؟ ہمارے بعض برادران نے ہر دور کے لیے امام بنانے شروع کر دیے اور بہت سے مدعی امامت کھڑے ہو گئے وہ بھی اسی حدیث کے پیش نظر تھا کہ جب یہ طے ہے کہ ہر دور کا امام ہوتا ہے تو بہت ساروں نے کہا کہ وہ امام ہم ہیں اور بہت ساروں نے امام بنانے شروع کر دیے لیکن خود حدیث کی زبان ہمیں یہ بتا رہی ہے کہ جو امام علیہ السلام ہوتا ہے اس کی معرفت حاصل کی جاتی ہے نہ کہ اسے بنایا جاتا ہے اس جگہ بڑا واضح اور لطیف نکتہ ہے کہ امام کو منتخب نہیں کیا جاتا، امام کو بنایا نہیں جاتا، امام موجود ہوتا ہے اور وہ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے ہر دور کے امام علیہ السلام کی معرفت حاصل کرنا ہوتی ہے اور اس حدیث کا انداز بتا رہا ہے۔

کہ من مات ولم یعرف امام زمانہ اس کا مطلب ہے کہ ہر زمانے کا امام علیہ السلام موجود ہوتا ہے کہ اگر ہم آج بیٹھ جائیں ..... سارے علماء محققین، اور اپنے دور کا امام بنانے لگیں اور یہ فرض کر لیں کہ اس دور کا امام نہیں ہے تو اب جتنی دیر ہمیں امام بنانے میں لگے گی ..... اس عرصے میں جو لوگ مریں گے وہ تو بغیر امام کے مریں گے کیونکہ ابھی تک امام نہیں بنایا گیا سوال ہے ..... یہ حدیث ان کو شامل ہے یا نہیں، سب کہیں گے یہ ان کو شامل ہے تو وہ کفر کی موت مریں گے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی تو ہم نے امام بنایا نہیں، ہم تو انتظار میں تھے ..... کہ امام بنے اور ہم ان کی معرفت حاصل کریں تو جواب آئے گا میں نے تمہیں یہ نہیں کہا تھا کہ آپ لوگ امام بنائیں، میں نے کہا تھا کہ معرفت امام علیہ السلام حاصل کرنا، امام علیہ السلام کو تلاش کرنا، تمہارا کام ہے، میں تو تمہاری راہنمائی کر کے

جارہا ہوں۔ اب یہ تو طے ہے کہ معرفت امام علیہ السلام ہم سب پر واجب ہے۔..... اور ہمیں اس دور کے امام کی معرفت حاصل کرنا ہے اور اگر اس دور کے امامؑ کی معرفت نہیں ہے تو باقی آئمہ علیہم السلام کی معرفت ہمیں فائدہ نہیں دیگی اس حدیث کی روشنی میں یہ بات طے شدہ ہے یہ ایک حدیث ہے پھر اس کے بعد اسی مضمون کی بہت سی حدیثیں اور بھی ہیں اساس یہی حدیث ہے بنیاد یہی ہے یہ حدیث نبوی ہے اور باقی جتنی حدیثیں بھی ہیں کہ زمین حجت خدا سے خالی نہیں ہوتی، زمین امام علیہ السلام سے خالی نہیں ہوتی، امامؑ ہی فیض رسانی کا وسیلہ ہوتا ہے باقی جتنی بھی حدیثیں ہیں وہ اسی حدیث کے گرد گھومتی ہیں لہذا جب ہمارے اوپر یہ واجب ہے تو ہمیں اپنے امام علیہ السلام کی معرفت حاصل کرنی چاہیے، اجمالی معرفت سب کو ہے لیکن ہمیں تنہا اجمالی معرفت کافی نہیں ہے بلکہ ہمیں اپنے امام کی مکمل معرفت حاصل کرنی چاہیے امام کی حقیقت سے آگاہی حاصل کرنا وہ تو کسی کے بھی بس میں نہیں، رسول خدا فرماتے ہیں یا علی علیہ السلام آپ کو نہیں پہچانا..... یا آپ کے خالق نے یا آپ کی معرفت خدا نے مجھے دی ہے اور مجھے بھی نہیں پہچانا یا میرے خالق نے یا پھر تجھے (علی علیہ السلام) میری معرفت دی گئی ہے، وہ معرفت ہماری مراد نہیں ہے اور نہ ہی ایسی معرفت حاصل کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔ نہ ہی وہ ہماری استطاعت میں ہے ہماری تکلیف شرعی یہ ہے کہ ہمیں پتہ ہو کہ ہمارے امام علیہ السلام کا نسب کیا ہے۔؟ وہ پیدا کب ہوئے ہیں؟ ہمارے امامؑ کے نام کیا ہیں؟ ان کے اوصاف کیا ہیں؟ اب ہمارے امام علیہ السلام کہاں ہیں، ان کی ذمہ داری کیا ہے؟ اور پھر ہماری ذمہ داری کیا ہے؟ ہمارے امام علیہ السلام کب آئیں گے؟ اور وہ آ کر کیا کریں گے؟ اور ہم نے کیا کرنا ہے؟ اس کا ہمیں مکمل پتہ ہونا چاہیے اگر ہمیں اس کا پتہ نہیں ہے تو ہم مجرم ہیں۔ یہ وہ چیز ہے جس کو مکمل معرفت کہتے ہیں اسی کو بیان کرنے کی ہم کوشش کریں گے کہ انشاء اللہ ہم ان مجالس میں اس بات کو آپ تک پہنچائیں گے۔

امامت کے بارے ہمارا عقیدہ:

ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح فرمایا کہ میرے بعد میرے جانشین اور میرے اوصیاء علیہم السلام کی تعداد بارہ ہے اور یہ بارہ والی روایت صحاح ستہ میں بھی موجود ہے اور شیعوں کے ہاں بھی یہ بات ثابت ہے اور پھر بتایا کہ وہ سب کے سب قریش سے ہیں اور پھر فرمایا کہ وہ سب کے سب بنی ہاشم سے ہیں پھر فرمایا کہ وہ سب کے سب اولاد فاطمہ (صلواۃ اللہ علیہا) سے ہیں اور ہمارے برادران اہل سنت اس بارہ والی حدیث کو مکمل طور پر تو رد نہیں کر سکے۔ لیکن جب تعداد بنانے لگے تو وہاں اختلاف ہو گیا لہذا تاریخ الخلفاء میں جلال الدین سیوطی نے یزید کو بھی اماموں میں شامل کر لیا حالات بگڑے تو اس طرح بگڑے پھر انہیں سمجھ ہی نہیں آئی کہ کیا کریں بارہ والی حدیث تو رد نہیں کر سکے اب بارہ پورے کیسے کریں؟..... چلو کچھ دور تک بات پوری کر دی اب آگے کیا ہوگا؟..... بارہ والی حدیث سوائے اس نظریے کے جس کا شیعہ خیر البریہ عقیدہ رکھتے ہیں کسی اور نظریے کے مطابق فٹ بیٹھ ہی نہیں سکتی اگر کھینچ تان کے بنا بھی لیں لیکن پھر گڑ بڑ ہو جاتی ہے اور وہ آخری امام کے بارے ہے اس جگہ ایک اور عجیب بات ہے وہ یہ کہ آخری امام علیہ السلام کے بارے میں سب کہتے ہیں..... کہ وہ مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) ہیں کوئی غیر مہدی امام نہیں یہ بھی سب کے ہاں بات طے ہے چاہے وہ دیوبندی ہے، بریلوی ہے، شیعہ ہے، سنی ہے، سب کہتے ہیں اور آخری امام کے نام تک پر اتفاق ہے کہ جس نام سے وہ معروف ہیں وہ نام مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) ہے یہ بھی ایک ہے یعنی اگر وہی ہو جو ہمارا سلسلہ ہے تب بھی ٹھیک ہے اگر یہ نہ ہو تو تب بھی ایک بات جو ہم میں تو ہے ہی۔ آپ کو ڈھونڈنی ہے ہم میں تو ہے ہم تو انہیں کو مانتے ہیں ہمارے ہاں تو بارہ والی حدیث بھی اس کے علاوہ جو دوسرے مسالک کے لحاظ سے بالکل سیٹنگ ہوتی ہی نہیں لہذا ہماری تو ان سے درخواست ہے کہ مکتب اہل بیت علیہم السلام کی طرف واپس آ جائیں" **اھل البیت علیہ السلام ادری**

مافی البیت ''گھر والے بہتر جانتے ہیں گھر میں کیا ہوتا ہے؟ اور پھر تمام بزرگان نے اس بات کو تسلیم کیا ہے پھر اس در سے مڑ جانا اور ہٹ جانا اچھی بات نہیں ہے..... سوائے نقصان کے اور کچھ حاصل نہیں ہوگا (بلند آواز سے صلواۃ) بارہویں امام علیہ السلام جو ہیں ان کے اسم گرامی کے بارے میں ہمارے ہاں بڑی تفصیل سے روایات موجود ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے..... کیونکہ ہر امام علیہ السلام نے بارہویں امام علیہ السلام کے بارے میں بیان کیا ہے اور سب سے پہلی کتاب جو لکھی گئی اور وہ شائع بھی ہو چکی ہے وہ کتاب حافظ ابو نعیم کی ہے وہ اہل سنت مسلک سے ہیں، جو اسماعیل بخاری صاحب کے استادوں سے ہیں اور انہوں نے المہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے نام سے باقاعدہ ایک کتاب لکھی اور جس میں قیامت سے قبل آخری زمانہ کے حالات ..... ہیں اور امام علیہ السلام کے ظہور کے علائم کو اس میں بیان کیا گیا ہے اور اس کے بعد شیعہ مسلک سے تعلق رکھنے والے نے کتاب لکھی جس کا نام القائم علیہ السلام رکھا گیا۔ یعنی یہ کوئی ایسا نظریہ نہیں جسے کسی نے آج شروع کیا ہو یا خود شیعیوں نے گھڑا ہو..... نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ جب اسلام کی تبلیغ شروع ہوئی تو اسی وقت سے امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے بارے بھی بتایا گیا اور سمجھایا گیا..... قرآنی آیات کے ذریعے، روایات کے ذریعے، یعنی اس عقیدے کا مسلمہ ہونا بلا شک وشبہ ہے۔

نام نہ لینے کا نظریہ:

جو چیز ہمارے ہاں ہے وہ یہ ہے کہ حضرت کا اسم گرامی لینے سے روکا گیا ہے اور بعض راویات میں ہے کہ آپ لوگوں پر حرام ہے کہ آپ ان کا نام لیں بعض روایات میں ہے کہ ان کا ذکر ان کے اسم گرامی سے جائز نہیں ہے۔ اس حوالے سے کافی روایات ہیں جن پر علماء نے یہ کہا ہے کہ اس وقت حالات ایسے تھے جس وجہ سے نام لینے سے منع کیا گیا اور اس وقت کے حالات کا تقاضا یہ تھا کہ آپ کے نام کو مخفی رکھا جائے..... کیونکہ

سب ظالم حکمران جانتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری وصی کے آنے سے ظالم حکمرانوں کی حکومت ختم ہو جائے گی لہذا بنی عباس نے اپنے بہت سارے بیٹوں کے نام المہدی رکھے تا کہ لوگوں کو دھوکہ دے سکیں کہ وہ مہدی ہم ہیں ..... لیکن ظاہر ہے وہ کردار، وہ ساری نشانیاں، وہ عمل، وہ تو ان میں نہیں ہوسکتا تھا، حضرت کی آمد سے پہلے ان کی یہ کوشش بھی تھی کہ حضرت کی آمد کو روکا جائے یہی وجہ تھی کہ جیسے جیسے وہ وقت قریب آتا گیا بنی عباس کی سازشیں آئمہ علیہم السلام کے خلاف بڑھتی گئیں۔

بنی عباس کی سعی لا حاصل:

امام علی نقی الہادی علیہ السلام کا دور آتا ہے ..... بنی عباس ان کو مدینہ سے منتقل کر کے سامرہ جس کا پہلا نام سرہ من راہ تھا اور جس کو بنی عباس نے ہی دجلہ کے کنارے آباد کیا تھا یہ بڑا خوبصورت شہر تھا اس لیے اس کا نام تھا ..... سرہ من راہ جو بھی اسے دیکھے خوش ہو جائے لیکن ظلم وستم کی وجہ سے یہ شہر جب ویران ہوا تو اس کا نام یہ ہوا کہ ساء من راہ یعنی جس نے اس کو دیکھا وہ مایوس ہوا اس کو بُرا لگا ..... کہ اب اسے بولتے ہیں سامرہ انشاء اللہ جب مولاؑ آئیں گے تو اس کا نام پھر سرہ من راہ ہوگا امام علی الہادی علیہ السلام اور امام حسن عسکری علیہ السلام کو واپس مدینہ نہیں جانے دیا اور یہ بھی اسی حوالے سے تھا ..... کہ انہوں نے اماموں کی ترتیب کو تو یاد رکھا ہوا تھا بنی عباس سے بہتر کس کو یہ ترتیب یاد ہو سکتی تھی ان کے تو گھر کا مسئلہ تھا ان کو سب پتہ تھا کہ وہ کون ہیں؟ اور انہوں نے کب آنا ہے؟ اور وہ کس کے فرزند ہونگے؟ ان کے ہاں ایک دوسرے سے حدیثیں نقل ہوتی آئی تھیں ان کی کوشش تھی یہ سلسلہ رُک جائے وہ یہ سلسلہ روکنا چاہتے تھے لیکن وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ فرعون نے بنی اسرائیل کے ہزاروں بچے مروا دیے اور خواتین کے پیٹ تک چاک کروا دیے کہ حجت خدا موسیٰ علیہ السلام نہ آئے ..... اور رب رحمان نے یہ فیصلہ دیا کہ میں اپنے موسیٰؑ کو اے فرعون تیرے گھر میں پرورش کروں گا۔ حضرت موسیٰؑ کی آمد کو کوئی روک نہ سکا، موسیٰ علیہ السلام کی پرورش فرعون کے گھر میں ہوئی اس لیے روایت

میں آیا ہے کہ امام مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی بہت سارے پیغمبروں سے شباہت ہے اور ایک شباہت حضرت موسیٰؑ سے ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰؑ کی ولادت مخفی تھی۔

اسی طرح حضرت امام المہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی ولادت بھی مخفی ہوگی آپؑ کے اسم گرامی کے بارے میں بھی یہ ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری اولاد سے ایک مرد اُٹھے گا..... جس کا نام میرا نام، جس کی کنیت ..... میری کنیت ہوگی..... اور وہ اس طرح دنیا کو عدل سے بھر دے گا جس طرح دُنیا ظلم سے بھر چکی ہوگی اور پھر روایات میں آیا ہے کہ اے مسلمانو! تمہاری ذمہ داری ہے کہ تم اس کی اطاعت کرو، اس کی بیعت کرو، اس کے پیچھے چلو، اسی میں تمہاری کامیابی ہے اور ہمارے ہاں جو بات مسلم ہے، وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو نام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خوبصورت نام اپنی صفت محمودیت سے مشتق کیا یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اسی نام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری حجت کے لیے بھی منتخب کیا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم..... لیکن احترام کے حوالے سے نام نہ زبان پر لایا جائے وگرنہ آج وہ دور نہیں ہے کہ جس میں آپ کا نام ذکر کرنا یا لکھنا منع ہو ایک دور وہ تھا کہ جس میں آئمہ علیہم السلام نے بالکل قدغن لگا دی تھی کہ نہ آپؑ کے نام کو لکھا جائے اور نہ بولا جائے لیکن اب بھی احترام کا تقاضا یہ ہے کہ مولاؑ کے القاب سے مولاؑ کو یاد کیا جائے جیسا کہ آئمہ معصومین علیہم السلام کا طریقہ رہا ہے اور مولا امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے تو بہت سارے القاب ہیں..... انشاء اللہ ہم کچھ القاب بیان کریں گے کچھ محققین اور عارفین نے مولاؑ کے القاب کو ایک جگہ جمع کیا ہے مفرد اور مرکب القاب ملا کر تقریباً ۶۰۰ چھ سو ان کی تعداد بنی ہے..... اور پاکستان میں ایک علمی شخصیت ان القاب کی شرح لکھ رہے ہیں بقول ان کے وہ کتاب ۳۰ جلدوں پر مشتمل ہے اور ہر جلد پانچ، چھ سو صفات پر مشتمل ہے..... اسی سے آپ اندازہ کریں کہ امام علیہ السلام کے بارے میں کس انداز سے لوگ کام کر رہے ہیں اور مولاؑ کس شان کے مالک ہیں (صلواۃ) آپؑ کے عام طور پر جو نام لیے جاتے تھے جو آپؑ کے موالیوں کو بتائے جاتے تھے ان میں سے کچھ

یہ ہیں الصاحبؑ، صاحب الدارؑ ''گھر کا مالک'' صاحب العصر علیہ السلام ''زمانے کا مالک'' صاحب الامر، الحجۃ علیہ السلام، الغریمؑ، القائمؑ، المہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف)، اور سب سے مشہور لقب المہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) ہے..... روایات میں ہے کہ جیسے جیسے زمانہ ظہور قریب آتا جائے گا اتنا ہی یہ نام عام ہوتا جائے گا کہ دوست، دشمن سب کی زبان پر ہوگا، دشمن ڈر کی وجہ سے اس نام کو یاد رکھے گا اور وہ اس نام کو لیکر کہے گا کہ اسے نہیں آنا اور مومن اس نام مبارک کو لے کر اپنے دل کو ٹھنڈک پہنچائیں گے..... اپنے دل کو سکون اور راحت پہنچائیں گے (صلوٰۃ)

آپ کی والدہ بی بی سیدہ نرجس (صلواۃ اللہ علیہا) ہیں اس مخدرہ بی بیؑ کے متعلق ہماری کتابوں میں بہت کم ملتا ہے اس سلسلے میں بھی بعض علماء پاکستان میں کام کر رہے ہیں اور ایک کتاب عنقریب آپ کی والدہ علیہ السلام کے متعلق شائع ہونے والی ہے (معدن عصمت کے نام سے یہ کتاب شائع ہو چکی ہے) حق بھی یہی بنتا ہے کہ امامؑ کی معرفت کے لیے ایسے کام کریں۔

امام مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی والدہ ماجدہ:

اس مقدسہ معصومہ عالمہ بی بیؑ کے بارے میں جو کچھ موجود اور مشہور ہے وہ یہ ہے کہ امام علی نقی علیہ السلام نے اپنے ایک خاص صحابی جناب بشر بن سلیمان کو بلایا جو حضرت ایوب انصاری کے خاندان سے تھے..... ان کے بارے میں مشہور ہے کہ ان کو مولا نے اشیاء کا علم عطا کیا تھا کہ جس علم سے وہ پہچان جاتے تھے کہ یہ غذا حرام ہے یا حلال وہ دیکھ کر پہچان جاتے تھے یعنی یہ ان کے خوبیوں سے ہے کہ مولاؑ کے اس شاگرد خاص کو یہ جو انعام خاص عطا ہوا تھا مولا علیہ السلام نے اسے اپنے پاس بلایا..... اور جناب بشر بن سلیمان سے فرمایا کہ ہمارے ساتھ آپ کے خاندان کا کافی تعلق رہا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ آپ کے خاندان ہی میں ایک اور بہت بڑا اعزاز اور امتیازی نشان آجائے اس

نے عرض کیا، مولاؑ بسم اللہ اس سے بڑی سعادت اور کیا ہوگی؟ آپؑ نے فرمایا، ہم آپ کو ایک کام کے لیے بھیجتے ہیں کیونکہ وہ ہستی جس نے آ کر اس پوری دھرتی کو عدل و انصاف سے بھر دینا ہے..... عدل الٰہی کا نفاذ کرنا ہے، قرآن کی حکومت قائم کرنی ہے، جن کی انتظار سب انبیاء واوصیاء کو تھی اور ہم سب کو ہے..... میں چاہتا ہوں کہ اس ابو محمدؑ یعنی امام حسن عسکری علیہ السلام کے لیے جس بی بی کا انتخاب ہے اس کو لانے کی ذمہ داری آپ کو دی جائے..... مولاؑ نے اس کو دو سو درہم دیے اور فرمایا یہ تھیلی ہے اور اس پر مہر لگا دی اور ایک خط بھی ساتھ دیا جو رومی زبان میں لکھا ہوا تھا مولاؑ نے فرمایا کہ تم یہاں سے بغداد چلے جاؤ اور بغداد جا کر دریائے فرات کے کنارے ایک عبور گاہ ہے (کیونکہ دریاؤں میں ایک جگہ ہوتی ہے جہاں کشتیاں آ کر ٹھہرتی ہیں انہیں ''معبر'' کہتے ہیں وہاں جا کر رک جانا اور کچھ دیر بعد روم سے کچھ لوگ وہاں پر آئیں گے، جو کنیزیں لائیں گے بیچنے کے لیے..... اور تم وہاں پر انتظار کرنا یہاں تک کہ تم دیکھو گے..... وہاں پر ایک بوڑھا شخص ہوگا، اس کے پاس ایک کنیز ہوگی جس کا لباس اس طرح کا ہوگا، خریداری کے لیے اس کے پاس ایک شخص جائے گا اور کہے گا کہ مجھے یہ کنیز تین سو درہم میں دے دو کیونکہ یہ کنیز مجھے پسند آ گئی ہے تو وہ کنیز عربی میں اس شخص سے کہے گی کہ اگر تو سلیمان پیغمبر کی تمام شاہی لے آئے اور اس کی ساری سلطنت کے وسائل اپنے ساتھ اُٹھا لائے اور آ کر پیش کرے تو تب بھی مجھے تیرے میں کوئی رغبت نہیں ہے پھر وہ کنیز اس بوڑھے کو کہے گی کہ جس کے ملک میں وہ ہوگی کہ اگر تم نے مجھے اس کے ہاتھ بیچا تو میں اپنے آپ کو قتل کر دوں گی یعنی اس حد تک وہ اپنی بات دوٹوک کرے گی اور فصیح عربی میں یہ بات کہے گی پھر وہ بوڑھا پریشان ہو کر کہ جس کا لقب لحاب ہے کہے گا کہ اب میں کیا کروں؟ کہ کوئی بھی خریدار جب آتا ہے تم اس کو رد کر دیتی ہو، وہ کہے گی تم تھوڑی دیر انتظار کرو ابھی کوئی آ جائے گا..... اس وقت مولاؑ کہتے ہیں تم آگے بڑھنا اور کہنا میں کچھ بزرگان میں سے ایک بزرگ کا خط لایا ہوں جو رومی زبان میں لکھا ہوا ہے، اس خط میں

اس کے اخلاق وکردار، آداب وعادات اور خاندان کی تفصیل درج ہے..... وہ اس کنیز کو طلب کرتے اور چاہتے ہیں اگر وہ اسے پسند کرے گی تو میں اس بزرگ کی طرف سے وکیل ہوں، میں اس کنیز کو خرید کرلوں گا۔

جو کچھ جناب بشر کو مولاؑ نے فرمایا تھا سب اسی طرح ہوا اس نے جب یہ خط اس بی بیؑ کے حوالے کیا تو جب بی بی پاکؑ نے اس خط کو پڑھا پھر عربی فصیح میں اس کو فرمایا کہ مجھے تم بس اس کے ہاتھ فروخت کردو اور یہ ساری باتیں امام علی نقی علیہ السلام نے پہلے ہی اس صحابی کو بتادی تھی کہ تم جاؤ گے تو ایسا ایسا ہوگا جس طرح امام نے فرمایا تھا معاملہ طے ہوا اور اس نے بغداد میں جہاں اپنی رہائش رکھی ہوئی تھی وہاں پر اس نے بی بی پاکؑ باپردہ رہائش کا انتظام کیا وہ تعجب سے پوچھتا ہے کہ اے کنیز خدا جس شخص کو آپؑ نے دیکھا نہیں اس شخص کے خط کو اس قدر آپ چوم رہیں تھیں اور آنکھوں پر لگا رہی ہیں اور اس قدر اظہار مسرت فرمارہی ہیں تو بی بیؑ نے جواب میں فرمایا، جس شخص کو میں نے دیکھا نہیں میں اس کے خط کو اس قدر پیار اور محبت کیوں کروں میں کسی ان دیکھے سے تو پیار نہیں کررہی یہ تو میری متاع زندگی ہیں، میری منتہائے آرزو ہیں جس کو میں آج حاصل کررہی ہوں، اسی کے لیے تو میں آج تک زندہ ہوں تو وہ عرض کرتا ہے کہ بی بیؑ آپ کا ماجرہ کیا ہے؟

تو وہاں پر بی بی نے پورا ماجرہ سنایا (ایک دفعہ صلوٰۃ پڑھ دیں)..... بی بی فرماتی ہیں میرا نام ملیکہ ہے میں یوشع کی بیٹی ہوں جو آخری قیصر روم کا بیٹا تھا اور میں ماں کی طرف سے حضرت عیسی علیہ السلام کے شمعون صفاء کی نواسی بنتی ہوں اور میرا باپ میرے ابن عم سے میرا عقد کرنا چاہتے تھے سارا انتظام مکمل تھا اس تقریب میں تمام قسیسین اور پادریوں کو بلایا گیا تھا اور پورے جاہ وحشم کے ساتھ وہ سب موجود تھے جن کی ۳۰۰ تعداد تھی اور قیصر روم پورے فوجی اعزازات کے ساتھ موجود تھے سات ہزار مہمان تھے (۷۰۰) سات سو خصوصی افسران بھی موجود تھے میری عمر اس وقت تیرہ سال تھی اس

تقریب میں تمام اشراف موجود تھے پورا انتظام مکمل تھا سبیلیں لگا دی گئیں اور ستونوں پر تخت کو ہیرے و جواہرات سے مرصع کر کے لگایا گیا اور اس کے بعد اسقف بزرگ نے انجیل کے اوراق پڑھنا شروع کیے تا کہ میرا ابن عم کے ساتھ عقد ہو جائے کہ اچانک وہ تمام سبیلیں زمین پر گر پڑیں اور تخت بھی اُلٹ گیا اس واقعے کو بدشگونی قرار دیا گیا اور دوبارہ کسی اور کے ساتھ عقد کا پروگرام بنا تا کہ یہ بدشگونی دور ہو جائے جب دوبارہ اس سلسلہ کو کرنا چاہا تو پھر ایک بار سارا انتظام ہوا، تخت لگا، سبیلیں لگیں لیکن دوبارہ اسی طرح ہوا اور میرا دادا اس سے منحرف ہو گیا اور جب رات ہوئی تو میں خواب میں دیکھتی ہوں کہ وہی میرے دادا کا تخت ہے اسی طرح سی ہوا ہے اور وہاں پر حضرت عیسیٰ ہیں اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لاتے ہیں با قاعدہ منبر لگایا جاتا ہے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ان کا سارا خاندان موجود ہے اور جناب مریمؑ بھی ہمراہ ہیں اور وہاں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام شمعون سے کہتے ہیں کہ

حضرت ختمی مرتبت کے فرزند حسن علیہ السلام کے لیے اپنی بیٹی کا عقد دے دو وہ رضایت کا ہار کرتے ہیں اور خود بی بیؑ سے بھی پوچھا جاتا ہے بی بیؑ بھی رضایت کا اظہار فرماتی ہیں اور وہیں پر عقد کا خطبہ ہوتا ہے اور جناب حسن عسکری علیہ السلام بھی موجود ہوتے ہیں اور یہ واقعہ اسی رات ہو جاتا ہے اور بی بی اس واقعے کے بارے صبح کے وقت سوچتی ہیں۔ (آپ بیان کرتی ہیں) کہ میں نے سوچا اسے اپنے دادا سے بیان کروں پھر میں نے سوچا کہ پتہ نہیں وہ اسے کیا قرار دیں گے اور اپنے تخت کے خطرے میں مجھے ہی نہ مار دیں اور وہ اس راز کو راز رکھتی ہیں اور کسی کو نہیں بتاتی لیکن اس کے بعد بی بیؑ مریض ہو جاتی ہیں اور وہ پریشان رہنے لگتی ہیں آپ کے دادا تمام اطباء سے علاج کرواتے ہیں آپ ٹھیک نہیں ہوتیں کوئی ۱۲، ۱۳ دن گزرنے کے بعد قیصر آ کر بی بی کے پاس بیٹھ کر پوچھتے ہیں آپ کی کوئی آرزو کوئی خواہش ..... اطباء نے تو مایوس کر دیا ہے، بی بیؑ کہتی ہیں میری یہ خواہش ہے کہ یہ جو تمہارے پاس مسلمانوں کے قیدی ہیں ان پر

تھوڑی سی نرمی کر دو تو اس نے اس کی یہ بات مان لی اور ان پر نرمی شروع کر دی تو بی بی کہتی ہیں کہ میں نے اپنے آپ کو صحت مند ظاہر کیا اور میں نے غذا لینا بھی شروع کی تو اس پر میرے دادا اور خوش ہوئے اور قیدیوں کو اور زیادہ سہولتیں دینا شروع کر دیں بھئی چلو اس بہانے ہماری پوتی تو ٹھیک ہوتی جا رہی ہیں بہرحال بی بی فرماتی ہیں کہ میں چودھویں دن دیکھتی ہوں کہ جناب مریمؑ، جناب سیدہ زہرا (سلام اللہ علیہا) اور ان کے ہمراہ ۴ ہزار جنت کی حوریں تشریف لاتی ہیں ..... اور وہاں پر میں نے نانی مریمؑ سے عرض کیا کہ میرے اوپر چودہ دن گزر گئے ابھی تک حضرت تو تشریف نہیں لائے تو بی بیؑ نے کہا جناب سیدہ زہرا (صلواۃ اللہ علیہا) آئی ہیں ان سے یہی شکایت کریں جب یہی بات جناب سیدہؑ کی خدمت میں عرض کرتی ہوں تو آپ فرماتی ہیں آپ نے ابھی کلمہ نہیں پڑھا اس لیے وہ نہیں آئے اب آپ کلمہ پڑھیں بی بی نے مجھے باقاعدہ کلمہ پڑھایا یعنی بی بی نے باقاعدہ کلمہ توحید کلمہ نبوت و امامت و قیامت پڑھایا اور اسلام کے بنیادی عقائد کا اقرار مجھ سے لیا۔ اس سب پڑھنے کے بعد بی بی زہرا (صلواۃ اللہ علیہا) نے فرمایا کہ تم پریشان نہ ہو اب میرا بیٹا روز آپ کے پاس آئے گا جناب سیدہ نرجس (صلواۃ اللہ علیہا) بتاتی ہیں ..... پھر ہر رات جناب امام حسن عسکری علیہ السلام میرے پاس تشریف لاتے تھے اور یہاں تک کہ کل وہ مجھے خود آ کر بتا گئے کہ کل یہاں مسلمانوں کے فوجی حملہ آور آ رہے ہیں تم اپنے آپ کو کنیزوں کے لباس میں فوجی دستہ کے ہمراہ ہو جانا ..... کیونکہ تمہارا بابا جنگ کے لیے کل نکل رہا ہے تم بھی ان کے ساتھ لباس بدل کر نکل پڑو خدمت کرنے والیوں میں خود کو شامل کر لینا اور اس کے بعد جو کچھ ہونا تھا سب کچھ مجھے بتایا وہ سب کچھ اسی طرح ہوا اور یہ بھی بتایا کہ کل تم اسی طرح آؤ گے اور یہ خط ہوگا اسی لیے یہ خط مجھے عزیز ہے میں ویسے ہی بے معرفتی سے اس خط کو بوسے نہیں دے رہی تھی ..... بی بی کا اس وقت نام ملیکہ تھا اور جب بی بی کنیز بن کر آئیں اور آپ سے آپ کا نام پوچھا گیا تو آپ نے بتایا میں نرجس ہوں جس سے آپ کا نرجس (صلواۃ اللہ علیہا) نام مشہور ہو گیا کیونکہ نرجس کنیزوں والا نام ہے۔

بی بی کی سامرہ آمد:

جب وہ جناب ..... بی بیؑ کو لے کر سامرہ پہنچے تو امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں جب بی بی حاضر ہوتی ہیں تو مولاؑ نے بی بی سے فرمایا کہ آپ کا انتخاب ہے..... یا دس ہزار درہم میں آپ کو دوں وہ پسند ہیں یا ایک خوشخبری آپ کو دوں وہ پسند ہے..... تو بی بی نے عرض کی کہ خوشخبری مجھے دیں وہ مجھے زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ میں پیسے لے لوں تو مولاؑ نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو ایسے مرد کی والدہ بنانے والا ہے جو پوری کائنات کا سردار ہوگا تو بی بیؑ نے وہاں پر دریافت کیا کہ وہ کس سے؟ تو آپ نے فرمایا وہی میرے فرزند جو آپ کے پاس آتے رہے ہیں تو بی بیؑ کی مسرت اور خوشی کی انتہا نہ رہی۔

اس کے بعد حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے اپنی ہمشیرہ پاک جناب حکیمہ علیہا السلام سے کہا کہ یہ وہ بی بی ہیں جو سیدہ لاماء، کنیزوں کی سردار ہیں ان کے بطن مبارک سے اللہ تعالیٰ نے جہان کے سردار کو، خاتم الاوصیاء کو، اپنی آخری حجت علیہ السلام کو، اس مخلوق کے لیے عطا فرمانا ہے اور اس کو آپ اپنے پاس لے جائیں یہاں تک کہ وہ وقت آ گیا کہ جناب سیدہ حکیمہ (صلواۃ اللہ علیہا) کو کہا گیا کہ سلسلہ ازدواج کیلئے بی بی کو آمادہ کریں..... جو کہ امام حسن عسکری علیہ السلام سے ظاہری طور پر انجام پایا..... کیونکہ یہ ساری خبریں باطنی خبریں تھیں اور کیونکہ ہمارا ایمان ظاہر پر بھی اسی طرح ہے جس طرح باطن پر ہے اور یہ سارے اسباب مکمل ہو گئے اور پھر وہ وقت بھی آ گیا..... کہ یہ سعادت بھی جناب سیدہ حکیمہ (صلواۃ اللہ علیہا) کو ملنی تھی کہ امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنی پھوپھی اماں سے کہا پھوپھی اماں آپ کا آج رات افطار ہمارے گھر میں ہوگا آج پندرہ شعبان کی رات ہے جب جناب سیدہ حکیمہ (صلواۃ اللہ علیہا) خاتون تشریف لائیں تو جناب سیدہ نرجس (صلواۃ اللہ علیہا) خاتون آگے بڑھیں اور سلام کیا اور کہا یا سیدتی اے میری سردار اور پھر بیٹھ کر آپ کے جوتے اُتارنے لگیں تو جناب سیدہ بی بی حکیمہ نے فرمایا نہیں بیٹی یہ بات نہ کریں اور یہ

جملے بھی مت کہو سردار تم ہو کہ تم اس ہستی کے لیے امین قرار پائی ہو جس کو اللہ تعالی نے تمام دھرتی کے انسانوں کے لیے امن کا سبب قرار دیا ہے اور یہی الفاظ جب امام حسن عسکری علیہ السلام نے سنے تو اپنی پھوپھی اماں سے فرمایا **احسنت احسنت** آپ نے بہت اچھے اور بروقت جملے ادا کیے ہیں، بی بی فرماتی ہیں ۱۵ شعبان کی رات کو ہم سو گئے تو جناب عسکری علیہ السلام نے فرمایا پھوپھی اماں میرے بیٹے کی ان کی ولادت سے پہلے حمل کے آثار ظاہر نہ ہوں گے ولادت اسی طرح ہوگی جس طرح جناب عیسیٰؑ کی ولادت کے آثار ظاہر نہیں ہوئے تھے بی بی فرماتی ہیں کہ ہم سو گئے رات کو میں نماز تہجد کے لیے اٹھی تو میں نے دیکھا بی بی نرجس (صلواۃ اللہ علیہا) بھی نماز شب کے لیے اٹھی ہیں مجھے تھوڑا سا ایسے محسوس ہونے لگا اور شک سا گزرنے لگا یا خیال آنے لگا کہ اس بی بی سے کیسے حضرت حجت علیہ السلام کی آمد ہوگی تو امام حسن عسکری علیہ السلام جو دوسری طرف مصلے عبادت پر بیٹھے تھے فرمانے لگے یا عمتا وقت قریب ہوگیا ہے اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے تو بی بی فرماتی ہیں کہ جب وہ وقت قریب آ گیا..... (یہ تمام آئمہؑ کی ولادت کے بارے میں ایسا ہی ہے کہ یہاں پر یہ راز الٰہی ہے کہ جس کو ہم نہیں سمجھ سکتے اور نہ ہی ہمیں اس میں دخل دینے کی ضرورت ہے) بی بیؑ فرماتی ہیں کہ تھوڑی سی دیر کے لیے مجھے اونگھ سی طاری ہوئی اور جناب نرجس (صلواۃ اللہ علیہا) پر بھی اونگھ طاری ہوئی پھر مجھے محسوس ہوا کہ میرے سید تشریف لے آئے ہیں اور میں نے کیا دیکھا کہ حجت خدا علیہ السلام سجدہ الٰہی میں پیشانی رکھے ہوئے ہیں سبحان اللہ سبحان اللہ کا ورد کر رہے ہیں اور میں نے بچے کو اٹھا لیا ادھر امام حسن عسکری علیہ السلام نے آواز دے کر فرمایا کہ اس نور خدا کو میرے پاس لے آؤ میں جب نور خدا کو آپ کے پاس لے گئی تو مولا نے اپنے بچے کو اٹھایا، آپ کے سینے پر بچے کے پاؤں لگ رہے تھے اپنی زبان اپنے بیٹے کے منہ میں دے دی اور فرمایا بیٹے **اقرأ** پڑھ بیٹے ..... مولا نے یہ پڑھنا شروع کیا **اشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريك له واشهدان محمداً عبدهٗ ورسوله** اور پھر تمام آئمہ کے امام حسن عسکری علیہ السلام تک

نام لیے یہ مختصری روئے داد ہے کہ کس طرح وہ نور خدا پندرہ شعبان سحری کے وقت ظاہر ہوئے کہ جس سے پوری کائنات میں خوشی اور مسرت کی لہر دوڑ گئی اور جب صبح ہوئی تو بی بی فرماتی ہیں کہ میں آئی کہ اپنے بیٹے کا دوبارہ دیدار کروں تو امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا جس طرح موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو حکم ہوا تھا کہ اس کو کسی کے حوالے کردو اسی طرح ہم نے بھی اس حجت خدا کو کسی کے حوالے کر دیا ہے۔

بی بیؑ فرماتی ہیں کہ جب آٹھواں دن ہوا تو میں نے دیکھا کہ امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے منہ میں زبان دے دی گویا کہ آپ غذائے امامت اور غذائے عصمت وحجیت منتقل فرما رہے تھے ہر امام علیہ السلام اسی طرح غذا امامت زبان امامت سے لیتے آئے ہیں اور اس طرح یہ سلسلہ آگے بڑھتا رہا ہے.....

مصائب:

آج اسیران کربلا کی کوفہ میں آمد ہو چکی ہے بہت سخت مرحلہ تھا جب دختران علی علیہ السلام کوفہ میں وارد ہوئیں..... کیونکہ یہ کوفہ وہ تھا جہاں امام علی علیہ السلام کی حکومت تھی یہی وہ کوفہ تھا جہاں پر بی بی سیدہ زینب (صلواۃ اللہ علیہا) درس قرآن اور درس تفسیر دیا کرتی تھیں کوفہ کی خواتین کوئی غیر واقف اور ناواقف خواتین نہیں تھیں..... لیکن کوفہ کو عجیب انداز سے سجایا گیا تھا جب پردہ داران عصمت، پردہ داران امامت وطہارت کوفہ میں وارد ہوئیں تو کوفہ والی عورتوں نے چھتوں پر چڑھ کر استقبال کیا، عجیب استقبال کا انداز تھا پھول برساتی تھیں یہ پھول ایسے وزنی تھے کہ بعض بیبیوں کے سران سے زخمی ہو گئے۔ کچھ کھجوریں پھینکتی تھیں جب بچوں کے پاس کھجوریں پہنچتیں تو بی بی فرماتیں اے عورتو! کچھ شرم کرو، حیا کرو، ہم خاندان نبوت سے ہیں ہمارے اوپر زکواۃ لینا حرام ہے، تم یہ کیا کر رہی ہو یہاں پر بیبیوں کو جب اس مظلومیت کے عالم میں لایا گیا کہ ایک طرف نیزہ پر شہدا کے سر ہیں، امام زین العابدین علیہ السلام ہیں کہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں کوفہ

کا بازار کھچا کھچ بھرا ہوا ہے۔

اے پردہ دار بی بی جب پہلے کوفہ آئی تھیں تو تیرے پردے کے انتظام کیے گئے تھے عباس علمدار علیہ السلام اعلان کر رہے تھے کہ لوگو! گھروں میں داخل ہو جاؤ عصمت و طہارت کی وارث بیبیاں آ رہی ہیں کوفہ میں پہنچ کر بی بی نے عباس علیہ السلام سے کہا ہوگا کہ بھائی کاش آپ آج موجود ہوتے کہ بہن کوفہ کے بازار میں بے پردہ آ گئی ہے آج ہمارا پردے بنانے والا کوئی نہیں ہے آج ہر طرف غیروں کا مجمع ہے آج علی علیہ السلام کی بیٹیاں اس بازار سے گزر رہی ہیں جس بازار سے لوگوں کو ہٹا دیا گیا تھا، یہ وہی کوفہ تو تھا جب حضرت علی علیہ السلام کو زخمی حالت میں گھر کی طرف لا رہے تھے..... سب اپنے صحابہ تھے، سب دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے کوئی غیر نہ تھا جیسے گھر قریب آ گیا مولا نے کہا میری چارپائی یہاں رکھ دو اور سب صحابیوں کو منع کر دیا کہ وہ آگے نہ آئیں، حسین علیہ السلام سے فرمایا کہ ان سے کہو کہ واپس چلے جائیں تو سب صحابیوں نے عرض کیا، کہ اے مولا ہم برداشت نہیں کر سکتے کہ آپ کو اس حال میں چھوڑ کر جائیں تو امام علیہ السلام نے فرمایا دیکھو ابھی میں گھر میں داخل ہوں گا تو میری بیٹیاں مجھے زخمی حالت میں دیکھیں گی ان کی چیخیں نکل جائیں گی علی علیہ السلام مولا کی غیرت گوارہ نہیں کرتی کہ علی علیہ السلام کی بیٹیوں کی آوازیں آپ کے صحابیوں تک آئیں..... میں کہتا ہوں کہ مولا علی علیہ السلام آپؑ تو برداشت نہیں کر سکے کہ آپؑ کی بیٹیوں کی آواز آپؑ کے اصحاب سنیں آج کوفہ میں آ کر دیکھیں اغیار کا مجمع ہے اور آپ کی بیٹیاں بے مقنعہ و چادر بازار میں لائی گئی ہیں۔

الا لعنة الله على القوم الظالمين

وسيعلم الذين ظلموا اى منقلب ينقلبون

مجلس نمبر 2

عنوان :۔ **معرفت امام زمانہ** علیہ السلام

قال رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم :۔

﴿من مات ولم یعرف امام زمانه (علیه السلام) مات میتة جاهلیة﴾

''جو اپنے امامؑ کی معرفت کے بغیر مرا وہ جہالت کی موت مرا۔''

معرفت انسان کی خلقت کا حصہ ہے یعنی انسان کو جو خلق کیا گیا ہے اسے فطرت پر خلق کیا گیا ہے کون سی فطرت پر؟ توحید کی فطرت پر، معرفت حاصل کرنے کی فطرت پر احادیث میں ہے، **''لا اله الا الله محمد رسول الله علی ولی الله ''** کے اقرار کرنے کی فطرت پر انسان کو پیدا کیا گیا ہے بعض روایات میں ہے کہ اسے ولایت کی فطرت پر پیدا کیا گیا ہے..... یہ جو مشہور حدیث ہے کہ ہر بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو اسلام کی فطرت پر پیدا ہوتا ہے اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی بناتے ہیں اسی وجہ سے ہے کہ چھوٹے بچہ کو جستجو ہوتی ہے وہ جاننا چاہتا ہے اسے اس بات کی تلاش ہوتی ہے کہ وہ معلوم کرے یہ کیا ہے؟ جس چیز کو وہ دیکھتا ہے یا سنتا ہے فوراً بابا سے پوچھے گا یہ کیا ہے؟ کیوں ہے؟ یہ کس لیے ہے؟ ایسا کیوں ہوگیا ہے، اس کا مطلب یہ ہوا ہے کہ معرفت حاصل کرنا انسان کی فطرت ہے..... اور ظاہر ہے سب سے پہلے تو اپنے خالق و مالک کی معرفت حاصل کرنا ہوگی اس کے بعد تدریجاً یہ سلسلہ معرفت چلتا ہے اور خداوند کے نمائندگان کی معرفت حاصل کرنے تک جا پہنچتا ہے اور پھر اس وقت کا اور زمانے کا جو امام علیہ السلام ہے اس کی معرفت، یہ سب واجبات سے ہے، ہمارا یہ عقیدہ ہے اور یہ بات عقلی دلائل کے ساتھ ثابت ہے..... عقائد کی کتابوں میں یہ ثابت شدہ بات ہے کہ اللہ تبارک وتعالی نے اپنے لطف وکرم کے تحت..... اللہ تعالیٰ کے جود وسخا کا تقاضا تھا کیونکہ وہ جواد علی الاطلاق ہے کہ اللہ تعالی ایک ایسی مخلوق تخلیق کرے جو اپنے اختیار اور اپنے

ارادے سے کمال کی منزلیں طے کرے اس لیے حدیث قدسی میں ہے **کنت کنزاً مخفیاً احببت** ..... میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میری پہچان ہو پس۔ میں نے ایک مخلوق پیدا کی تا کہ وہ مخلوق میری پہچان ہو۔ اور وہ مخلوق اول کون ہیں؟ تو احادیث سے ثابت ہے کہ مخلوق اول نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نور علی علیہ السلام ہے۔

سب سے پہلے حقیقت محمدیہ کو خلق کیا اور اس کے بعد باقی مخلوقات کا سلسلہ چلا اللہ تعالی نے جب اپنی پہچان کے لیے ایک مخلوق پیدا کر دی تو پھر ضرورت اس امر کی تھی کہ خود خدا اپنی اس مخلوق کی پہچان کے لیے بھی ایک اور مخلوق خلق کرے پھر ان کے لیے اور مخلوق پیدا کرے اس طرح اللہ تعالی کو مخلوقات کا یہ سارا سلسلہ بنانا پڑا اسی لیے پوری کائنات بنائی گئی ..... اور انسانیت کو عقل و شعور کے ساتھ خلق فرما کر امتیازی حیثیت دی اور پھر اس انسان کے لیے سلسلہ انبیاء تخلیق کیا جس کو اللہ تعالی نے اول میں خلق کیا اس کو بھیجا آخر میں کیونکہ اس نے اللہ تعالی کا مظہر کامل اور مکمل پہچان بننا تھا ..... جس کو اللہ تعالی کی پہچان بننا تھا خود اس کی پہچان کے لیے اللہ تعالی نے ایک کم ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھیجے اور اس لیے تو حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل جتنے انبیاً آئے انہوں نے جہاں پر لوگوں کو خدا کی معرفت کرائی وہاں پر آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ..... اس کے اوصیاء اور بالخصوص آخری وصی کی معرفت بھی کرائی اور ان سے ان سب کا اقرار لیا۔ کیونکہ جب تک انسان کو کمال کی تعلیم نہ ہو اور وہ نہ جانے کہ کمال کیا ہے؟ تب تک کمال کی پہچان ہی نہ ہوگی اللہ تعالی نے انبیاء کا جو سلسلہ قرار دیا تو ان سب میں سب کمالات یکجا نہیں رکھے ہر ایک کو خدا نے اپنے مقام پر کامل بنایا اور ان میں سے ہر ایک معصوم علیہ السلام تھے، اللہ کے قائم مقام اور نمائندے تھے، آدم علیہ السلام سے لے حضرت ابراہیم علیہ السلام تک اور وہاں سے لے کر حضرت ابو طالب علیہ السلام تک کہ جو آخری وصی ہیں ..... حضرت ابراہیم علیہ السلام کے، لیکن جب ہم دقت سے دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالی نے ہر ایک کو اس زمانہ کے لوگوں کے حوالے سے کامل بنایا لیکن تمام کمالات یکجا

کسی کو بھی عطا نہیں فرمائے بلکہ کسی میں ایک کمال تھا کسی میں دو، کسی میں دس کسی میں بیس، کسی میں سو کسی میں دو سو، ایسا نہیں ہے..... کہ ان میں سے کسی ایک کو اللہ تعالی نے تمام کمالات کی نمائندگی عطا کی ہو اس بات کو سمجھنے کے لیے ایک مشہور حدیث آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے ایک دن فرمایا:

آپ میں سے جو شخص چاہتا ہے کہ آدم علیہ السلام کو ان کے کمالات سمیت دیکھے جو شخص چاہتا ہے کہ نوح علیہ السلام کو ان کے کمالات سمیت دیکھے، جو شخص چاہتا ہے یوسفؑ کو اس کے جمال میں دیکھے، جو شخص چاہتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو ان کے رعب و دبدبہ میں دیکھے، جو شخص چاہتا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس کے زہد میں دیکھے، جو شخص چاہتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جذبہ قربانی و اطاعت وعبودیت کی اعلی منزل میں دیکھے، غرض یہ کہ مختلف انبیاء کے نام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاک نے لیے اور یہ نام معروف اور بزرگ انبیاء کے لیے اور ان کی جو صفت سب سے زیادہ مشہور تھی اسے ذکر کیا..... اس کے بعد فرمایا یعنی تمام انبیاء میں جو ظاہر تر صفت تھی اس کا ذکر کیا اور پھر فرماتے ہیں جو انہیں دیکھنا چاہے۔

فلینظر الی أخی علی علیه السلام ابن ابی طالب

''وہ میرے بھائی علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کو دیکھ لے''

اس حدیث کی گہرائی اور مفہوم کی طرف متوجہ ہوں ..... کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاک مختلف انبیاء کی مشہور صفات ذکر فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ یہ جو تمام صفات مختلف انبیاء میں بکھری ہوئی آپ کو نظر آتی ہیں اگر ان سب کو مجتمع دیکھنا چاہتے ہو تو یہ میرا بھائی علی علیہ السلام ہے جس میں یہ ساری صفات جمع ہیں یعنی جہاں انبیاء کی صفات وکمالات و جمالات ختم ہوتے ہیں وہاں علی علیہ السلام کے در پر جاؤ یعنی اللہ تعالی نے جو کمالات انبیاء میں متفرق رکھے ہوئے تھے وہ تمام کمالات

ایک جگہ علی علیہ السلام میں جمع کر دیئے ہیں اس لیے تو حضرت علی علیہ السلام انبیاء سے افضل ہیں بلکہ آپ اعیاؑ کی دستگیری فرماتے رہے ہیں۔ انبیاءؑ کے ساتھ ساتھ رہے ہیں آپ نے عالم ارواح میں ان کی مدد کی حکم خدا سے..... یہ پورا ایک سلسلہ ہے لیکن جب علی علیہ السلام کے در پر جاتے ہیں..... یعنی جہاں انبیاء کی صفات کا اختتام ہے وہاں سے علی علیہ السلام کی صفات کا آغاز ہے اور جب در علی علیہ السلام پر جاتے ہیں تو مولاؑ علی علیہ السلام یہ جملہ فرماتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

كفى لي فخراً ان أكون عبدا من عبيد محمد صلى الله عليه وآله وسلم

''میرے فخر اور میری شان کے لیے یہ بات کافی ہے کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں میں سے ایک غلام ہوں'' یعنی جہاں انبیاءؑ کی صفات کا خاتمہ ہوا اور علی علیہ السلام کے اوصاف کا آغاز ہوتا ہے وہ علی علیہ السلام جو تمام صفات کمالیہ و جمالیہ و جلالیہ کو یکجا حاصل کیے ہوئے ہیں وہ جب نور اول اور حقیقت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنا تقابل کرتے ہیں تو فرماتے ہیں میں غلام ہوں اور وہ آقا ہیں۔ میں عبد ہوں وہ مولا ہیں، خود کو عبودیت کے مقام پر لا کھڑا کرتے ہیں اور اسی پر فخر و مباہات فرماتے ہیں تو اب یہاں سے دیکھیں کہ یہ جو حدیث ہے جس میں مخاطب حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہیں۔'' **لولاك لما خلقت الا فلاك** ''''اگر میں تجھے نہ بناتا تو افلاک کو تخلیق نہ کرتا'' کیونکہ میں نے تجھے اپنی پہچان کا وسیلہ بنایا تو پہلے تو تیری پہچان کروانی تھی اس لیے فرمایا اگر میں تجھے نہ بناتا تو میں کچھ ہی نہ بناتا۔

اللہ تعالی نے مخلوق اول کو اپنی معرفت کے لیے بنایا اور انسان کے سوا تمام مخلوقات کو معرفت ذاتی عطا کی جب کہ انسان کے لیے تھا کہ یہ خود معرفت حاصل کرے لیکن اس کی سرشت میں، اس کی فطرت، اس کی خلقت میں، اس کے مزاج میں، اس امر کو داخل کر دیا کہ وہ معرفت حاصل کرے یعنی معرفت انسان کی سرشت میں داخل ہے اس کی فطرت کا حصہ ہے اور پھر یہ خدا کا کرم ہے، خدا کا لطف ہے اگر خدا ایسا نہ کرتا تو یہ اس

کے لطف کے خلاف تھا۔ یہ اس کے جود کے خلاف تھا۔ یہ خدا کے لیے نقص تھا..... جود کا مطلب یہ ہے کہ خداوند متعال ایک ایسی مخلوق بنا سکتا ہے کہ جو اپنے اختیار کے ساتھ کمال تک جائے اگر وہ نہ بنائے تو یعنی خدا کنجوسی کر رہا ہے، بخالت ہوگی جو خدا کی ذات سے دور ہے.....لہذا کہتے ہیں کہ یہ خدا کا لطف عمیم ہے، خدا کے جود علی الاطلاق کا تقاضا تھا کہ خدا انسان کو بنائے جب انسان کو بنایا تو کس لیے بنایا؟ تا کہ انسان اپنے اختیار سے کمال تک پہنچے سوال ہے اللہ تعالی نے اپنے کمال مطلق کا نمائندہ کس کو بنایا؟ جواب ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بنایا اور ان کے ساتھ باقی انوار کو شامل کیا، معصومین علیہم السلام کی ذوات مقدسہ کو شامل کیا، تو جب تک کوئی ان کی معرفت حاصل نہیں کر سکے گا تو وہ کمال تک کیسے پہنچے گا؟ اس کے لیے تو کمال یہی ہیں اور کمال کا نمونہ یہی ہیں۔ اسے تو یہیں تک پہنچنا ہے یہاں تک پہنچے گا تو خدا کی معرفت بھی حاصل ہوگی، لقاء اللہ کی منزل پر بھی فائز ہو جائے گا، یہاں پر پھر اللہ کے لطف وکرم کا تقاضا تھا کہ جس مخلوق کو اس لیے بنایا ہے کہ اختیار اور ارادے سے کمال تک جائے تو پھر اس کے لیے راہنما بھی چاہیے، ایسے رہنما کہ جو اس کو کمال مطلق سے بھی آشنا کریں اور پھر وہ راہنما ایسے ہوں جن کو خدا اپنی طرف سے بنائے، رسولؑ و نبیؑ کو کوئی نشانی بھی خدا دے دے.....تا کہ باقی لوگوں کو پتہ چلے کہ ان کا تعلق ذات خدا سے ہے، ایسا کام ان سے سرزد ہو جو عام لوگ نہ کر سکیں جس کو ہم معجزہ کہتے ہیں، یعنی اپنے نمائندگان کی پہچان کروانے کے لیے انہیں معجزہ دے اور پھر وہ ایسے ہوں کہ ان سے غلطی کا امکان نہ ہو کیونکہ اگر ان سے غلطی ہوگی تو ان کی ہر بات پر کہا جا سکے گا کہ یہ جھوٹ بول رہے ہیں، غلط کہہ رہے ہیں .....لہذا یہ بھی اللہ کے جود ولطف کا تقاضا تھا۔ کہ وہ انبیاء ورسل کو معصوم بنائے .....اور ساتھ انہیں معجزہ بھی عطا کرے تا کہ یہ انسان کو راہ دکھائیں تو اس طرح آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہدایت کے سلسلے نے ختم تو نہیں ہونا تھا اور آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد بھی لوگ آزاد صاحب اختیار و صاحب ارادہ ہیں کیا ان کو اجازت دے دی گئی کہ وہ

جس کو مرضی رہنما بنالیں؟ ایسا نہیں ہے..... آپ دیکھیں کتاب تو خدا نے خود بھیجی ہے ۲۳ سال میں یہ کتاب اُتری آپ خود غور کریں اس کتاب میں کلیات ہیں، اصول ہیں، بنیادیں ہیں ہر بات کی تشریح تو نہیں ہے..... اس لیے فرمان دے دیا کہ جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہے اسے تسلیم کرلو۔ اس کتاب کا شارح رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرار دیا اب اس کتاب کی کتنی تشریح ہو سکے گی؟۔ میں کہتا ہوں کہ ۲۳ سال میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اگر بیک وقت ایک ہزار شاگرد مل جاتے اور ان کو آپ صبح و شام پڑھاتے اور ہر وقت وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ رہتے ان کے حافظے بھی تیز ہوتے پھر بھی ۲۳ سال میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سب کو وہ نہیں بتا سکتے تھے جو کچھ قیامت تک ہونا ہے اور جو انسان کی ضرورت ہے جس سے انسان کے مسائل حل ہونے ہیں یہ امکان ہی نہیں ہے کہ یہ دین اسلام جو قیامت تک کے لیے ہے..... یہ درس ۲۳ سال کے لیے تو نہیں ہے، یہ دین دینِ خاتم ہے، قیامت تک کے لیے ہے، جب یہ قیامت تک کے لیے ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پورا دین پہنچایا ہے..... یا ادھورا دین پہنچایا ہے؟ جواب پورا دین پہنچایا ہے، اب سوال یہ ہے پورا دین سارے صحابہ کو پہنچایا ہے۔ اور یہ کہ اس کے لیے سارے صحابہ برابر ہیں اور وہ سب ہمارے لیے حجت ہیں ہمیں ان میں سے ہر ایک کی بات ماننا پڑے گی یا کچھ کو سارا دین سمجھایا ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اگر پورا دین نہیں بتایا تو پھر رسالت پہنچانے کا حق ادا نہیں کیا..... اگر کہتے ہیں پورا دین بتایا ہے تو کس شکل میں بتایا ہے؟ اگر کوئی کہے قرآن کی صورت میں۔ تو قرآن تو مجمل ہے، قرآن میں تو احکام کی تفصیل نہیں ہے..... قرآن میں تو کہا گیا نماز پڑھو طریقہ تو نہیں بتایا گیا۔ قرآن میں کہا گیا زکواۃ دو..... زکواۃ کی تفصیل تو نہیں بتائی گئی قرآن میں کہا گیا خمس دو، خمس کی ڈیٹیل تو نہیں بتائی گئی یہ ساری چیزیں کہاں سے پوچھیں گے؟ یہ سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتانا ہے، وہ ہی معلم قرآن ہیں انہوں نے قرآن کی تشریح بھی کرنی ہے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں لوگ آ کر بہت سے مسائل

خودان سے پوچھتے ہیں، وہ فرماتے ہیں ایسے کرو اور ایسا نہ کرو تو کیا احکام تفصیل کا علم سب کو دیا.....؟ ہم کہتے ہیں..... ایسا نہیں ہوا کیونکہ سب صحابہ تو ہر وقت موجود نہیں ہوتے تھے ذرا غور کریں مکے میں کتنے صحابہ تھے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ۱۳ سال کا جو عرصہ مکہ میں گزرا اس میں توحید سمجھاتے رہے اور قیامت کی چند باتیں بتاتے رہے، ساری مکی سورتیں اُٹھا کر دیکھ لو بہت سارے احکام کا تو وہاں پر ذکر بھی نہیں ہے احکام تو بتائے ہی نہیں اور پھر جو مکے والے شاگرد تھے وہ تو فقط **لا الہ الا اللہ** والے تھے اور خالی نماز پڑھنے والے تھے اور بس اور پھر ان کی تعداد کتنی تھی؟ سو یا دو سو یا تھوڑے زیادہ پھر ان پر اتنا تشدد کہ ان کو وہاں سے ہجرت کرنا پڑی وہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ کتنا رہے کہ وہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سارے احکام کا علم تفصیل سے پڑھتے اور سیکھتے اور قرآن کی مکمل اور تفصیلی تشریحات لیتے..... ہمارا یہ سوال سب مسلمانوں سے ہے ذرا غور کریں۔ ذرا اسی کے بارے میں ہمیں جواب دیں بھئی بتانا تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تھا اور سارا اسلام بتاتا تھا ۱۳ سال تو اس طرح گزر گئے، اب فرماتے ہیں سارا اسلام سب کو تعلیم دیا..... کیسے دیا؟ آؤ باقی دس سال جو مدینہ کے ہیں.....تو اس کی صورتحال یہ ہے کہ کیا سارے اصحاب ہر وقت آپ کے پاس بیٹھے رہتے تھے؟ بس دین کی تشریحات پڑھتے رہتے ہیں اور پھر یہ سوال بھی ذہن میں آتا ہے کہ ابتدا میں اصحاب کتنے تھے؟ پھر کیا سب کا حافظہ ایک جیسا تھا، شاگرد بیٹھے ہیں، کسی کو نیند آ گئی، تو کسی نے سنا، کسی نے آدھی حدیث سنی، ایک نے پچھلا حصہ سنا، ایک نے پہلا حصہ سنا، ایک نے درمیانہ حصہ سنا۔ ابو ہریرہ کے بارے میں ہے کہ انہوں نے آ کے (جو سب سے زیادہ روایتیں بیان کرنیوالے ہیں) حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا یا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ''میرا حافظہ بڑا کمزور ہے، میں بھول جاتا ہوں'' اچھا ہوا انہوں نے تو اپنی کمزوری کا حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اعتراف کرلیا جب کہ بہت تو ایسے تھے جو کہتے ہی نہیں تھے اور بات ہضم کر گئے، اپنی کمزوری کا ذکر ہی نہیں کیا حضرت نے فرمایا اپنی چادر

بچھا..... اس نے اپنی چادر بچھائی اس پہ حضرت نے اپنا ہاتھ رکھا اور ایک حدیث اس کو پڑھائی امام حسین علیہ السلام کے حوالے سے وہ خود فرماتے ہیں ''کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ مجھے بتایا وہ لفظ..... لفظ مجھے یاد رہا اور وہ مجھے نہیں بھولا'' یعنی ایک دفعہ ایک صحابی کی چادر پر ہاتھ پھیرنے سے اور اس وقت انسے جو حدیث بیان کرتے ہیں وہ تو وہ حدیث نہیں بھولتے تو ظاہر ہے جو چادر تطہیر کے نیچے آجائیں۔ وہ کس منزل اور شان کے مالک ہونگے معذرت کے ساتھ ایسے درمیان میں یہ بات آگئی سلسلہ دوبارہ جوڑتے ہیں۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور پورا اسلام لائے؟ جی ہاں سارا اسلام لائے، کیا سارا اسلام تمام تر تفصیلات کے ساتھ سب کو پڑھایا؟ اگر کہتے ہو سب کو پڑھایا تو ہمارا سوال یہ ہے کہ ۱۳ سال میں کتنے کو پڑھایا، کب پڑھایا، کتنا وقت پڑھائی پہ لگتا تھا۔ جب کہ وہ آپ کے پاس رہے ہی نہیں، پھر سب ایک دفعہ تو مسلمان نہیں ہوئے تھے پھر وہ بھی حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے، اب آگیا مدینہ کا دور..... یہ عرصہ دس سال کا ہے.....اس عرصے میں کتنا ٹائم ملتا تھا اور کہاں پر پڑھتے تھے؟ کیا روزانہ حاضری لگتی تھی، کیا سب آتے تھے۔ اصحاب صفہ تو چلیں وہ تو ہر وقت مسجد میں موجود ہوتے تھے۔ اس دس سال کے عرصے میں ۷۰ تو چھوٹی بڑی جنگیں ہوئی ہیں، پھر اصحاب کو اپنے ذاتی کام بھی تو ہوتے تھے..... سب کے گھر بار بھی تھے، کاروبار بھی کرتے تھے، سفر پر بھی جاتے تھے، پھر کچھ کا تعلق تو مدینہ سے باہر کا تھا وہ روز جمعہ یا کسی اور خاص موقع پر آتے ہونگے ہر وقت تو آپ کے پاس موجود نہ رہتے تھے بہت سارے خطبات سن ہی نہیں پاتے تھے..... جمعہ میں البتہ زیادہ اجتماع ہوتا تھا لہذا اس بات کو کوئی بھی نہیں کہے گا کہ سارے صحابہ بیک وقت حاضر رہتے تھے اور جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے وہ سب سنتے تھے اور اس ترتیب سے درس لیتے تھے اور احادیث کے بیان میں جو اختلاف ہے وہ اسی وجہ سے تو ہے کہ کچھ نے کچھ سنا۔ کچھ نے کچھ سنا بعض نے براہ راست سنا بعض نے کسی

واسطہ سے سنا..... بعض نے آدھی حدیث سنی، بعض کو مطلب یاد رہ گیا حدیث کے الفاظ بھول گئے، اسی وجہ سے متضاد حدیثیں ہیں ایک ایک بات کے لیے دس دس بیان موجود ہیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے کہ کس بیان کو لے اور کس کو نہ لے، ناقص بیان بھی ہیں ..... یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سب بیک وقت اور ہر درس میں حاضر نہ ہوتے تھے۔ اب کیا حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی حالت پر اُمت کو چھوڑ گئے یعنی وہ اسلام جس نے قیامت تک رہنا ہے، وہ ان اصحاب کے حوالے کر گئے کہ جو رضوان اللہ علیہ اور باوفا صحابی ہیں پورا دین ان کے رحم وکرم پر چھوڑ گئے اور پھر اس جگہ تاریخ کے حوالے سے ایک اور بات بھی سامنے آتی ہے کہ جو کچھ ان کو بتایا تھا انہوں نے تو آپ کے بیانات کو لکھنے تک کو منع کر دیا، باقاعدہ آڈر دیا گیا کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث تحریر کی اسے کوڑے مارے جائیں گے پس کیا حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پورا دین حافظوں پر چھوڑ گئے؟ جس اسلام نے تا قیامت رہنا ہے اور قیامت تک آنے والے انسانوں کی ہدایت اور راہنمائی کرنی ہے اس اسلام کو ان اصحاب کے حوالے کر گئے جو اس وقت موجود تھے کہ جن کے حافظے کمزور ہیں، باقاعدہ درس بھی نہیں لے سکتے اور پھر غلطیاں بھی ان سے سرزد ہوتی تھیں۔ عصمت مآب بھی ان میں سے کوئی نہیں ہے اور کسی صحابی نے ایسا دعوی بھی نہیں کیا کہ وہ صاحب عصمت ہیں ..... صحابہ تو بجائے خود بعد میں جو اسلامی حکومت کا حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے فوراً بعد حاکم بنتا ہے اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بڑے ہی قریبی صحابی اور سسر بھی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے غلطی، بھول چوک اور خطاء ہو سکتی ہے..... جب مجھے غلطی پر دیکھو تو میری اصلاح کر دینا پس اگر ہم کہیں کہ وہ کبھی جھوٹ نہیں بول سکتے یا ان سے غلطی سرزد نہیں ہو سکتی یہ ہماری بات درست نہ ہوگی کیونکہ خود وہ کہتے ہیں کہ بھئی ہمارے اوپر تو کبھی کبھی شیطان بھی حاوی ہو جاتا ہے ایسی حالت جب دیکھنا تو ہماری رہنمائی کر دینا اور بعض خلفاء تو یہاں تک کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ ہم سے زیادہ تو پردہ نشین عورتیں فقہی مسائل سے

آ گاہ ہیں یعنی جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو جاتا ہے..... تو نئے نئے مسئلے پیش ہوتے ہیں یہ ایک اور بات ہے جو توجہ طلب ہے کہ بہت سارے مسائل ایسے ہیں کہ جب کسی نے پوچھا تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دے دیا مسئلہ درپیش ہی نہیں آیا۔ ایک مشکل ہے ہی نہیں اس کا جواب کون مانگے گا۔ یہی تو ہوا کہ جب خلفاء کا دور آیا اسلام میں کچھ لوگ نئے آ گئے تو نئے نئے مسائل پیدا ہوئے ایک خاتون خلیفہ کے پاس آ گئی..... وہ کہتی ہے صاحب کہ یہ میرا بیٹا ہے اسی وقت دوسری عورت کہتی ہے نہیں یہ میرا بیٹا ہے۔ اب یہ مسئلہ کیسے حل ہو؟ یہ مسئلہ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا ہی نہیں گیا پس اسے کون حل کرے گا؟ مسئلہ تو ہے مگر اس نے کہاں سے حل ہونا ہے؟ وہاں سے حل ہونا ہے جس نے مسند رسالت پر بیٹھنا ہے، رہنمائی کی بات ہے اب کیا کریں گے؟

ان کو قتل کریں..... ماریں، تو یہاں پر ہم دیکھتے ہیں خلیفہ صاحب اس مشکل میں مرکز علم کے پاس جاتے ہیں، تو بات وہی ہے جس کی خود تاریخ بھی گواہ ہے۔ اور اس قول کو کسی نے اختیار بھی نہیں کیا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسلام کا سب کچھ سب اصحاب کو برابر دے گئے اور بس اگر اس بات کو مان لیں تو تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ایسا نہیں ہوا جگہ جگہ رکاوٹیں اور مسائل پیش آئے اور ان کے پاس جوابات نہیں تھے اور ایسے مواقع حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے فوراً بعد پیش آئے، نئے مسائل کا جواب معلوم کرنے کے لیے اس وقت جو اصحاب موجود تھے وہ سب جدید العہد تھے، ان کو اکٹھا کیا جاتا تھا اور جو بھی نیا مسئلہ درپیش ہوتا تھا اسے ان کے سامنے رکھ دیا جاتا تھا جب خلیفہ نے اصحاب سے نئے پیش آنے والے مسئلہ کا جواب مانگا تو اصحاب نے جواب میں کہا جناب خلیفہ صاحب یہ سوال تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ہوا ہی نہیں ہے تو ہم جواب کہاں سے دیں؟۔ بعض مسائل ایسے آئے جن کو اندرون خانہ بھیجا گیا..... کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویاں زندہ تھیں ان سے پوچھا گیا۔ اور انہوں نے جب جواب بتا دیا تو کہنے لگے کہ یہ چھوٹے چھوٹے مسائل بھی ہمیں یاد نہیں ہیں یہ تو معمولی معمولی

مسائل پر ہوتا رہا اس بارے کتابیں بھری ہوئی ہیں۔ اور یہی جو بچی و بچے کا مسئلہ ہے اس کا جواب آخر ان کو جانا پڑا..... علی علیہ السلام مولا کے دروازے پر..... وہ سب آئے..... مولاؑ اس وقت کہاں تھے؟ کسی کھیت میں کام کر رہے تھے، پورا دربار وہاں گیا، خلیفہ محترم وہاں گئے، مدینے کے بازار سے عام آدمی گزرے تو دوسرے کی نظر پڑ جاتی ہے اور جب پوری حکومت بازار سے گزری ہو تو کتنا ہجوم رہا ہوگا اللہ تعالی نے اپنے علی علیہ السلام کی شان اس طرح مدینے میں ظاہر فرمائی..... سارے علی علیہ السلام کے دروازے پر آ گئے، مولا علی علیہ السلام نے بعض لوگوں کو دیکھ کر فرمایا۔ کیا ہو گیا ہے بھائی؟ اب مشکل میں پھنس گئے ہو، بتائیں بھئی آپ نے تو کہا تھا ''**حسبنا کتاب اللہ**'' ہمیں اللہ کی کتاب کافی ہے'' یا علی علیہ السلام آپ تو جانتے ہیں، مسئلہ حل کرنا ہے، بسم اللہ حل کریں'' پریشانی کے عالم میں کہنے لگے مولا علی علیہ السلام فرماتے ہیں یہ بھی کوئی مشکل ہے، اتنا آسان مسئلہ ہے ''جاؤ دو شیشیاں لے آؤ دونوں عورتوں کا دودھ ان شیشیوں میں جمع کرو'' دودھ نکلنے کی جگہ بھی ایک، دودھ کا رنگ بھی ایک جیسا، دو شیشیوں میں دودھ جمع ہو گیا..... وزن کیا گیا ایک کا وزن ایک تولہ، دوسرے کا وزن دو تولہ، جس کا وزن دو تولہ تھا مولاؑ نے فرمایا ''اس کا لڑکا ہے جس کا وزن ایک تولہ تھا مولا نے فرمایا ''اس کی لڑکی ہے'' تو حضرت خلیفہ فرمانے لگے: مولا کوئی دلیل تو اس فیصلہ کی ہو گی تو مولا نے فرمایا میں بغیر قرآن کے بولتا ہی نہیں ہوں، میں لسان القران ہوں، میں قرآن کی زبان ہوں، میں جو بولتا ہوں قرآن کی زبان سے بولتا ہوں، کیا تم نے نہیں پڑھا وراثت کی تقسیم میں اللہ کا اعلان **للذکر مثل حظ انشیین**

مرد کے دو حصے ہیں اور عورت کا ایک حصہ ہے، جس خدا نے وراثت کی تقسیم میں مرد کو دو حصے دیے ہیں اور عورت کو ایک حصہ دیا ہے اس خدا نے انسان کی ساخت اور اس کے بدن کی بناوٹ میں بھی اس بات کا لحاظ رکھا ہے کہ عورت کا ایک ہے اور مرد کا دو..... تو پھر یہاں خلیفہ صاحب نے اعلان فرمایا۔

''لولا علی لھلك عمر'' اگر علی علیہ السلام نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔

اب سوال ہم نے یہ اٹھایا تھا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پورا اسلام لائے ..... جی پورا لائے، قیامت تک اسی اسلام نے ہونا ہے، جی قیامت تک اسی اسلام نے ہونا ہے، پھر اسلام حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہی بتانا تھا، جی حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتانا ہے، اسلام کے لیے کتاب بھی لائے، جی اسلام کے لیے کتاب بھی لائے، لیکن کتاب بھی تدریجاً اُتری یہ بھی ذہن میں رہے ایسا نہیں تھا کہ کتاب تھی اور مکہ میں پڑھانا شروع کردی آگے شاگرد بیٹھے تھے وہ پڑھ رہے تھے اور لکھ رہے تھے کتاب تو تھوڑی تھوڑی اتری ..... یہ بھی ایک پرابلم تھا اس کا مطلب ہے کہ میرا پہلا جملہ یاد کریں کہ میں نے کہا اگر پورے ۲۳ سال رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھاتے اور دن رات پڑھاتے اور آپ کو دس ہزار شاگرد ملتے جن کے حافظے بھی تیز ہوتے اور سوائے اس کے اور کوئی کام بھی انہیں نہ ہوتا نہ جنگیں ہوتیں نہ سفر ہوتے اور بس یہی کام ہوتا کہ کھانے کے لیے وقت نکالا جاتا تب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر چاہتے تو بشری تقاضے کے مطابق قیامت تک کے آنے والے تمام مسائل جو انسانوں کو درپیش ہوتے ہیں ان کی تشریح مکمل نہیں کر سکتے تھے اس کی وجہ یہ ہے کہ جو مسائل اس دور میں پیش ہی نہیں ہوئے ان کو کیسے بیان کر سکتے تھے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو مسائل پیش ہی نہیں ہیں ..... ان کو بیان کیسے کریں گے؟ ان کے مسائل کیسے تھے؟ اور پھر اس قسم کے جوابات سمجھنے میں بھی پرابلم ہوتا تھا، مشکلات سامنے آتی تھیں لوگوں کو پرابلم ہوتا تھا لہذا وہی لطف خدا اور وہی اللہ تبارک وتعالی کا جود وسخا کا تقاضا کہ اللہ نے آخری حج میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرمایا اس فرمان کی اہمیت یہاں سے پتہ چلتی ہے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب حکم دیا گیا **بلغ ما انزل الیك** وہ پہنچاؤ جو تمہیں بات کہی گئی ہے **وان لم تفعل فما بلغت رسالته** اگر یہ کام نہیں کیا تو کچھ بھی نہیں کیا کہ اس ادارے کی اناؤنس منٹ کر کے جاؤ جس ادارے نے کل لوگوں کے لیے ہدایت کا مرکز بننا ہے، جو ادارہ قرآن کی تشریح کا ضامن، ہے جو ادارہ قرآن

کی تفسیر کا ضامن ہے، جو ادارہ قرآن کی محافظت کا ذمہ دار ہے، اس کی فرد اول علی علیہ السلام ہیں اس کا اعلان کرو کہ **من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ** کہ جس جس کا میں مولا ہوں اس اس کا علی علیہ السلام مولا ہیں، اگر یہ کام نہ کیا جاتا تو لوگوں کے ہاتھوں میں اسلام تھا..... جیسے اسے چاہیں مروڑیں، بگاڑیں، ہدایت کا سلسلہ ختم ہو جاتا..... تو خدا نے انسان کو جو کہا کہ کمال تک آ ؤ وہ کیسے جاتا، تو یہ لطف الٰہی کے خلاف تھا.....

جہاں خدا نے نبوت اور رسالت کا خاتمہ کیا وہاں سے امامت اور تشریح دین کے ادارہ کا سلسلہ شروع فرما دیا تو اس کے لیے بھی یہی ٹھہرا کہ وہ ایسا ہو جس کا تعلق غیب سے ہو وہ ایسا ہو جو عصمت مآب ہو، یعنی اس پہ کوئی یہ نہ کہے وہ جھوٹ بھی بولتا ہے اور قرآن نے تو بڑی تشریح کی کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میری ذریت سے امام بنا دو تو اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا کہ جو ظالم ہے وہ امام نہیں بنیں گے اور جس سے غلطی سرزد ہو وہ تو اپنے نفس پر ظلم کر رہا ہوتا ہے، باقی باتوں کو تو چھوڑ دو تو جو کبھی کافر رہا ہو اور بعد میں مسلمان ہوا ہو وہ تو امام نہیں کہلا سکتا اور نہ ہی اسے یہ منصب مل سکتا ، ہاں وہ تو اسی ظلم کے زمرے میں آتے ہیں..... لہذا حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ اس سلسلہ امامت کی دعا سب سے پہلے میرے حق میں قبول ہوئی چونکہ مسئلہ امامت ہمارا موضوع نہیں ہے لہذا میں اس جگہ فقط وہ بات کہنا چاہتا ہوں جو معرفت امام زمانہ (عج اللہ تعالی فرجہ الشریف) کے حوالے سے ہے اور امام علیہ السلام کے تعین اور نصب کے لحاظ سے ہے جس طرح نبیؐ بھیجنا اللہ کا کام ہے..... اور قرآن کے شارح کو بھیجنا اللہ کا کام ہے جب تک حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود تھے قرآن کے شارح خود تھے لیکن جب جانے لگے..... جو کچھ اپنے پاس تھا، جو ۲۳ سال میں بیان کر سکے وہ آپ نے بیان کر دیا اور بات کو سب تک پہنچایا۔ لیکن جسے آپ سب کو نہیں بتا سکتے تھے۔ ظرف میں قابلیت نہ تھی تو باقی سب آپ نے ایسے نہیں چھوڑ دیا بلکہ اسے ایک ایسے شاگرد کی طرف منتقل کیا جو فرماتے ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے علم کی غذا ایسے دی جس طرح ایک پرندہ

اپنے بچے کے لیے دانہ لاکر اس کے منہ میں چبا کر دیتا ہے..... اور پھر فرماتے ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ہزار علم کے باب کی تعلیم مجھے دی اور میں نے ہر ایک باب سے ایک ایک لاکھ علم کے ابواب کا استخراج کیا اب آپ خود سوچیں جو کچھ اس وقت انسان کے پاس ہے، جتنے علوم ہیں ان کو شمار کریں تو وہ سب ملکر ان کی تعداد اتنی نہیں ہوسکتی جو مولا فرمارہے ہیں ہاں پھر مولاؑ فرماتے ہیں مجھے یہ بھی پتہ ہے کون سی آیت کب اُتری ہے کس کے بارے میں اُتری ہے؟ مجھے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسم نے قرآن لکھوایا..... اور میں نے لکھا، پھر فرماتے ہیں مجھ سے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کی تشریح لکھوائی تو میں نے وہ بھی لکھی اور پھر فرماتے ہیں کہ کوئی خشک وتر نہیں مگر حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ مجھے بتا دیا اور پھر سارے اصحاب کے سامنے اعلان کرتے ہیں **سلونی سلونی قبل ان تفقدونی** پوچھو پوچھو مجھ سے قبل اس سے کہ میں تمہارے درمیان نہ رہوں، میں فقط تمہارے مخصوص عبادتی احکام نماز و روزے سے واقف نہیں ہوں بلکہ میں زندگی کے جتنے رموز ہیں ان سب سے آگاہ ہوں..... میں زمین کے راستوں سے زیادہ آسمان کے راستوں سے آگاہ ہوں، حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان **انا مدینه العلم وعلی بابها** مدینہ میں ہر شي ہوتی ہے یعنی حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمارہے ہیں..... کہ کیا میرے پاس ہر شي نہیں؟ علم کا قریا، علم کا دریا، علم کی فلاں چیز ہوں یہ نہیں فرمایا بلکہ لفظ مدینہ بولا اور ''**علی بابها**'' علی اس کا دروازہ ہیں جس کو علم چاہیے وہ علی علیہ السلام کے در سے آئے، پھر فرمایا **انا دار الحکمة و علی بابها** جس کو حکمت چاہیے وہ علی علیہ السلام کے در سے آئے، پھر فرمایا **علی مع القران والقرآن مع علی** علیہ السلام علی علیہ السلام قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی علیہ السلام کے ساتھ ہے..... اور پھر لوگوں کو بڑی وضاحت سے بتاتے گئے کہ دیکھو'' **اوصیائی بعدی اثنا عشر** '' اہلسنت کی روایات پڑھ رہا ہوں میں اس جگہ شیعہ روایات نہیں پڑھ رہا کیونکہ اہلسنت کے یوسف بن محمد الگنجی شافعی نے کتاب لکھی البیان فی اثبات اخبار

صاحب الزمانؑ یہ اہلسنت کی قدیم ترین کتاب ہے اور اس کے مقدمے میں لکھتے ہیں کہ میں نے اس کتاب میں ایک روایت بھی شیعہ مشرک سے نہیں لی اور دوسری کتاب ہے حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ جو بخاری شریف لکھنے والے کے بھی استاد ہیں انہوں نے یہ کتاب امام مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے بارے لکھی اور اس کے بعد فرائد السمطین ہے مشکاۃ المصابیح ہے اور اسعاف الراغبین ہے اسی طرح کی اور بے حساب کتابیں ہیں جو لفظ المہدیؑ کے نام سے اور میرے خلفاء کے نام سے لکھی گئی ہیں جو سب کی سب اہلسنت کی ہیں ان میں یہ جملہ نقل ہوا ہے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے بعد میرے اوصیا بارہ ہیں پہلے علی علیہ السلام ہیں آخری مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) ہیں کبھی فرماتے ہیں میرے قائم مقام، میرے اوصیاء بارہ ہیں پہلے علی علیہ السلام ہیں اور آخری مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) ہیں یعنی اس طرح وضاحت کرتے گئے اور کبھی یہ فرمایا کہ آخری زمانہ آئے گا اور اس میں میرے اہلبیت علیہم السلام سے ایک مرد اٹھے گا جس کا نام مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) ہوگا اس کا نام میرے والا نام ہوگا اس کی کنیت میرے والی کنیت ہوگی۔

ابو ہارون کہتا ہے کہ میں نے سعید خدری جو کہ مشہور صحابی ہیں ان سے عرض کیا کہ آپ بدر میں شریک تھے انہوں نے کہا جی ہاں میں شریک تھا، میں نے ان سے کہا کہ کچھ مہربانی کریں گے، کچھ علی علیہ السلام کے بارے میں معلوم ہو تو بیان تو کریں، ابو سعید خدری نے فرمایا میں آپ کو ایک حدیث سناتا ہوں کہ جس وقت حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار تھے آپ کا مرض شدید ہو چکا تھا جناب سیدہ (سلواۃ اللہ علیہا) تشریف فرما ہیں بی بی وہاں پر تشریف فرما تھیں اور ساتھ رو بھی رہی تھی میں نے پوچھا کیوں رو رہی ہیں؟

بی بی فرماتی ہیں، کیوں نہ روؤں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنے کمزور ہو چکے ہیں میں آپ کے فراق میں رو رہی ہوں بی بی فرماتی ہیں میں آپ کی جدائی میں رو رہی ہوں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں دیکھو بیٹی اللہ تعالیٰ نے زمین پر نگاہ کی اور اس

میں سے مجھے چن لیا ہے اور مجھے اپنا پیغمبرؐ بنایا اور تیرا باباؑ بنایا پھر فرماتے ہیں اللہ نے دوبارہ زمین پر نگاہ کی اور دوسرا بندہ چن لیا وہ علی علیہ السلام ہیں پھر اللہ تعالی نے حکم دیا کہ میں تیرا نکاح علی علیہ السلام سے کردوں علی علیہ السلام میں وہ صفات ہیں جو کسی اور میں نہیں ہیں اور یہ شرف آپ کو ملا ہے سب سے زیادہ علم علی علیہ السلام کے پاس ہے اور حلم کے اعتبار سے علی علیہ السلام افضل ہیں ..... اسلام کے اعتبار سے علی علیہ السلام افضل ہیں، علی علیہ السلام اللہ پر ایمان لانے کے حوالے سے، مجھ پر ایمان لانے کے حوالے سے، امر بالمعروف کے حوالے سے، نہی عن المنکر کے حوالے سے، آپ اس طرح علی علیہ السلام کے اوصاف گنواتے جاتے ہیں، سب میں علی علیہ السلام افضل ہیں، سب اصحاب پر علی علیہ السلام مقدم ہیں، ہم اہل بیت علیہم السلام کو اللہ تعالی نے کچھ خصوصیات عطا کی ہیں جو کسی اور کو عطا نہیں کیں، ہم اہلبیت میں خیر الشھدا ہیں، اور وہ تیرے بابا کے چچا حمزہ ہیں، پھر فرماتے ہیں ہم اہلبیت علیہم السلام میں وہ ہیں جن کو اللہ تعالی نے دو پر عطا کیے ہیں اور وہ ہمہ وقت فرشتوں کے ہمراہ محو پرواز ہیں وہ جعفرؑ ہیں جو آپ کے چچا لگتے ہیں اور آپ کے شوہر کے بھائی ہیں، ہم اہلبیت علیہم السلام میں اللہ تعالی نے دو سبطینؑ بنائے ہیں جو تیرے بیٹے حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام ہیں۔

پھر فرماتے ہیں ہم اہل بیتؑ میں اللہ تعالی نے مہدی (عج اللہ تعالی فرجہ الشریف) قرار دیا ہے جس کے پیچھے عیسیٰ علیہ السلام نماز پڑھیں گے۔ اللہ تعالی کے لطف و کرم و جود و سخا کا تقاضا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد رہنمائی کا سلسلہ، رہبری کا سلسلہ، جو کہ امامت کا سلسلہ ہے ..... وہ ختم نہ ہو، ہمارے نزدیک امامت حکومت کا نام نہیں بلکہ دین کی مرجعیت، بازگشت اور پناہ کا نام ہے، تمام لوگوں کی ان کی طرف بازگشت ہونی ہے اور یہی وجہ ہے کہ حکومت ان کے ہاتھ سے چلی گئی لیکن مسند دین آپ کے پاس رہی، آپ ہی مرجع خلائق رہے یہاں تک کہ حکومت آ کر علی علیہ السلام کے در پر جھکتی تھی۔ اپنے مسائل علی علیہ السلام سے آ کر حل کراتی تھی ..... حکومت معاویہ کے پاس تھی لیکن جب کوئی مشکل درپیش

ہوتی اور دین کا ایسا معاملہ آ جاتا کہ جس کا حل ہونا معاویہ کی اپنی بقاء کے لیے بھی ضروری ہوتا تو وہ مولا علی علیہ السلام کا مخالف تھا لیکن اپنا اقتدار بچاتا تھا علی علیہ السلام مولا کے ذریعہ اپنے مسائل حل کرواتا تھا ایک دفعہ معاویہ کے پاس روم سے ایک سوال آیا..... کہ سب چیزیں ایک شیشی میں بھر دو تو اس کی تو سمجھ میں بات نہ آئی، لیکن وہ جانتا تھا کہ اس معمہ کا حل کہاں سے ملے گا؟۔اس لیے اس نے کسی شخص کو علی علیہ السلام کے پاس بھیجا یعنی یہ سب کو پتہ تھا کہ مرکز علم، مرکز ہدایت، مرکز تشریح قرآن کون ہے، علی علیہ السلام ہی علم کے شہر کا دروازہ ہیں، جب ضرورت پڑی اور جسے ضرورت پڑی تو وہ علی علیہ السلام کے پاس آیا اور مولا علی علیہ السلام نے اس سوالی کے لیے ایک شیشی میں پانی بھر دیا اور فرمایا قرآن مجید میں ہے کہ ہم نے ہر شئے کو حیات پانی سے دی ہے جب پانی اس میں بھر دیا تو ہر شے اس میں بھر دی ہے علی علیہ السلام کے بعد حسن علیہ السلام پھر حسین علیہ السلام اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باقاعدہ سب کے نام لیے۔

اسی طرح اہل سنت کی کتابوں میں ہے حضرت جابر سے روایت ہے..... بڑے واضح الفاظ ہیں ''**من انکر وجود المهدی فقد کفر**''جس نے حضرت مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے وجود کا انکار کیا وہ مسلمان نہیں ہوسکتا وہ کافر ہے، وہ اسلام سے خارج ہے یعنی اس قدر اس نظریہ کی پختگی اور اس کا حتمی ہونا ہے اور پھر یہ ہے کہ جو اس کی نمائندگی ہے اس نے ہر دور میں رہنا ہے (صلواۃ)

حذیفہ یمانی سے روایت ہے، یہ اہل سنت کی کتابوں کا حوالہ ہے ہم اپنا بیان بعد میں شروع کریں گے.....اس امت پر پھٹکار اس کی پریشانیوں کی انتہا ہوگئی.....جیسا کہ اب ہے کہ جب ان پر یعنی اس امت کی بدبختی اس وقت ہوگی جب اس اُمت پر جابر حکمران حاکم ہونگے کوئی ان کے شر سے نہ بچے گا.....مگر وہ جوان کی اطاعت ظاہر کرے گا اور کہے گا میں آپ کا فرماں بردار ہوں وہ ہی بچے گا..... ..... جو مومن متقی ہیں وہ زبان کے ساتھ ان کے ساتھ ہوں گے لیکن دل سے ان کے ساتھ نہیں ہونگے بلکہ ان

سے فرار کریں گے ..... جب اللہ چاہے گا اسلام کو غلبہ عطا کرے گا ..... اور ہر سرکش جابر کی کمر توڑے گا ..... اللہ تعالی اس بات پر قدرت رکھتا ہے کہ وہ اُمت کی اصلاح کرے، اس کے فاسد ہونے کے بعد ..... پھر فرمایا اے حذیفہ ..... اگر دُنیا سے نہ بچا مگر ایک دن ..... تو اللہ تعالی اس دن کو اتنا طولانی کرے گا ..... یہاں تک کہ اس زمین کا مالک میرے اہل بیت علیہ السلام کا ایک مرد ہوگا ..... بڑے بڑے واقعات اس کے ہاتھ پر ظاہر ہوں گے ..... اسلام کو وہ غلبہ دے گا ..... اللہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ ''**وھوسریع الحساب**'' اللہ تعالی بڑی جلدی اور تیز حساب کرنے والا ہے۔

یہاں پر اس حدیث میں دیکھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئندہ کے حالات بھی بتاتے ہیں اور ان برے حالات سے نجات دھندہ کا بھی بتاتے ہیں ..... اور یہ قیامت تک کا سلسلہ ہے اس نے ہر طور پر ہونا ہے اور ایک ہادی کا ہونا بھی ضروری ہے۔ اگر ہادی نہیں ہوگا تو یہ اللہ کے لطف وکرم کے خلاف ہے، یہ اللہ کے جود وسخا کے خلاف ہے کہ امت تو موجود ہو، بھٹکنے والے موجود ہوں، ان کو بچانے والا موجود نہ ہو، لہذا بچانے والا ہر دور میں موجود رہا ہے اور اب بھی موجود ہے۔

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا **المھدی منا اھل البیت یصلح اللہ لہ فی لیلۃ واحدۃ مھدی** (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) ہم اہل بیتؑ سے ہیں اللہ ایک ہی رات میں اس کے لیے سارے کام درست کر دے گا۔

اور حدیث میں فرمایا .... ہم عبدالمطلبؑ کی اولاد جنت کے سردار ہیں پھر فرماتے ہیں **انا وعلی علیہ السلام وحمزہ علیہ السلام وجعفر علیہ السلام والحسن** علیہ السلام **والحسین** علیہ السلام **والمھدی سادات اھل الجنۃ**، یہ بھی اہل سنت کی کتاب سے ہے

پھر فرماتے ہیں دیکھو کہ شرق سے لوگ اُٹھیں گے ..... امام مہدی (عج اللہ

تعالیٰ فرجہ الشریف) کی حکومت کے لیے حالات بنائیں گے اور وہ جب آئیں گے تو کیا کریں گے؟ اس کی پوری تفصیل بیان کرتے ہیں جب امام مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی حکومت ہوگی تو زمین والے خوش، آسمان والے خوش حتیٰ کہ آسمان کے پرندے بھی خوش ہوں گے

اہل سنت کی روایت ہے مولا علی علیہ السلام سے .... مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) آل محمدؐ سے ہیں یا غیر سے ہیں اس بارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا فرماتے ہیں آپ نے فرمایا، **لابل منا** نہیں مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) ہم سے ہیں ..... اللہ ان کے ذریعہ دین کا اختتام کرے گا۔ جس طرح ہمارے ذریعہ دین کا آغاز ہوا تھا ..... جس طرح ہمارے ذریعہ لوگ شرک سے بچے ہیں اسی طرح فتنہ وفساد سے لوگ ہمارے مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے ذریعہ بچیں گے .... ہمارے ذریعہ اللہ ان کے دِل میں اُلفت ڈال دے گا .... جب کہ جنگوں کی وجہ سے ان میں دشمنی ہو چکی ہوگی ..... جس طرح شرک کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کے دشمن تھے ہمارے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں محبت ڈالی اور انہیں ایک دوسرے کا اخوان بنایا ..... دین میں ایک دوسرے کے بھائی ہو گئے۔

پھر ابن عباس سے یہ روایت ہے جسے میں پہلے ہی پڑھ چکا ہوں۔ کہ ''ان خلفائی اثناء عشری'' ..... میرے خلفاء، میرے اوصیا، حجۃ اللہ مخلوق پر، بعدی اثنا عشر ۱۲ ہیں اولھم علیؑ آخرھم مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) پہلے علی علیہ السلام آخری مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُتریں گے اور امام مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے پیچھے نماز پڑھیں گے ''**واشرقت الارض بنور ربھا**'' اس جگہ حضرت مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کا نور مراد ہے (یعنی اللہ کے حکم سے زمین اپنے ربّ کے نور سے چمک اُٹھے گی) ..... تفاسیر میں اس آیت کی تاویل میں کہا گیا ہے نور ربّ سے مراد امام مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کا نور ہے یعنی حضرت مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف)

کے نور سے یہ زمین چمک اٹھے گی اس کی ظلمت اور تاریکی ختم ہو جائے گی۔

پھر حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں انا سید النبین .... میں نبیوں کا سردار، علی علیہ السلام وصیوں کا سردار، اور میرے اوصیاء میرے بعد بارہ ہوں گے پہلا علی علیہ السلام اور آخری مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف)۔

دیکھیں یہاں پر کس طرح مسلمان مسالک کے اختلاف کے باوجود حضرت مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے بارے بیان میں ایک ہیں جب کہ عمل کیا کر رہے ہیں ..... اس کے برعکس ..... یہی تو ہماری بدبختی ہے، ہمارے لیے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس طرح تفصیل سے راہنمائی فرما رہے ہیں، حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی دقیقہ چھوڑ نہیں گئے کسی قسم کے بہانے کی گنجائش موجود نہیں ہے۔ کہ اہلبیتؑ سے کوئی فرار کرے۔ اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ ہر صحابی در اہل بیتؑ پر جھکتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ خلیفہ اول فرماتے ہیں **لاتجوز الصراط الا من کتب له علی الجواز** .... کوئی پل صراط سے نہیں گزر رے گا جب تک اس کے ہاتھ میں علی علیہ السلام کی محبت کا پروانہ نجات نہیں ہوگا۔

حضرت عمر کی تو دعائیں ماشا اللہ اتنی زیادہ ہیں کہ اللہ امان الحفیظ ۷۰، ۷۵ مقامات تو اب بھی کتابوں میں موجود ہیں جن کا مفہوم یہ ہے کہ اے اللہ مجھے ایسی جگہ پر نہ چھوڑنا کہ جس جگہ پر میری مشکل حل کرنے والا میرا مولا علی علیہ السلام موجود نہ ہو..... حضرت عمر اپنے ساتھیوں کو فرماتے ہیں آج اگر علی علیہ السلام موجود نہ ہوتے تو آج ہم ہلاک ہو گئے ہوتے یہ لولا علی لھلک عمر والا جملہ تو اتنا مشہور اور صحیح ہے کہ جو عربی زبان کے لیے علم نحو کی مستند اور قدیمی کتابوں میں موجود ہے نحو کی مشہور کتاب سیوطی میں بھی ہے جسے ہم طلباء کو پڑھاتے ہیں، ان کتابوں میں جو لفظ لولا کی بحث آتی ہے اس کے لیے جو مثال دی جاتی ہے تو اس میں حضرت عمر کا جملہ رکھا جاتا ہے کیونکہ آپ خالص عرب تھے اور عربی بول رہے تھے اور ان کا یہ جملہ نحو کی کتابوں میں بطور دلیل کوڈ کیا جاتا ہے، یہ اتنا مسلم جملہ ہے..... لہذا کبھی بھی علی علیہ السلام کو صحابیوں سے ملانے کی ضرورت محسوس نہ کرنا

کیونکہ جب خود اصحاب علی علیہ السلام کے در پر جھکتے ہوئے نظر آتے ہیں، جب خود اصحاب مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کا ورد کرتے ہیں تو پھر ہمیں مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کا انکار کیوں؟۔ اور پھر مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے لیے اپنے دِل میں جگہ کیوں نہ بنائیں، ان سے عشق و محبت کیوں نہ ہو۔

بہر حال خلاصہ کلام یہ ہوا کہ اس دور میں اللہ کی طرف سے ایک حجت کا وجود..... اللہ کے جود و سخا اور لطف و کرم کا تقاضا ہے اور وہ تقاضا پورا ہو رہا ہے..... جس طرح انبیاءؑ بھیجنا اللہ کی ذمہ داری ہے، اسی طرح ہر دور میں ایک ہادی کو اس رُوئے زمین پر انسانوں کے درمیان رکھنا بھی اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذمہ داری ہے..... یعنی یہ اس کا لطف ہے، ورنہ دوسری صورت یعنی بھٹکنے والی اُمت ہو اور اس کے لیے خدا کی طرف سے ھادی نہ ہو یہ امر اس کے کمال مطلق کے خلاف ہے اگر وہ ایسا نہ کرے۔ تو یہ اس ذات کے لیے نقص و عیب ہے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کہ ترجمان خدا ہیں وہ اس کی خبر دیتے ہیں اور مسلمانوں میں اس سلسلے میں دو رائے نہیں ہیں..... سب اس بات کے قائل ہیں کہ مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) ضرور ہونگے سب کہتے ہیں **من انکر المھدی علیہ السلام فقد کفرؑ**..... .... جس نے امام مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے وجود کا انکار کیا وہ کافر ہوا۔

اللہ تبارک تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم امام مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی صحیح معرفت حاصل کریں اور ان کے فضائل اور خوبیوں کو لوگوں تک پہنچائیں یہ ہمارے واجبات سے ہے۔ آپ یہ نہ سمجھیں کہ بس میں نے نماز پڑھ لی ہے، روزہ رکھ لیا۔ اور مجلس آ کر سن لی بس یہ کافی ہو گیا..... نہ ایسا کرنا کافی نہیں ہے، آپ پر جو واجبات ہیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ امام مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی معرفت حاصل کرو اور پھر ان کی معرفت دوسروں کو کراؤ۔

مصائب:

انشا اللہ جیسا کہ بعد میں یہ تذکرہ ہوگا کہ ہم جہاں خود سنتے ہیں، دوسروں کو بھی جا کر بتائیں کہ امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) موجود ہیں جو اپنے دادا حسین علیہ السلام کے عزادار ہیں، مولا امام مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کو گیارہ سو چھیاسٹھ سال اور پانچ ماہ ہو گئے ہیں وہ صبح کو بھی دادا حسین علیہ السلام کو یاد کر کے روتے ہیں اور شام کو بھی، کبھی تو وہ واقعہ یاد کرتے ہیں جب مولا حسین علیہ السلام کربلا میں خیام کے اندر آخری وداع کے لیے آئے ہیں آ کر درِ خیام پر فرماتے ہیں **یا زینبؑ یا ام کلثومؑ یا سکینۃؑ یا ربابؑ علیکن منی السلام** پھر اپنی زینب (صلواۃ اللہ علیہا) بہن کے پاس آ کر بیٹھ جاتے ہیں اور تمام اگلے واقعات بیان کرتے ہیں وہیں پر اپنے علی علیہ السلام بیٹے کے لیے وصیت فرماتے ہیں اور وہاں پر یہ کہتے ہیں ''**یازینب (صلواۃ اللہ علیہا) ایتینی بثوب عتیق** ''میرے لیے ایک ایسا لباس لے آؤ جس پر کوئی توجہ نہ دے جناب سیدہؑ فرماتی ہیں کہ بھائی ایسا لباس کیوں پہننا چاہتے ہو؟ مولاؑ نے فرمایا ہوگا کہ بہن زینب (صلواۃ اللہ علیہا) میری شہادت کے بعد ظالم میرا لباس لے جائیں گے میں چاہتا ہوں کہ میں ایک ایسا لباس پہنے ہوئے ہوں کہ جب تم میری لاش پہ آؤ تو میرے بدن پہ لباس موجود ہو بی بی زینب (صلواۃ اللہ علیہا) ایک پرانا لباس لے آئیں..... مولاؑ نے اس لباس کو جگہ جگہ سے پارہ پارہ کیا اور اسے زیب تن کرنے کے بعد اس کے اوپر دوسرا لباس پہنا پھر عباء امامت پہنی اور پھر ظالموں کے مقابلے میں آ گئے اور پھر فرما رہے تھے..... میں حسین علیہ السلام ابن علی علیہ السلام ہوں میں نے قسم اٹھائی ہے کہ میں ظالموں کے آگے نہیں جھکوں گا میں اپنے بابا علی علیہ السلام کی آلؑ و اولاد کا دفاع کرونگا اور وہ وقت بھی آیا..... کہ مولا امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) اپنے دادا کے اس آخری وقت کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں بڑی جنگ لڑی جنگ کے بعد تھوڑی دیر کے لیے رُک گئے تھوڑی دیر ستانے لگے کہ ایک تیر جفا آ کر آپؑ کے سینے میں لگا اس تیر کو نکالا تو خون کا ایک فوارا جاری ہوا ہاتھوں میں خون لے کر اپنی داڑھی کو

خضاب کیا اور فرمایا۔

''**لاحول ولا قوۃ الا باللہ**'' ابھی آہستہ آہستہ گھوڑا مقتل کی طرف بڑھ رہا ہے..... ظالم ہر طرف سے مولاؑ پر حملے کر رہے ہیں کسی نے آ کر گرز مارا، کسی نے آ کر نیزا مارا، مولا اب گھوڑے پر نہیں رک سکے روایات میں ہے کہ اتنے تیر پیوست تھے کہ تیروں میں تیر لگے ہوئے تھے اس لیے مولا امام زمان علیہ السلام فرماتے ہیں میرا سلام ہو میرے دادا حسین علیہ السلام پر جو نہ زین ذوالجناح پہ تھے اور نہ زمین کربلا تھے۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

مجلس نمبر 3

عنوان: معرفت امام زمانہ (عج)

قال رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:۔

﴿من مات ولم یعرف امام زمانه (علیه السلام) مات میتة جاهلیة﴾

''جو اپنے امامؑ کی معرفت کے بغیر مرا وہ جہالت کی موت مرا۔''

حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کی روشنی میں تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے اور ان پر واجب ہے بلکہ سب انسانوں پر واجب ہے کہ وہ خداوند تعالی کی طرف سے معین کردہ ہر دور کے جو امام علیہ السلام ہیں انکی معرفت اور پہچان حاصل کریں اسی سلسلے کو بیان کررہے ہیں کل حضرت امام مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی والدہ ماجدہؑ کی عظمت و جلالت کو اختصار کے ساتھ بیان کیا اور آپ کی ولادت کا تذکرہ بھی بڑے ہی اختصار کے ساتھ کیا پندرہ شعبان سحری کا وقت ۲۵۵ (دوسو پچپن) ہجری سامرہ میں بارہویں امامؑ کی ولادت باسعادت ہوئی..... اور اس نور خدا کا ظہور ہوا اور اس طرح خداوند تعالی نے اپنے حجج کو بھیجنے کا جو طریقہ اختیار کیا تھا اس کی آخری کڑی (آپؑ اس سلسلے کی آخری کڑی ہیں) زمین پر تشریف لے آئیں امام حسن عسکری علیہ السلام نے دس ہزار رطل روٹی اور دس ہزار رطل گوشت آپ کی ولادت مبارک پر تقسیم کیا اور آپ خود ہی اندازہ لگائیں کہ جب اتنی مقدار میں کھانا تقسیم ہوا ہوگا تو لوگوں میں یہ سوال تو پیدا ہوا ہوگا کہ یہ کون سا خوشی کا موقع ہے کہ امامؑ کے گھر سے اتنی مقدار میں روٹی اور گوشت غریبوں اور مساکین میں تقسیم کیا جارہا ہے اس کے علاوہ مختلف علاقوں میں آپؑ کے حکم سے جو حیوانات اور دنبے، بکرے ذبح ہوئے وہ اس کے علاوہ ہیں اور جیسا کہ پہلے بھی اجمالی طور پر ذکر ہوا ہے کہ آپؑ کی مثال حضرت موسیٰؑ کی ہے جس طرح حضرت موسیٰؑ کی والدہ بنی اسرائیل کی خواتین میں رہتی تھیں فرعون کی طرف سے عورتیں معمور تھیں جو تمام بنی

اسرائیل کی عورتوں پر نظر رکھتی تھیں اگر کسی پر حمل کے آثار نظر آتے یا ظاہر ہوتے تو اس کا شکم چاک کرادیا جاتا اگر کسی کے ہاں بچہ پیدا ہو جاتا تو اسے ذبح کر دیا جاتا تھا کیونکہ فرعون کو یہ خبر مل چکی تھی کہ بنی اسرائیل میں ایک ایسا بچہ پیدا ہوگا جو بڑا ہو کر فرعون کی سلطنت فراعنہ کا خاتمہ کرے گا اس کا جو بادشاہی سسٹم تھا اس میں ہر دور کے بادشاہ کو فرعون کہتے تھے اور یہ فرعون جو موسیٰ علیہ السلام کے دور کا تھا وہ خود کو کہتا تھا کہ میں تمہارا ربّ ہوں تو وہ یہ ساری رکاوٹیں کھڑی کرتا رہا تا کہ وہ ہستی تشریف نہ لائے خدا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی حفاظت فرمائی، آثار حمل ظاہر نہیں ہوئے ..... یہ نور اسی ظرف میں قرار پایا، اور وہیں پر پرورش پائی اور پھر جب بچہ پیدا ہو گیا تو سوائے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ اور والدہ کے کسی کو اس بات کی خبر نہ تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم خدا سے دریا کے سپرد کر دیا گیا اور خداوند تعالی نے ایسا انتظام کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آخر کار فرعون کے گھر میں پرورش پائی .....

بنی عباس کی ناکامی:

یہاں پر بھی حضرت مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی والدہ پر بنی عباس کی طرف سے باقاعدہ نگرانی تھی بلکہ جتنی بھی خواتین امام حسن عسکری کے گھر میں موجود تھیں ان سب کی جاسوسی ہوتی تھی یہی وجہ ہے کہ جیسے ہی بچہ پیدا ہوتا ہے فوراً اسی صبح کو اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا اور اس کے بارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے ..... کہ جو کچھ سابقہ امتوں میں ہوا ہے اور جو کچھ سابقہ انبیاءؑ میں آپ نے مشاہدہ کیا ہے وہ سب کچھ میری اس امت میں ہوگا ..... فقط ایک بات ہے کہ اللہ تبارک وتعالی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ شرف عطا کیا اور قرآن مجید میں باقاعدہ اس بات کا اعلان بھی فرمایا کہ اس اُمت کے گنہگاروں پر عذاب کو مؤخر کیا گیا ہے پچھلی امتوں میں یہ ہوتا تھا کہ غلطیوں کی فوراً سزا مل جاتی تھی شکل کے بگڑ جانے سے، فوری عذاب آ جاتا تھا، زمین پھٹ جاتی تھی، پوری بستی الٹ دی جاتی تھی، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ شرف ملا کہ آپؐ کی امت کو اس دنیا میں عذاب نہیں

ملے گا قیامت میں ہوگا یا پھر حضرت حجت (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) جب تشریف لائیں گے تو ہر ایک کو اس کے کردار کی سزا ملے گی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس طرح باقی آئمہؑ ..... فیصلے اپنے علم کی روشنی میں نہیں کرتے تھے بلکہ ان کے ہاں جو فیصلے کئے جاتے تھے وہ گواہوں کی روشنی میں کیے جاتے تھے ..... جب کبھی کوئی جھگڑا ہوا جیسے گواہ نے آ کر بتایا اور وہ بھی عادل گواہ .....اسی کی روشنی میں فیصلہ سنا دیا۔ لیکن جب حضرت حجت تشریف لائیں گے ..... جس کو بعد میں تفصیل سے بتاؤں گا تو آپ کے دور میں فیصلے حضرت حجت (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) اپنے علم کی روشنی میں کریں گے ..... وہاں گواہ کا سلسلہ نہیں ہوگا بلکہ علم امامؑ اور علم قاضی حجت و دلیل ہوگا لہذا فاسق اور جھوٹوں کا وہاں کوئی مقام نہ ہوگا کیونکہ ہر ایک کے بارے میں اس کی اصل حقیقت واضح اور روشن ہوگی کیونکہ آپؑ کی آمد سے نفاق، کفر اور شرک کا خاتمہ ہوتا ہے اور ہر طرف ایمان اور رحمت الٰہی عدالت، انصاف، سکون اور خوش حالی کا دور دورہ ہوتا ہے ..... خدا ہمیں ان لوگوں میں سے بنائے جو اس حالت کو دیکھیں گے، اس منظر کو دیکھیں گے اور اس میں موجود ہوں گے آج ۱۴ محرم ہوگئی ہے ۱۴۲۱ (چودہ سو اکیس) ہجری ہے اور پندرہ شعبان دو سو پچیس ہجری میں حضرت حجت (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی ولادت باسعادت ہوئی ہے ..... تو اس حساب سے آج مولاؑ کی عمر گیارہ سو چھیاسٹھ سال اور ۵ مہینے ہوگئی ہے اگر انتیس دن کے حساب سے مہینے بنائیں اور تیس کے حساب سے نہ ہوں تو ایک دن کم ہوگا پانچ مہینے سے۔

مختلف انبیاء کی مثالیں:

خداوند تعالیٰ نے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ اپنی آخری حجت (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی حفاظت خود فرمائے گا اور اس قسم کے قرآن مجید میں بہت سارے واقعات ہیں اگر اللہ تعالیٰ اپنے ایک پیغمبرؑ کو مچھلی کے پیٹ میں محفوظ رکھتا ہے اور اسے کوئی نقصان نہیں ہوتا تو وہی خدا اپنی اس حجت کو اس جہان میں محفوظ رکھ سکتا ہے ..... اس میں کسی کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے پھر اگر حضرت زکریا علیہ السلام کو کم عمری میں قرآن کہہ رہا

ہے..... کہ ہم نے اس کو حکم قانون اور کتاب بچپن سے دے دی ہے..... تو پھر اگر اس آخری حجت (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کو بچپن میں یہ حکم امامت اور منصب وصایت ملے تو تعجب کیوں؟ اور پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوتے ہیں ماں کی شرافت اور عصمت کی گواہی دینے کے لیے بولے اور ساتھ یہ آیتیں بھی پڑھ کر سنائیں..... کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کتاب دی ہے..... مجھے نبی بنایا ہے، مجھے نماز کی وصیت کی ہے، یہ کیا ہے، وہ کیا ہے؟ تو وہ صحیح ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت اشرف اُمت اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصیاء سابقہ انبیاؑ سے بھی اشرف ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تو آخری حجت خدا (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے پیچھے آ کر نماز بھی پڑھنی ہے..... اس پر سب کا اتفاق ہے یہ کوئی سنی شیعہ کا اختلافی مسئلہ نہیں ہے عجیب اتفاق ہے کہ امام مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی حکومت کے متعلق جو روایات اور جو تفصیلات کتابوں میں درج ہیں..... آپ کی حکومت کے بارے میں جو کچھ روایات میں آیا ہے..... ان میں اختلاف نہیں ہے اختلاف فقط ایک بات میں ہے کہ کچھ لوگ کہتے ہیں اس ہستی نے، اس اوصاف کی مالک شخصیت نے، پیدا ہونا ہے اور وہ بھی آخری دور میں، ہم انتظار میں ہیں اور اس نے ہونا بھی سادات سے ہے اور وہ بھی فاطمی سادات سے حسینیؑ سادات سے، اس سب کچھ کو مانتے ہیں..... اسی طرح اہل سنت کے علماء کی ایک بہت بڑی جماعت خصوصاً وہ علماء جن کا تعلق اسپین اور ھسپانیہ ممالک سے تھا ان ممالک میں بنی امیہ کی حکومت تھی جب کہ باقی جگہوں پر عثمانی خلافت تھی..... وہاں کے علماء بنی اُمیہ سے تعلق رکھنے والے تھے مثل محی الدین ابن عربی جیسے بہت سارے علماء ہیں وہ اور تمام اہل شیعہ جو بارہ امامی ہیں۔ کیونکہ کچھ چھ امامی شیعہ ہیں، کچھ تین امامی شیعہ ہیں اور کچھ دوسرے ہیں لیکن جو بارہ اماموں والے ہیں..... ان سب کا یہ عقیدہ ہے کہ آپ کی ولادت ہو چکی ہے، آپ اسی دنیا میں موجود ہیں۔ اور مواسم حج یعنی حج کے موقع پر حج پر جاتے ہیں، شب جمعہ زیارت پر جاتے ہیں، شب عاشورہ کربلا میں تشریف لے جاتے ہیں..... اور باقی آئمہؑ کے مزارات کی زیارت کے لیے جاتے ہیں کوئی خاص

مومن مرجائے تو اس کے جنازے پر تشریف لے جاتے ہیں اور مشکلات حل کرنے کے لیے جب انہیں پکارا جائے تو مناسب سمجھیں تو وہ خود بھی تشریف لے آتے ہیں ورنہ ان کے نمائندے آتے ہیں۔

پھر اللہ تبارک تعالی نے حضرت خضر علیہ السلام کو جو اتنی عمر دی ہے اور اس کا فلسفہ بھی یہ ہے کہ حضرت خضرؑ بہت ساری روایات میں آیا ہے..... جو آپ کو سناؤں گا کہ حضرت خضر علیہ السلام امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی تنہائی میں ان کی تنہائی کو دور کرنے کے لیے موجود ہیں۔ اللہ تعالی نے انہیں زندہ رکھا ہوا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا مانگی تھی کہ اے اللہ مجھے آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت سے قرار دے..... ان کی دعاء قبول ہوئی جب آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری وصی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) آئیں گے تو اس کے ہاتھ پر آ کر آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا اقرار کریں گے ویسے تو ہر نبیؑ نے پہلے سے اقرار کیا ہوا ہے جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ظاہری طور پر بھی امام مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی قیادت میں اور ان کی کمان میں شامل ہو کر عیسائیوں کو مسلمان بنائیں گے اور دجال کا قتل بھی اسی دور میں ہوگا جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی کمان میں جنگ میں مصروف ہوں گے۔ (صلواۃ)

امام زمانہ عج کی بعض خصوصیات:

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے کئی بار اپنے خاص اصحاب کو بلا کر انہیں بارہویں امام (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی زیارت کروائی..... آپ کی انگوٹھی کا جو نقش تھا۔ ہر امامؑ کی جو انگوٹھی کا نگینہ ہوتا تھا اس میں مخصوص قسم کے نقش تحریر ہوتے تھے..... بعض آئمہؑ کے دو دو تین تین چار چار نقش کتابوں میں موجود ہیں اور امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی انگوٹھی کا جو نقش ہے وہ ہے ''انا حجة الله وخاصته'' اور آپ کے شاعر ابن رومی ہیں..... جب کہ آپ کے دربان چار ہیں اور روایات میں ہے کہ میرے اس آخری فرزند علیہ السلام کے لیے جو میرے آخری وصی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) ہیں جو خاتم الاوصیاؑ

ہیں..... ان کی دو غیبتیں ہیں ایک غیبت کبریٰ اور ایک غیبت صغریٰ جو زمانہ غیبت صغریٰ کا ہے وہ حضرتؑ کی ولادت سے شروع ہو جاتا ہے بعض نے امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات سے اس مدت کو شروع کیا ہے لیکن اصل یہ ہے کہ آپ تو پیدائش سے ہی غائب ہیں کیونکہ آپ کی ولادت کو ظاہر تو نہیں کیا گیا عام لوگوں کو تو فقط اس وقت پتہ چلا جب آٹھ ربیع الاول ۲۶۰ھ کو امام حسن عسکری علیہ السلام کا جنازہ پڑھنے کے لیے..... جس وقت تمام بنی عباس اور ان کے لشکری..... کمانڈر اور وزراء صف بستہ تھے امام حسن عسکری علیہ السلام کا جنازہ سامرہ کا بہت بڑا جنازہ تھا اور جعفر جو کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کے بھائی تھے جنازہ پڑھانے کے لیے آگے بڑھتے ہیں لیکن اندر سے، تہہ خانے سے، ایک نوجوان نمودار ہوا کم عمر ہیں لیکن ان کا اتنا رعب اور دبدبہ تھا کہ سب انہیں دیکھ کر دم بخود رہ گئے..... ان کے چہرہ مبارک سے نور ساطع ہو رہا تھا آپ آگے بڑھتے ہیں اور آگے بڑھ کر اپنے چچا کے بازو سے پکڑ کر کہتے ہیں **یا عم هذا حقی** چچا یہ میرا حق ہے، وہ پیچھے ہٹتے ہیں اور پھر آپ آگے بڑھ کر اپنے بابا کا جنازہ پڑھاتے ہیں یہ تمام لوگ جو ہزاروں کی تعداد میں ہیں، جس اجتماع میں وزرا ہیں، صحافی ہیں، خبر نگار، فوجی ہیں، پولیس والے ہیں غرض ہر طبقہ کے لوگ شامل ہیں، حاکم وقت بھی موجود ہے یہ سب امامؑ کے پیچھے کھڑے ہو کر امامؑ کا جنازہ پڑھتے ہیں..... انہوں نے کہا ہوگا کہ ہم تو سمجھتے تھے امام حسن عسکری علیہ السلام کا فرزند نہیں ہے ان کے جانشین تو موجود ہیں..... یہ کتنا بڑا واقعہ ہے کہ جس کو کوئی چھپا بھی نہیں سکتا اس لیے مؤرخین نے اس کو درج کیا ہے کہ جنازہ جعفر نے نہیں پڑھایا بلکہ جنازہ اس چھوٹے شہزادے نے آ کر پڑھایا یا اس نوجوان نے آ کر جنازہ پڑھایا ہے جس نے آ کر کہا..... کہ جنازہ پڑھانا میرا حق ہے، ظاہر ہے اس بات کے بعد چچا بھی ان کو نہیں ہٹا سکتے تھے، لیکن اس کے بعد کیا ہوا جیسے ہی جنازہ ختم ہوا تو امامؑ جس راستے سے آئے تھے..... اسی راستے سے واپس چلے گئے، حکمرانوں کو بڑی شرمندگی ہوئی اور پریشانی بھی ہوئی..... کہ جس چیز کو ہم روک رہے تھے وہ تو ہو گئی، اب تلاش

کریں ..... لیکن جتنی تلاش کی حتیٰ کہ اس پر بی بی نرجسؑ آپ کی والدہ مبارکہ کو تکلیفیں بھی اُٹھانا پڑیں کہ آپ کو کافی عرصہ نظر بند کر دیا گیا آپ کے گھر پر پہرے بٹھا دیے گئے آپ کے گھر کے کونے کونے کی تلاشی لی گئی لیکن اللہ تعالیٰ کا اپنا نظام تھا اور اس بات پر کوئی حیران نہ ہو کہ یہ کیسے ہوگیا؟ بھئی جناب رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کی رات چاروں طرف سے مشرکین مکہ کے نے گھیرا ہوا ہے اور بندے سے بندہ لگ کے کھڑے تھے لیکن انہیں میں سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزر کر چلے گئے اور کسی کو پتہ بھی نہیں چلا یہ سن کر کسی کو یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ یہ کیسے ہوگیا؟ پس جیسے وہ ہوگیا تھا اسی طرح یہ بھی ہوگیا ..... یہ تو خدائی نظام ہے کہ خداوند تعالیٰ جیسے چاہے مثلاً جناب سیدہ نرجس (سلواۃ اللہ علیہا) کے حوالے سے باتیں ہوئیں اگر کوئی اس کے بارے میں پریشان ہو تو وہ حضرت مریم کا قصہ پڑھ لے ..... کہ حضرت مریمؑ کی تو شادی بھی نہیں ہوئی تھی کہ حضرت جبرائیلؑ حضرت مریمؑ، کے پاس آتے ہیں حضرت جبرائیلؑ مرد تو نہیں تھے آ کر خبر دیتے ہیں ..... کہ اللہ تبارک تعالیٰ آپ کو ماں بنانے والا ہے جس پر بی بی پریشان ہوگئیں کہ مجھے تو کسی مرد نے مس ہی نہیں کیا چھوا تک نہیں یہ تو خدائی نظام ہے ..... اور یہ سارے امور اسی کا حصہ ہیں جو پہلے باتیں ہوئیں ہیں وہ ادھر بھی درست ہیں اگر نہیں تو پھر پہلوں کا بھی انکار کریں اگر پہلوں کا انکار کیا تو قرآن کا انکار ہوگا پھر مسلمان ہی نہیں رہو گے ..... اگر وہ ماننی ہیں تو یہ ایک کیوں نہیں مانتے ہو یہ ایک بھی مانو اس میں کوئی اسلام کی کوئی کمزوری تو ظاہر نہیں ہو رہی ..... بلکہ اس میں تو اسلام کا شرف ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت ہے، ان کی جلالت ہے، بلکہ انہوں نے جو خبر دی ہے، اس کی تصدیق ہو رہی ہے، اسی حوالے سے ان امور کو ہمیں بڑے اطمینان اور سکون قلب کے ساتھ تسلیم کرنا چاہیے اور اس نعمت پر شکر ادا کرنا چاہیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں ان سے بنایا ہے کہ ہم غیب پر ایمان رکھتے ہیں، مسلمان ہونے کی شرط یہ ہے ''**الم ذالك الكتاب لاريب فيه هدى للمتقين الذين يؤمنون بالغيب**'' ..... غیب پر ایمان رکھتے ہیں یہ بھی تو غائب ہے،

غیب کا مطلب کیا ہے کچھ چیزیں ہوتی ہیں جو ہماری حس میں نہیں آتیں جو چیزیں ہماری کھوپڑی اور اس عقل میں نہیں سما سکتی جو ہمارے تجربے میں نہیں آتیں ہم اللہ تبارک تعالی کی قدرت کے مسئلہ کو سامنے رکھ کر ان کو تسلیم کرتے ہیں ..... یہ ایمان بالغیب ہے اور ایمان بالغیب کا بڑا مرکز اس وقت اللہ تعالی کی آخری حجت حضرت مہدی (عج اللہ تعالی فرجہ الشریف) ہیں (صلواۃ)

امام زمانہ (عج اللہ تعالی فرجہ الشریف) کے نائبین :

آپ کی جو پہلی غیبت ہے جسے غیبت صغریٰ کہتے ہیں اس غیبت میں آپ کے چار نائبین تھے جن کو نواب اربعہ کا نام دیا جاتا ہے جن کو آپ کے دروازے کا دربان بھی کہا جاتا تھا انہیں حاجب بھی کہا جاتا تھا۔

ان میں ۱۔ (پہلے) ابوعمر عثمان بن سعید آپ بہت ہی جلیل القدر صحابی ہیں آپ امام علی نقی علیہ السلام کے شاگرد ہیں ان کی صحبت میں رہے پھر امام حسن عسکری علیہ السلام کی صحبت میں رہے ..... اور پھر امام زمانہ (عج اللہ تعالی فرجہ الشریف) کے نائب خاص بنے ۲۔ ان کے بعد (دوسرے) نائب محمد بن عثمان ہیں جو انہیں کے بیٹے ہیں جن کا نام محمد ہے وہ بھی بڑے جلیل القدر ہیں ان دونوں کے بارے میں فضائل اکٹھے بھی ہیں اور علیحدہ علیحدہ بھی امام حسن عسکری علیہ السلام کی طرف سے بھی، امام علی نقی علیہ السلام کی طرف سے بھی، ان کی وثاقت، ان کا علم، ان کی امانت، دیانت اور انکے تقویٰ کے بارے کثیر تعداد سے روایتیں ہیں (صلواۃ)

امام حسن عسکری علیہ السلام سے روایت ہے کہ جو بات عثمان آ کر آپ تک پہنچائے یا جو بات تمہیں عثمان آ کر کہے وہ بات میری بات ہے ..... اور میری طرف سے وہ معتمد ہیں، اس بات پر آپ کو اعتماد کرنا چاہیے اسی طرح اور روایتوں میں فرماتے ہیں کہ عثمان کا بیٹا محمد یہ امین ہے جو بات یہ پہنچائے وہ ہماری طرف سے ہے، اس بات کو تمہیں مان لینا چاہیے اور پھر دونوں کے بارے میں ہے کہ یہ دونوں باپ اور بیٹا اس عظمت اور

شان کے مالک ہیں کہ امام علیہ السلام فرماتے ہیں ''**مایؤدیان اداعنی** '' جو یہ پہنچائیں اور لے کر آئیں وہ ہماری طرف سے ہے اور جو یہ کہیں ''**مایقولان فھوعنی** '' ہماری طرف سے ہے یہ دونوں مامون ہیں، امین ہیں ہمیں ان دونوں پر اعتماد ہے اور تمہیں بھی ان دونوں پر اعتماد ہونا چاہیے اور یہ میرے نمائندے ہیں..... اور میرے بعد میرے بیٹے مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے نمائندے ہونگے یہ دونوں باپ بیٹا تقریباً ۵۰ سال امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے نمائندے رہے ہیں بڑا عرصہ ہے اس زمانہ میں طریقہ یہ تھا کہ یہ گھی بیچتے تھے، مشکوں میں ڈال کر..... اس لیے ان کو سمان بھی کہتے ہیں، گھی فروش اور شہد بیچتے تھے کیونکہ وہ زمانہ بڑا سخت تھا اور حکمران حضرت حجت کی تلاش میں تھے کہ اور ان نمائندگان کی تلاش میں بھی تھے تو اس عالم میں یہ اپنا حلیہ بدل کر، سلسلہ بدل کر، مختلف بھیس میں ..... امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی خدمت میں جاتے تھے اور ان کے خطوط بھی امامؑ کی خدمت میں لے جاتے پھر امامؑ کی طرف سے باقاعدہ ان خطوط کے جواب صادر ہوتے تھے ان جوابات کو جو توقیعات امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے نام سے مشہور ہیں اور الناحیۃ المقدسہ کی جانب سے صادر ہوتے تھے تو اس سے مراد امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) لیے گئے ہیں ..... کہ ان کی طرف سے یہ توقیعات صادر ہوتی تھیں وہ جوابات جو امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے ان شیعوں تک پہنچتے تھے وہ ان نائبین کے توسط سے تھے ۳۰۵ ہجری میں جناب محمد بن عثمان کی وفات ہوتی ہے۔

۳۔ اس کے بعد آپ نے یہ پیغام محمد بن عثمان کے ذریعے شیعوں تک پہنچایا کہ آج کے بعد میرا نمائندہ حسین بن روح نوبختی ہوگا، پندرہ شعبان کو جو عریضے لکھتے ہیں اس میں عام طور پر حسین بن روح کا نام لکھا ہوتا ہے کہ ان کے توسط سے یہ عریضے امامؑ کی خدمت میں پہنچا دیں، ویسے کسی بھی نائب کا نام لکھ سکتے ہیں ضروری نہیں کہ صرف حسین علیہ السلام کا نام لکھا جائے لیکن ان کا نام خصوصیت سے ذکر ہے کہ ان کی نمائندگی ۲۱ سال رہی ہے..... اور پھر انہوں نے اپنے بہت سارے نمائندے بنائے ہوئے تھے ان کے ذریعے لوگوں

سے ملاقات کرتے تھے اس بارے کافی تفصیلی واقعات ہیں سارے ذکر کرنا اس جگہ ضروری نہیں فقط اجمالی تذکرہ کررہے ہیں تاکہ بات کو آگے بڑھائیں تین سو چھبیس ہجری ماہ شعبان میں ان کی وفات ہوئی۔

۴۔اس کے بعد امامؑ کے نمائندے علی بن محمد السمری بنے ان کی مدت ساڑھے تین سال ہے بلکہ اس سے بھی کچھ کم بنتی ہے۔

ان کی نیابت کے بعد امامؑ نے بیان دیا اور ان کو بتایا کہ دیکھو آٹھ دن بعد تمہارا یہ زمانہ نیابت ختم ہو جائے گا۔اپنے تمام امور کو اکٹھا کرلو.....اور ان کو جمع کراؤ اور امامؑ نے یہ خبر دی کہ آپ کی وفات سے غیبت کبریٰ کا آغاز ہو جائے گا۔جب اللہ تعالی چاہے گا یہ سلسلہ ختم ہوگا۔

قبل اس کے کہ میں اس خط کی عبارت پڑھ کر آپ کو سناؤں کیونکہ یہ ایک اہم سند ہے اور اس کا بڑا اعتبار کیا جاتا ہے اور وہ خود امامؑ کے الفاظ ہیں وہ سننے چاہیں انشاء اللہ اس کی تفصیل بعد میں عرض کریں گے۔

آخری حجت (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) غائب کرنے کی حکمت:

اللہ تعالیٰ نے شروع سے یعنی جب سے انسان اس دھرتی پر آیا ہے بلکہ انسان بعد میں آیا اللہ تعالی نے اپنا نمائندہ اور حجت پہلے بھیجا اور کوئی بھی ایسا دور نہیں رہا..... کہ جس میں خدا نے بندوں کے لیے حجت نہ بھیجی ہو وہ ظاہر میں موجود تھی یا غائب تھی یہ سلسلہ چلتا آیا، چلتا آیا یہاں تک کہ اسلام کا دور آ گیا، اسلام کے دور میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد گیارہ حجج لوگوں کے درمیان رہے.....لیکن ہوا یہ کہ لوگوں نے اللہ کی حجتؑ کی قدر نہ کی ہر حجتؑ خدا کے ساتھ عناد اور دشمنی کی بجائے اس کے کہ لوگ ان کے وجود مبارک سے فائدہ اُٹھاتے..... بلکہ لوگوں نے ان کو اس دنیا میں شہید کیا انہیں تکلیفیں دیں، اذیتیں دیں، ان کا کہنا نہ مانا اور اللہ تعالی کا جو نظام وسسٹم ہے جس میں جبر نہیں ہے، اکراہ نہیں ہے، بلکہ خدا چاہتا ہے.....کہ انسان اپنے اختیار سے ترقی کی منزلیں طے

کرے، خدا نے ایک عرصہ تک اپنے حجج کو لوگوں کے درمیان رکھا..... اور یہ حجج اللہ تعالی کے نظام کی تشریح کرتی رہیں کیونکہ ان کا کلام خدا کا کلام کہا گیا اور سنت یت اس طرح بنی کی ان کا فرمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان اور جو رسول کا فرمان ہے وہ خدا کا فرمان ہے..... یہ تشریح کا دور ہے، قرآن کا دور ہے جو ۳۴۳ سال پر مشتمل ہے اور انشاء اللہ کل کی مجلس میں بتاؤں گا کہ یہ جو ہمارے ہاں تقلید کا مسئلہ ہے اس میں مجتہد کیسے بنتا ہے، تقلید کیسے ہوتی ہے اور وہ نائب کیسے ہیں؟ یہ جو نائبین خاص ہیں جو کہ چار ہیں فقط اتنی بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالی پھر ایسا زمانہ لے آئے کہ جس میں آدھی طرح کی تو غیبت تھی اس میں ایک طرح کا رابطہ موجود تھا لیکن وہ ایک سلسلہ تھا کہ لوگوں کو عادی بنایا جا رہا تھا اور وہ تشریح دین کا زمانہ تھا۔

غیبت نامہ اس وقت شروع ہوتی ہے جب قرآن کی تشریح مکمل ہو جاتی ہے، کوئی ایسی بات باقی نہیں رہی جو تشریح طلب ہو اور اس کی تشریح نہ کی گئی ہو۔ اگر انسان کوشش کرے چاہے جتنی بھی ترقی کر جائے اور وہ انسان اسلام سے اپنا مقصد حاصل کرنے کا ارادہ کرے اور اس نظام کو ایک بہترین نظام کے عنوان سے اپنے وجود میں لاگو کرنا چاہے..... تو اسے ۳۴۳ والا دور مل جائے گا اس سے پہلے اگر غیبت ہو جاتی تو انسان یہ کہتا اے اللہ ہمیں تو سمجھ ہی نہیں تھی ہمیں تو فلاں مسئلے کا حل ہی نہیں ملتا تھا شیعہ اثنا عشری یہ دلیل پیش کرتے ہیں..... کہ قرآن و سنت اور حدیث میں ہر وہ مسئلہ بیان ہوا ہے جو انسان کی ضرورت ہے ایسا ہرگز نہیں کہ انسان کی ترقی کے لیے جو کچھ ضروری ہو اور وہ بیان نہ ہوا ہو۔ آج بھی اگر انسان ارادہ کرے کہ وہ اس دھرتی پر نظام کامل کو نافذ کرے جس سے انسان کو امن اور سکون حاصل ہو جائے..... تو وہ قرآن اور سنت کی روشنی میں ایسا کر سکتا ہے جب یہ تشریح مکمل ہو گئی تو پھر اللہ تعالی نے اپنی آخری حجت کو ایک لمبی غیبت اور اپنی حفاظت میں لے لیا اور دین کا سلسلہ لوگوں کے حوالے کر دیا کہ اب تم جانو اور تمہارا کام، سب کچھ بتا دیا اب اختیار تمہارا ہے اب لوگوں نے اپنے اپنے

اندازے سے اپنے لیے کام شروع کیا انسان کی ایک آرزو ہے وہ ہے امن کی تلاش، قانون بنتا ہی امن کے لیے ہے، اب تم اپنے اپنے نظام بناؤ، ان کو نافذ کرو ان کو آزماؤ، ایک ناکام ہو دوسرا آزماؤ، دوسرا ناکام تیسرا آزماؤ، اب صدیاں گزرنے کے ساتھ انسان سارے تجربات کر چکا ہے..... ہر انسان پریشان ہے، آسمانوں پر اس نے کمندیں ڈال دی ہیں لیکن ایک چیز جو انسان کو نہیں مل رہی وہ امن ہے امن انسان کو نہیں مل رہا، ظلم ختم نہیں ہو رہا، بے عدالتی ہے انصاف نہیں مل رہا، اپنے بنائے ہوئے سارے نظام اس انسان نے آزمائے ہیں..... ہم کہتے ہیں پھر ایک دفعہ وہ وقت آئے گا جب انسان کہے گا اور اس کی فریاد ہوگی اے اللہ اب تو ہی کوئی اپنی طرف سے کسی کو بھیج دے۔ وہ آ کر ہماری اس تمنا کو پورا کرے اے خدا جس کو پردے میں چھپا رکھا ہے اسے بھیج دے اب ہم نے اپنے ہتھیار ڈال دیے ہیں، انسان کے دل کی آواز یہ ہوگی جیسا کہ اس وقت پاکستان میں لوگ جب پریشان ہوتے ہیں..... تو وہ کہتے ہیں کہ ہائے اللہ پاکستان میں بھی کوئی امام خمینیؒ ہوتا یعنی آرزو کیا ہے آرزو یہ ہے کہ امن ہو، روس اتنی بڑی مملکت تھی مارکسزم اور سوشلزم کا یہ دعوی تھا کہ ہم امن دیں گے وہ امن نہ دے سکے امریکہ جہاں ہزاروں واقعات ہوتے ہیں، فساد ہوتے ہیں، کتنے قتل ہوتے ہیں، جن کے پاس بہت دولت ہے وہ بھی امن میں نہیں ہیں، امن کی تلاش میں ہے..... ہر شخص..... امن کی تلاش میں ہے اس وقت دیکھو نیو ورڈ آرڈر کا New world order کی جو آواز آئی ہے..... کہ پوری دھرتی پر ایک نظام ہونا چاہیے یہ سوچ اسلام نے تو پہلے سے دی ہے جب کہ یہ ترقی یافتہ انسان آج وہی بات کر رہا ہے کہ ورلڈ پر ایک نظام چلے لیکن ایک آرڈر کیسے..... ہر شخص چاہتا ہے وہ دوسرے پر بالا دستی حاصل کرے..... ہر شخص دوسرے پر بالا دستی چاہتا ہے اب یہ انسان اس سوچ کی طرف جا رہا ہے وہ اب چاہتا ہے کہ نظام واحد ہو اور نظام واحد وہ لا سکتا ہے جس کی کوئی ذاتی غرض نہ ہو، جسکی کوئی غلطی نہ ہو، جو خطا کار نہ ہو، جس کا رابطہ خدا سے ہو۔ اور وہ سوائے

ہمارے نظریے کے اور سوائے اس اسلام کے نہ کوئی نظام ہے اور نہ ہی کوئی شخصیت ہے وہ شخصیت کہ جو امن کا پیغمبر بن کر آئیں گے، جو حق کا نمائندہ بن کر آئے گا جو حق کے نفاذ کے لیے آئے گا خدا کا نمائندہ ہوگا وہ حضرت امام مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) ہیں اور انشاء اللہ وہ بہت جلد تشریف لائیں گے۔ (صلواۃ)

یہ وہ تحریر ہے جو مولا نے اپنے نمائندے کی طرف بھیجی ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یا علی محمد بن السمری کو..... **اعظم الله اجر اخوانك خيرا** ،، خدا تیرے بھائیوں کا اجر اچھا کرے **فانك ميت بينك وبينه ستة ايام فاجمع** آپ کو موت آجائے گی چھ دن کے درمیان، اپنے کام اکٹھے کرلو، **ولاتوص احدا**..... اور کسی ایک کو وصیت نہ کرو۔

فيكون مقامك جو تمہاری جگہ لے تمہاری وفات کے بعد **فقد وقعت الغيبة التامة** مکمل غیبت واقع ہو چکی ہے ابھی تک آدمی غیبت تھی ..... ایک قسم کی ملاقات کا سلسلہ رہتا تھا اب ختم ''**فلا ظهور**'' اب ظہور نہیں ہوگا۔ کب ہوگا ''**الا بعد اذن الله تعالى**'' اللہ کی اجازت کے بعد اور وہ کب ہوگا **وذلك بعد طول الامد وقسوة القلوب** وہ بھی طولانی مدت کے بعد اور دلوں کے سخت ہو جانے کے بعد یعنی دلوں سے نرمی ختم ہو جائے گی۔

وامتلاء الأرض جوراً زمین کے ظلم سے بھر جانے کے بعد **فسياتي شيعتي من يدعي المشاهدة** میرے شیعوں میں کچھ ایسے لوگ آئیں گے جو کہیں گے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم نے امامؑ سے بات چیت کی ہے اور ہم ان کی طرف سے نمائندہ ہیں اور مولاؑ نے ہمیں یہ کہا ہے۔

الا فمن ادعى المشاهدة قبل خروج السفياني والصيحه آگاہ ہو جاؤ جس نے بھی مشاہدہ کا ادعاء کیا سفیانی کے آنے سے پہلے اور آسمانی آواز کے آنے سے پہلے.....

یہ دو نشانیاں ہیں جو مولا کے ظہور سے تھوڑا پہلے ظاہر ہونی ہیں۔ تو ایسا مشاہدہ کا

دعوی کرنیوالا "ھوکذاب مفتر"، وہ جھوٹا بھی اور ہمارے اوپر افترأ باندھنے والا بھی ہے "ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم" قوت اور حول نہیں ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے، جو علی و عظیم ہے۔

علی السمری کی وفات ۳۶۸ یا ۳۶۹، ہجری ۱۵ شعبان کو ہے۔

مشاہدہ کے ادعاء کی تکذیب:۔ یہاں جو بات کی گئی ہے اس کی توضیح بعد میں بھی آئے گی..... آج فقط اتنا عرض کرتا ہوں کہ ادا عائے مشاہدہ سے منع کیا گیا ہے..... کیوں منع کیا گیا ہے؟ اس کی بہت ساری وجوہات ہیں ا (ایک) وجہ تو بڑی واضح ہے کہ ظاہر ہے یہ سلسلہ اگر کھلا ہوتا تو پھر اتنی سختی سے نہ روکا جاتا تو ہر ایک نے کہنا تھا کہ میں بھی امامؑ کا نمائندہ ہوں اور ایسا ہوا بھی کہ بہت ساروں نے اس کے باوجود خود کو نمائندہ ظاہر کیا جب خود امام علی نقی علیہ السلام کے فرزند جناب جعفر دعویٰ کر بیٹھے تو باقی شیعوں کا پھر کیا کہنا..... کون دعوی نہیں کریگا؟۔ مال بھی آتا ہے..... لوگوں نے عزت بھی کرنی ہے، ہاتھ بھی چومنا ہے، بہت سے صحابی تھے، امام علی نقی علیہ السلام اور امام حسن عسکری علیہ السلام کے شاگرد تھے، جنہوں نے بعد میں دعویٰ کیا کہ ہم نمائندہ ہیں، ایسے افراد کثیر تعداد میں ہیں اور اسی طرح ویسے بھی کہ جنہوں نے کہا کہ ہم رسول ہیں اور کچھ نے کہا ہم خدا ہیں کچھ نے دعوی امامت کیا..... شیعوں میں سے ایسے بھی نکل آئے جنہوں نے نمائندگی کا دعوی کیا..... کہ جب انسان بھٹکتا ہے جیسے مسلیمۃ کذاب یا غلام احمد قادیانی یہ ہر دور میں ایسا ہوتا رہا ہے اور ہوگا..... روایات ہیں کہ امامؑ کے ظہور سے پہلے ایسے افراد آئیں گے جو مدعی امامت ہوں گے وہ کہیں گے کہ ہم مہدیؑ ہیں حالانکہ وہ جھوٹے ہونگے۔

البتہ امامؑ کی زیارت ہونا یہ بات ممکن ہے بہت ساروں کو زیارت ہوئی ہے اور ہوتی ہے اس سے نہ انکار ہے نہ منع کیا گیا ہے جب کہ ایسے اعمال بھی بتائے گئے ہیں کہ ایسے اعمال کرو تو آپ کو بھی مولاؑ شرف بخشیں گے اور مولاؑ کی زیارت ہوگی اگر مولا امام زمانہ عج کی ملاقات اور زیارت کا امکان نہ تھا تو ایسے اعمال کیوں بیان کئے گئے..... پھر

جن بزرگ علماء نے ادعائے مشاھدہ کرنے والے کی تکذیب کرنے والی روایت بیان کی ہے ان ہی علماء ایسے واقعات اپنی کتابوں میں درج کیے ہیں جن میں بعض حضرات کو امام زمانہ عج کی زیارت ہوئی ہے پس ان دو باتوں کی جمع اسی طرح ہی ہوگی جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے..... لیکن اس زیارت کو اس مرحلہ میں پہنچانا..... کہ انسان ادعاء مشاہدہ کرے اور اپنے لیے ایک عنوان بنائے اس کے لیے منع ہے اور اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے الفاظ بڑے سخت ہیں۔ یہ بڑی معتبر روایت ہے۔

اس قسم کا ذکر ہے کہ ہر شخص کو یہ آرزو رکھنی چاہیے کہ اس کی امامؑ سے ملاقات ہو کیونکہ ہمارے امامؑ ہیں اور ہمارے اندر ایک ایسا صفاء قلب حاصل ہو کہ ہمیں یہ موقع مولاؑ دیں اور ہم کوشش کریں تو یہ مسئلہ حل ہوسکتا ہے، زیارت ہو جائے گی..... البتہ ادعاء مشاہدہ کرنے والے سے آپ کو بچنا چاہیے ممکن ہے کہ وہ شروع میں صفاء قلب، اور ایمان خالص سے کہتا ہو لیکن ہوسکتا ہے آہستہ آہستہ یہ سلسلہ دوسری طرف چلا جائے خود امامؑ نے منع فرمایا ہے بعض دفعہ ایک چیز منع کرتے ہیں اور اس کے راز کا پتہ چل جاتا ہے لیکن بعض دفعہ منع کرتے ہیں اس کے راز کا ہمیں پتہ نہیں چلتا۔ تو ہمیں وہاں پر چپ کر جانا چاہیے لیکن جو منع وارد ہوئی ہے اس سے ہمیں رک جانا چاہیے اگر کسی کو یہ سعادت نصیب ہو بھی جائے تو روایات کی روشنی میں اسے ڈھنڈورا نہیں پیٹنا چاہیے..... وہ خود ہی خدا کا شکر بجالاتا رہے کہ خدا نے اسے یہ توفیق دے دی ہے یہ سعادت اسے نصیب ہوگئی ہے۔

مصائب:

خاندان عصمت وطہارت کوفہ میں ہیں اور ابن زیاد ملعون نے دربار سجایا ہوا ہے اور یہ بہت ہی سخت مرحلہ تھا..... کہ جب اہل بیتؑ کے اسیروں کو دربار میں لایا گیا یہ وہی مسجد تھی جہاں مولا علی علیہ السلام نماز پڑھاتے تھے اس میں بیٹھ کر فیصلے دیتے تھے۔ علی علیہ السلام کی بیٹیاں، بہوئیں، نواسیاں اور پوتیاں ہیں اسیری کے عالم میں ہیں ایک شرابی کے

دربار میں آئی ہیں..... شرابی کے سامنے امام حسین علیہ السلام کا سر مقدس پڑا ہے اور وہ گستاخی کر رہا ہے۔ ایک چھڑی سے مولاؑ کے ہونٹوں پر رکھ کر کہتا ہے کہ یا ابا عبداللہ! تیرے دانت کتنے خوبصورت تھے، جسارت کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ ہم کو فتح ہوئی، ہم کامیاب ہوئے..... اسیران اہل بیتؑ دربار میں کھڑے اس منظر کو دیکھ رہے ہیں۔ جناب علی زین العابدین علیہ السلام کی کیا حالت ہوئی ہوگی؟ جب انہوں نے دیکھا ہوگا کہ ان کے بابا کا مقدس سر ایک زانی کے بیٹے کے سامنے پڑا ہے۔ وہ بھی کوفہ کی مسجد اور کوفہ کا دربار ہے، یہ بڑا ہی سخت منظر تھا ایک دفعہ اس ملعون نے امام علی زین العابدین علیہ السلام کی طرف رُخ کیا اور کہا کہ ابھی حسین علیہ السلام کا بیٹا زندہ ہے، حسین علیہ السلام کے بیٹے کو تو خدا نے کربلا میں قتل کر دیا..... علی زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ملعون اللہ کسی کو قتل نہیں کرتا وہ تو جانوں اور روحوں کو وصول کرتا ہے اسے تو لوگوں نے قتل کیا، ابن زیاد ملعون جب امام علی زین العابدین علیہ السلام کا یہ جملہ سنتا ہے تو ظالم کہتا ہے کہ کیا تجھ میں ابھی اتنی جرأت ہے کہ تو میرے سامنے بولے جب اس نے یہ کہا تو پھر کہنے لگا کہ جلاد تلوار اٹھاؤ اور حسین علیہ السلام کی نسل ختم کر دو۔ یہ جملہ کہنا تھا کہ امام علی زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ تو ں مجھے موت سے ڈراتا ہے۔ مرنا تو ہماری عادت ہے ہمیں شہادت سے کوئی پریشانی نہیں یہی منظر جناب سیدہ زینب (صلواۃ اللہ علیہا) دیکھ رہی تھیں، ایک دفعہ اپنی جگہ سے اُٹھیں اور آگے بڑھیں اپنی گردن اپنے بیٹے کی گردن پر رکھ دی..... اور کہا کہ اے سمیہ کے بیٹے! تو میرے بیٹے علی علیہ السلام کو مارنا چاہتا ہے تو پہلے میری گردن کٹے گی پھر میرے بیٹے علی علیہ السلام کی گردن پر تلوار چلے گی۔

الا لعنة الله على القوم الظالمين

سيعلم الذين ظلموا اى منقلب ينقلبون

مجلس نمبر 4

عنوان: معرفت امام زمانہ عج

قال رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:۔

﴿من مات ولم یعرف امام زمانه (علیه السلام) مات میتة جاهلیة﴾

''جو اپنے امامؑ کی معرفت کے بغیر مرا وہ جہالت کی موت مرا۔''

معرفت امام زمانؑ کے بارے میں گفتگو ہو رہی ہے..... کل اس بارے تفصیل سے بحث ہو چکی کہ اسلام کی تشریح اور مکمل اسلام کو بیان کرنے کے لیے ضرورت تھی کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد یہ سلسلہ نمائندگی اور سلسلہ امامت برقرار رہے اس لیے یہ کہا جاتا ہے اور یہ صحیح ہے کہ امامت نبوت اور رسالت کا تسلسل ہے..... یہ اسی سلسلہ کا ایک سلسلہ ہے یہ کوئی جدا چیز نہیں ہے اور امامت فقط حکومت کرنے کا نام نہیں ہے..... بلکہ حکومت ایک جزوی امر ہے، اس لیے آئمہ نے حکومت کے حوالے کو زیادہ اہمیت نہیں دی البتہ یہ مسلمانوں پر فرض تھا کہ انہیں حکومت کسے دینی چاہیے؟ اسے دینی چاہیے تھی جو عالم قرآن ہے یا اسے دینی چاہیے تھی جو عالم قرآن نہیں ہے عقل کہے گا کہ اس کو دینی چاہیے تھی جو عالم قرآن تھا جب یہ طے ہے کہ علم قرآن علی علیہ السلام کے پاس اور اولاد علی علیہ السلام کے پاس ہے..... اور یہ طے شدہ امر ہے تو چاہیے تھا کہ مسلمان ان کے دروازے پر آتے اور حکومت ان کو پیش کرتے یہ دین کے بیان کرنے والے تھے۔ لہذا ان کی بات رسولؐ کی بات ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات خدا کی بات ہے لہذا آپ دیکھیں کہ ہمارے آئمہؑ اور دوسروں کے اماموں میں یہی فرق ہے..... دوسروں کے امام جب بھی کوئی بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ ہماری رائے ہے یا کہتے ہیں مجھے یہ سمجھ آئی ہے۔ اور بعض دفعہ تو اتنی جرأت بھی کی گئی کہ انہوں نے برملا کہہ دیا حضرت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فلاں چیز کو حلال قرار دیا ہے لیکن ہم حالات کو دیکھ کر اس کو حرام قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ حلال **محمد الی یوم القیمۃ حلال و حرام محمدؐ الی یوم القیمۃ** حرام ہے! لیکن جس چیز کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حلال کیا وہ قیامت تک حلال ہے اور جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حرام کیا ہے وہ قیامت تک حرام ہے کسی کو حق نہیں ہے کہ وہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دے۔ لیکن ایسا ہوتا رہا ہے کہ دیکھیے مسلمانوں کے چار آئمہ ہیں وہ محترم ہیں اور ہم ہر مسلک کے بزرگ کا احترام کرتے ہیں یہ اسلامی عقائد کا تقاضا بھی ہے اور انسانیت کا تقاضا بھی ہے: البتہ جو امور تاریخی حقائق ہیں ان کو بیان کرنا جرم نہیں ہے وہ تو بیان کرنا چاہیے تاکہ آج کا مسلمان جان لے کہ صدر اسلام اور درمیانی صدیوں کے مسلمانوں نے کیا کیا اور انہوں نے اسلام کی کیا خدمت کی اور ان سے کہاں خرابی ہوئی لیکن احترام کے دائرے میں رہ کر..... البتہ محبت جو ہے وہ قرآن نے بھی کہا ہے کہ اہلبیتؑ کی محبت فرض ہے محبت کے بارے میں یہ نہیں کہا گیا کہ محبت کسی اور کی فرض ہے اجر رسالت جو ہے وہ مودت فی القربی ہے یا نہیں ہے؟۔

دوبارہ ہم یہاں پر دیکھتے ہیں کہ چار آئمہ ہیں اور چاروں کے فتوے آپس میں ٹکراتے ہیں..... حتی کہ حلال اور حرام تک، جائز اور ناجائز تک اس حد تک اختلاف ہے لیکن جب ہم مرکز علم کی طرف اور مرکز حق کی طرف دیکھتے ہیں وہاں پر بارہ ہیں..... لیکن ان کے قول و بیان میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ ہر دور میں جو انہوں نے کام کیا ہے کسی نے یہ نہیں کہا کہ یہ میری رائے ہے بلکہ یہ کہا ہے کہ یہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا ہے اور خدا کا یہ حکم ہے یعنی جو بھی کوئی آئمہ علیہم السلام نے بات کی اس کو خدا کی طرف نسبت دی اور مسلمانوں میں سے کسی نے آئمہ علیہم السلام کو آکر رد بھی نہیں کیا کسی نے ان سے یہ نہیں کہا کہ آپ جو قرآن کی تشریح کر رہے ہیں غلط کر رہے ہیں بلکہ سب نے آپ کی بات کو تسلیم کیا اور اپنی بات کے صحیح ہونے کے لیے ان کی بات اور ان کے بیان کا حوالہ دیا۔

پھر ایک اور بات اس جگہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مسلمانوں کا ایک

طبقہ یہ کہتا ہے کہ ان کے امام معصوم ہیں اور خود وہ آئمہؑ بھی کہتے ہیں ہم معصوم ہیں ..... ہم صاحب عصمت ہیں کسی اور نے یہ دعوی ہی نہیں کیا بلکہ وہ کہتے ہیں ..... کہ ہم سے غلطی ہوتی رہتی ہیں، یہاں پر یہ ہے کہ کسی معصومؑ نے کسی امامؑ نے یہ نہیں کہا کہ مجھ سے غلطی ہوتی ہے بلکہ یہ فرماتے ہیں کہ جو ہم کہتے ہیں وہ حکم رسولؐ ہے، وہ حکم قرآن ہے اور پھر قرآن سے اس کی دلیل بھی لاتے ہیں .....

ہم دیکھتے ہیں کہ **لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین** میں کوئی خشک و تر نہیں ہے یعنی تمام علوم قرآن میں ہیں چاہے مادی علوم ہوں یا معنوی علوم ہوں چاہیے مادی علوم کے میدان کو سر کرنا ہو یا معنوی علوم کو سر کرنا ہو، سب قرآن میں موجود ہیں اور پھر ہم یہ بھی دیکھتے ہیں ..... کہ تمام علوم قرآن میں ہیں سائنسی علوم ہوں، فلسفی ہوں یا کوئی اور یہ سب علوم کہاں سے نکلے ہیں کوئی یہ کہے کہ مدرسہ سے نکلے ہیں؟ کون سے مدرسہ سے تو جواب ہے جو مولا علی علیہ السلام کا مدرسہ تھا اور ان کے بعد امام حسن علیہ السلام، امام حسین علیہ السلام نے چلایا، ان کے بعد جو امامؑ ہیں انہوں نے چلایا اور اس مدرسہ کا علمی میدان اتنا وسیع ہوا کہ ایک ہی وقت میں چار ہزار استاد بیٹھ کر علوم وفنون پڑھا رہے تھے اور ہر ایک یہ کہہ رہا تھا ..... کہ میں نے یہ بات امام جعفر صادق علیہ السلام اور امام محمد باقر علیہ السلام سے لی ہے اور پھر ہم دیکھتے ہیں کہ بڑے بڑے حکمرانوں نے ان کو جمع کیا جو علم کے میدانوں میں سند تھے ..... مثلاً امام تھے، مفتی تھے، غرض حکمرانوں نے اس دور کے بڑے بڑے فقہاء کو اکٹھا کیا اور پھر اہل بیتؑ سے اس وقت کے امام علیہ السلام کو بھی بلایا۔ جن کا سن نو سال کا یا سات سال کا تھا تو جب ان کے سامنے آئے تو ایسے لگا جیسے وہ سب علمی میدان میں چھوٹے چھوٹے بچے ہیں ..... اور انہوں نے ان کے سامنے اپنے علمی ہتھیار ڈال دیے اور پھر آج کے دور میں جب کہ سائنس اتنی ترقی کر چکی ہے کہ انسان آسمانوں تک پہنچ گیا ہے۔ اس دور میں باقاعدہ ایک کتاب لکھی جاتی ہے۔ سپر مین ان اسلام ''بڑی شخصیت مغر متفکر تشیع جہاں'' جو کہ اصل عربی میں ہے، چودہ مصنفین نے اس کو مل

کرلکھا ہے جس میں دو تین مسلمان ہیں باقی سارے غیر مسلم ہیں انہوں نے اس کتاب میں اس بات کو ثابت کیا ہے کہ جتنے علوم وفنون میں ترقی ہوئی ہے یہ سب کے بارے میں دلائل کے ساتھ ثابت کرتے ہیں ..... کہ اس کے اصل موجد امام جعفر صادق علیہ السلام ہیں، ہمارے ہاں جو علوم زیادہ تر رائج ہیں جسے علم نحو، علم قرات، علم صرف یہ سب کچھ مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام کی ایجادات ہیں ..... آپ دنیاوی علوم کو دیکھیں تو ان سب کا مرکز اہلبیتؑ ہیں، یہ عملی طور پر نظر آ رہا ہے کہ یہ وہ ہستیاں تھیں جنہیں قرآن کا پورا علم ہے ..... کسی خشک وتر کا علم نہیں ہے مگر قرآن میں ہے ..... کسی خشک وتر کا علم نہیں ہے مگر امام مبین علیہ السلام میں ہے۔ ہم جانتے ہیں امام علی علیہ السلام کا لقب ہے امام، امام مبین علیہ السلام اسی طرح ہر زمانہ کا امام مبین علیہ السلام ہوتا ہے یہ ذوات عصمت مآب ہیں جب کہ دوسروں کے جو امام ہیں جن کو وہ امام اعظم کہتے ہیں ان کا اپنا قول ہے اور وہ اپنے استاد کی شان بیان کر رہے ہیں اور شان بھی کیسے بیان کرتے ہیں کہ میرے پاس اگر دو سال نہ ہوتے جن میں میں نے امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضری دی تو میں برباد ہو جاتا یعنی یہ مسند فتوی اور جو کچھ بھی مجھے مقام ومرتبہ ملا ہے یہ ان سے ملا ہے جو کوئی دو سال ان سے علم حاصل کر لے تو وہ کہے کہ میں امت کا امام بن گیا ہوں جو خود استاد ہے اور جس نے ہزاروں شاگردوں کی تربیت کی ہو تو پھر بھی کوئی انہیں امام نہ مانے تو وہ اپنی عقل کا علاج کرائے ..... سوال یہ ہے کہ شاگرد سے دین لیا جائے یا استاد سے کیونکہ بعض دفعہ شاگرد استاد سے بڑھ جاتا ہے لیکن یہاں پر ہم دیکھتے ہیں شاگرد اعتراف کر رہا ہے کہ میرے استاد مجھ سے بڑے ہیں آپ خود فیصلہ کریں جن کو امامت ملی بہت سارے اماموں کی جن کا ہر شاگرد کہہ رہا ہے ..... کہ میرے امام جعفر صادق علیہ السلام ہیں۔

امام شافعی اور اہلبیتؑ :

امام شافعی ہیں تو وہ علی مولاؑ کی مدح میں رتب اللسان ہیں بلکہ حیران ہیں کہ وہ علی علیہ السلام کی شان میں کیا کہیں ..... وہ کہتے ہیں میں نے ایسی حالت میں رات گزاری اور ایسی حالت میں موت آئی کہ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ علی علیہ السلام کو ربّ کہے یا اللہ کو ربّ کہے .....یعنی علی علیہ السلام کی عظمت کے سامنے اپنے آپ کو اس طرح جھکاتے ہیں کہ یہ جملہ تک کہتے ہیں اور پھر یہی شافعی کہتے ہیں کہ اے اہلبیت علیہم السلام آپ کے فخر اور شان کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اگر آپ پر درود اور سلام نہ پڑھا جائے تو نماز ہی قبول نہیں ہے.....

انصاف کا تقاضا:

جن پر درود بھیجنے کے بغیر نماز ہی مکمل نہیں ہے تو پھر سب کچھ ان سے لینے کیوں نہ جائیں دوسروں کے پاس کیوں جائیں کوئی جاتا ہے تو اس کی اپنی مرضی .....لیکن جانے کا کچھ معیار بھی تو ہونا چاہیے جس کے آگے دنیا کا ہر سائنسدان جھکا ہوا ہے..... جابر بن حیان اور محمد بن مسلم، زارہ بن اعین، ابان بن تغلب، یزید جعفی اور..... یہ اس وقت موجود ہیں جو مادی ترقیات کی بنیاد بنے ہیں وہ سب امامؑ سے لیے گئے ہیں۔ آپ کے شاگردوں کی لمبی فہرست ہے جن کے سامنے فلسفے، علم کلام اور سارے اہل علم جھکے ہوئے ہیں اور وہ آج بھی ان کی باتوں کو رد نہیں کر سکتے۔ جو فارمولے.....مثلاً بجلی اس سے ہم کتنا استفادہ کرتے ہیں۔ اس کا فارمولا بھی امامؑ دے کر گئے ہیں ..... حضرت علی علیہ السلام جنگ صفین سے واپس آ رہے تھے کہ ایک پہاڑ کے پاس سے گزرے جب کہ اس پہاڑ کی بلندی سے پانی گر رہا تھا تو امامؑ نے کہا **لو شئت لاستخرجت من شلات هذا الماء نوراً** .....اگر میں علی علیہ السلام چاہوں تو ان آبشاروں میں سے روشنی نکالوں، اگر میں چاہوں تو روشنی نکالوں اور ساری دنیا اس روشنی سے، کسب ضیاء کرے۔ اس مقام پر

ہوا یہ کہ مسلمان تو آپس میں لڑنے جھگڑنے اور فتوے بازی پر لگ گئے بے فائدہ بحثوں میں اُلجھ گئے کہ قرآن قدیم ہے یا نہیں، اللہ کی ذات عین صفات ہے یا نہیں، پس اسی جھگڑے میں پڑے رہے اور باقی لوگوں نے اس علمی سرمایہ سے فائدہ اٹھایا کیونکہ یہ سب تو انسانی علوم تھے..... جو انسان نے ان فارمولوں کو لے لیا اور ان پر تجربات کیے اور وہ ترقی کر گئے اور آج کے مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سب کچھ یورپ سے آیا ہے۔ حالانکہ یورپ تو اس وقت اندھیرے میں تھا..... یہ سب کچھ یہاں تھا اور پھر یہاں سے وہاں پر گیا۔ ہم اپنی ہر چیز بھول گئے ہیں اب بھی سب کچھ مولا علی علیہ السلام کے نہج البلاغہ میں موجود ہے۔ آئمہؑ کی دعاؤں میں موجود ہے، آپؑ کے علمی مکالمات میں موجود ہے۔

اسلام دین کامل ہے:

جو ساری بحث ہم کر رہے تھے کہ رسولؐ کا دین دینِ انسانیت ہے..... دین کمالیت ہے، دین ترقی ہے اور ہر قسم کی ترقی..... نہ کہ ایک پہلو میں ترقی، اس میں ہر پہلو ہے تو سارے علوم وفنون یہاں سے ملنے ہیں۔ سائنس یہاں سے لینی ہیں بلاغت یہاں سے لینا ہے، فلسفہ یہاں سے لینا ہے۔ اور کائنات کی ہر چیز یہاں سے ملنی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں زمین کے راستوں سے آسمان کے راستوں کا زیادہ واقف ہوں۔ جب احادیث میں کہا جاتا ہے کہ اوپر والی مخلوق نیچے والی مخلوق سے باتیں کرے گی اور پھر یہ بتایا جاتا ہے کہ یہاں کی بات وہاں پہنچے گی یہ ساری باتیں جو یہاں بتائی جاتی ہیں تو انسان نے تو ایک ایک جملے سے ایک فارمولا سمجھ کر ہر ایک کا تجربہ کیا اور اس کو لیبارٹری میں لے گئے اور پھر ترقی کی منزلیں طے کیں..... لیکن مسلمان بے چارہ اسی بحث میں پڑا رہا کہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھنی ہے یا ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنی ہے۔ اور مسلمان ایسے ہی برباد ہو گیا اور اس نے اپنا وقت ضائع کر دیا۔ کچھ بھی ترقی نہ کر سکا اور یہ انسانی ترقی کا عمل قرآن سے ہے اور ہر چیز ہمارے پاس موجود ہے لیکن ہم تو کچھ نہیں کر سکے قرآن کہہ رہا ہے کہ قرآن پڑھو اور قرآن سے پہاڑ بھی چلا لو ایک چیز کو

ادھر سے ادھر کرو قرآن نے ہر چیز بتائی ہے..... لیکن ہم نے تو کچھ نہیں کیا مگر دوسروں نے تو اس سے فائدہ حاصل کیا لیکن اللہ تعالی نے یہ جتنے بھی علوم ہیں یہ سارے علوم کل ۲۸ حروف میں ہیں اور ۲۸ حرف میں آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم تک اور خاتم سے لے کر امام حسن عسکری علیہ السلام تک اس وقت سے لے کر اب تک جتنے علوم ہیں یہ فقط دو حرف ہیں جو منکشف ہوئے ہیں اور ان دو حروف کا یہ سارا مشاہدہ کر رہے ہو۔ اور جب حضرت حجت (عج اللہ تعالی فرجہ الشریف) اللہ کے آخری نمائندہ تشریف لائیں گے۔ تو علم کے تمام کے تمام حروف منکشف ہو جائیں گے اور جو اس وقت آپ کو غیب نظر آ رہا ہے وہ اس وقت غیب نہیں رہے گا سب آپ پر عیاں ہوگا۔ (صلواۃ)

حدیث ثقلین اور نظریہ امامت:

امامت کے اثبات کے لیے ایک اور حدیث بیان کرتے ہیں اور وہ (حدیث ثقلین ہے) اس حدیث کو سنی شیعہ سب مانتے ہیں اس کا کوئی انکاری نہیں ہے بعض کتابوں میں یہ حدیث اس طرح بیان ہوئی ہے میں اللہ کی کتاب اور سنت کو چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ وگرنہ عام طور پر اس حدیث کا جو متن بیان کیا گیا ہے اس میں ہے میں تمہارے درمیان قرآن اور اپنی اہل بیتؑ اور اپنی عترت تمہارے درمیان چھوڑ کر جا رہا ہوں اس جگہ قرآن کے حوالے سے ایک بہت بڑا نکتہ ہے..... کہ خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں خدا کی کتاب قرآن چھوڑ کر جا رہا ہوں، حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصحاب سے خطاب فرما رہے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ میں تمہارے درمیان دو چیزیں دے کر جا رہا ہوں ایک اللہ کی کتاب..... اگر قرآن تحریر شدہ موجود نہ ہوتا تو اس بیان کے بعد تمام اصحاب بولتے ..... نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کون سی کتاب، ابھی تک تو کوئی کتاب لکھی نہیں گئی بہت سارے کہتے ہیں ..... کہ میں نے لکھا ہے، فلاں نے لکھا ہے، فلاں نے لکھا میں کہتا ہوں سب نے لکھا اگر کوئی کتاب نام کی چیز موجود نہ تھی تو کتاب کیوں فرمایا؟ پھر تو یوں کہتے میں ایک چیز چھوڑ کے جا رہا ہوں ایک تو خود کتاب، قرآن ہے جیسے (ذلك

الکتاب لا ریب فیه) تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں تمہارے درمیان کتاب چھوڑ کے جارہا ہوں اور یہ تمہیں دے کر جارہا ہوں، دے کر یا چھوڑ کر وہ چیز دی جاتی ہے جو محسوسات سے ہو اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں قرآن تحریر ہو چکا تھا اور ہمارے ہاں تو یہ بات روایات سے ثابت ہے کہ ماہ رمضان میں قرآن پڑھا جاتا تھا بلکہ بعض آ کر قرآن کی درستگی کرتے تھے ..... جو کچھ وہ لکھتے تھے ..... بعض منافقین اگر کوئی حرف غلط لکھ دیتے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے ..... بیچارہ علی العظیم کو علی الرحیم لکھنا چاہتا ہے لیکن اللہ کی طرف سے فرشتہ موجود ہے جو عظیم کی جگہ عظیم ہی کو درج کرتا ہے اور اس بد بخت کو پتہ ہی نہیں چلتا یعنی اس قدر قران لکھنے کا اہتمام کیا گیا تھا ..... اور ہم حیران ہیں، تعجب ہے بعض مسلمانوں پر کہ جس شخص نے ایک سال تک وحی لکھی جب کہ لکھنے والا ایک طرح سے منشی ہوتا ہے ..... اس کے تو سب فضائل بیان کرتے ہیں اور وہ علی علیہ السلام جس کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پالا، پرورش کی، علی علیہ السلام کو اپنے ساتھ سلاتے تھے علی علیہ السلام کو کپڑے پہناتے تھے علی علیہ السلام چھوٹا بچہ تھا۔ علی علیہ السلام کو سینے پر سلاتے تھے علی علیہ السلام کو تو بچپن میں آپ نے لے لیا تھا اور ایک لمحے کے لیے بھی علی علیہ السلام سے جدا نہیں ہوئے علی علیہ السلام سب کچھ لکھتے تھے ..... مولا علی علیہ السلام سب سے بڑے کاتب تھے اور مولا علی علیہ السلام کا نام ہی نہیں اور جو اور بہت سارے کاتب تھے ان کا نام ہی نہیں ہے اور جو فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے ..... یزید لعین کا باپ اس کا بار بار نام آتا ہے اور اس کی اس کی فضیلت کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا جاتا ہے اور چلو بہت سارے صحابہ تھے جنہوں نے بہت سارا قرآن لکھا یہ تو آخر میں قرآن لکھنے والوں میں شامل ہوئے ..... ان کو تو اتنی عظمت مل گئی اور باقیوں کے لیے کوئی بات نہیں۔

بہر حال ایک تو کتاب خدا ہو گئی اب دوسری چیز جسے چھوڑ کر جارہے ہیں وہ اہلبیتؑ ہیں ..... آپؐ نے فرمایا میں اپنی اہل بیتؑ چھوڑ کر جارہا ہوں، اب اسی حدیث ثقلین سے دیکھیں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُمت کی ہدایت کے لیے مکمل سامان فراہم کر کے گئے

کوئی اگر ہدایت طلب کرنا چاہے کچھ بھی نہ ہو اس کے پاس فقط ایک حدیث ثقلین ہو اور ایک آج کے کلمہ گو ہوں تو اسی حدیث ثقلین کے معنی کریں..... اسی حدیث سے ان کو ہدایت مل جائے گی، اگر دل سنگ نہ ہو گیا دل اگر چٹان بن جائے، سنگلاخ ہو جائے تو پھر..... سنگلاخ دل پر قرآن کا اثر نہیں ہوتا، وہ قرآن جو پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر دیتا ہے مگر جب دل سخت ہو جائے تو قرآن انسان کے دل پر اثر نہیں کرتا..... پھر اللہ تبارک تعالی فرماتا ہے یارسولؐ یہ قبرستان ہے اس پر قرآن پڑھ کر کیا کرو گے؟ کوئی اثر ان پر نہیں..... آپ کیوں پریشان ہوتے ہو۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں قرآن اور اہلبیتؑ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے، یہ بات مطلق ہے یہ جدا نہیں ہوں گے اس دنیا میں جدا نہیں، مر کر جدا نہیں، یہ کبھی بھی ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں ہوں گے، یہ اکٹھے ہیں، اکٹھے رہیں گے، قرآن کے جتنے اوصاف ہیں وہ سارے آپ کو اہلبیتؑ کو دیئے ہوں گے..... اہلبیتؑ علم کا مرکز ہیں قرآن بھی علم کا مرکز ہے، اسی لیے جدا نہیں ہوں گے، بہر حال اگر اہلبیتؑ وہ ہیں جن کو قرآن نہیں آتا، اہلبیتؑ وہ ہوں جو بھول جاتے ہیں، ایسے اہلبیتؑ بنالیں جن سے خطاء ہوتی ہے..... تو اس سے مراد وہ اہلبیتؑ ہیں ہی نہیں، پھر اہلبیتؑ کی حدیث کساء میں تشریح کر دی گئی کہ اہلبیتؑ سے کون لوگ مراد ہیں؟ وہ بڑا واضح بیان ہے اور ہر ایک کے سامنے ہے کہ اہلبیتؑ سے مراد جناب سیدہ فاطمہ (صلواۃ اللہ علیہا) اور حضرت علی علیہ السلام اور حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام ہیں، اس پر سب مسلمانوں کا اتفاق ہے تو اہلبیت علیہم السلام بھی معصوم ہیں کیونکہ قرآن معصوم ہے، اہلبیتؑ خطا سے پاک ہے، قرآن خطا سے پاک ہے، اہلبیت علیہم السلام علم کا مرکز ہیں قرآن علم کا مرکز ہے **لایفترقانہ** کبھی جدا نہیں ہوں گے، یہ دونوں اکٹھے رہیں گے ان دونوں سے ہدایت لو، دونوں کو کچھ دینا نہیں، دونوں سے کچھ لینا ہے، حدیث میں ہے..... **لا تعلموھم**..... تم ان کو پڑھاؤ نہیں، ان سے جا کر لو، ان سے تم نے حاصل کرنا ہے نہ کہ تم

نے ان کو کچھ دینا ہے ان سے لینا ہے۔

اہل بیتؑ سے مراد:

پھر فرمایا ان سے لیتے رہو گے تو گمراہ نہیں ہو گے یعنی گمراہی سے بچنا ہے تو دونوں سے تمسک رکھو. یہ دونوں میرے پاس حوض کوثر پر اکٹھے آئیں گے میں اب آپ سے پوچھتا ہوں یہ سلسلہ جو تھا صرف امام حسین علیہ السلام تک تھا اس کے بعد قرآن موجود نہیں رہا جب کہ قرآن ہے تو پھر اہلبیت علیہم السلام کہاں ہیں اگر اہلبیت علیہم السلام سے مراد عام سادات لے لیں تو بہت سارے سادات کو تو قرآن پڑھنا ہی نہیں آتا تو وہ حکم تو اپنی جگہ رہے گا پھر سادات سے کتنوں کو لیں گے کیا ان کی بداعمالیاں اس کے آڑے نہیں آئیں گی؟۔ خود قرآن ایسوں کی اتباع سے منع نہیں کر رہا؟ پھر رجوع کرنا پڑے گا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کی طرف اور یہ ماننا پڑے گا کہ قرآن ہے تو اہلبیت علیہم السلام بھی ہیں ورنہ یہ حدیث اپنا مفہوم و معنی کھو بیٹھے گی اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا کیوں فرما رہے ہیں کہ یہ قیامت تک اکٹھے رہیں گے وہ کیسے اکٹھے رہیں گے جو دنیا سے شہید ہو گئے وہ دنیا میں نہیں رہے اور پھر یہ نہیں ہوگا کہ ایک دور ایسا آئے گا کہ قرآن اکیلا ہوگا اور اس وقت فقط قرآن سے لینا یہ تو نہیں کہا بلکہ دونوں سے لینا ہے دونوں اکٹھے رہیں دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے تو ماننا پڑے گا کہ اس دور میں بھی اہلبیت علیہم السلام کا مصداق کوئی نہ کوئی موجود ہے اور ہمیں اس اہلبیتؑ کے مصداق کو تلاش کرنا ہے اور اس کی معرفت حاصل کرنا ہے اور اگر معرفت حاصل نہیں کریں گے تو کفر کی موت مریں گے؟ گمراہی کی موت سے اس وقت بچ سکتے ہیں قرآن بھی ہو اہلبیتؑ بھی ہو..... اس لیے اللہ تعالی نے اہلبیت کا آخری فرد امام مہدی (عج اللہ تعالی فرجہ الشریف) کو اس وقت تک غائب نہیں کیا جب تک قرآن کی تشریح مکمل نہیں ہوئی اب قرآن اور قرآن کی تشریحات کا مسئلہ ہے، ہمارے برادران قرآن کی تشریحات کے ساتھ ۲۳ تیئس سال رہے ہیں اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ ہے جب کہ ہم قرآن کی تشریحات کے ساتھ ۳۴۳ سال

رہے ہیں یہ زمانہ قرآن کی تشریح اور تفسیر کا دور ہے۔قرآن میں جو کچھ (رطب و یابس ہے) اس کے بیان کا دور ہے اس لیے آج کے دور میں امام خمینیؒ نے اعلان کیا آج کے دور میں انسان کی جتنی مشکلیں ہیں، اقتصادی مشکلات، نفسیاتی مشکلات ہیں، ترقی کے حوالے سے مشکلات ہیں۔ امن کے حوالے سے مسائل ہیں، ان سب کو ہم اسلام کی روشنی میں حل کریں گے۔ اور اس کا عملی مظاہرہ بھی ہو رہا ہے، لیکن ظاہر ہے مکمل مظاہرہ اس وقت ہوگا جب اللہ کا نمائندہ حقیقی ظاہر ہوگا۔ کامل نفاذ اسی وقت ہوگا جب اللہ کا نمائندہ آئے گا، کیونکہ اس سے خطاء ممکن نہیں، وہ جب آئے گا اسلام کا مکمل نفاذ ہوگا۔

لیکن اس وقت آپ اگر قرآن سے اس دور کے مسائل میں سے کسی سوال کا جواب تلاش کرنا چاہو تو قرآن کے ۱۴۴۳ سالہ دور میں اس کا جواب ضرور مل جائے گا۔ کسی نہ کسی حوالے آج کے پیش آمدہ مسائل کی نظیر اور مثال ان ساڑھے تین صدیوں میں مل جائے جس کو سامنے رکھ کر اس دور کے امام نے حکم قرآن سنایا ہوگا اسی کو سامنے رکھ کر آج کے مسئلہ کا جواب مجتہد پیش کر دے گا۔

مجتہد سے مراد:

ہم مجتہد اس کو کہتے ہیں جو قرآن اور قرآن کی تشریح کے ۱۴۴۳ سالہ دور پر مکمل دسترس رکھتا ہو اور آج کے جو مسائل ہیں ان مسائل کو اتنے سو سالہ کے سامنے پیش کر کے کوئی نہ کوئی اس کی تشبیہ و نظیر مل جائے گی پھر وہ اس کا جواب دے سکے گا۔

امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کا فرمان ہے..... کہ جب بھی تمہیں نئے حالات پیش آئیں تو ہماری حدیث اور ہمارے روایت کے جو واقف ہوں ان کی طرف رجوع کرو گے..... تو تمہیں اس مسئلے کا حل مل جائے گا لیکن اگر فقط ۲۳ سالہ دور کو لیں تو ہم دیکھتے ہیں ۲۳ سالہ دور تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے فوراً بعد..... نئے مسائل پیش ہوئے ان کا جواب اصحاب کے پاس نہیں تھا..... تو اس کا جواب علی علیہ السلام کے در سے آ کر انہوں نے لیا۔ کیونکہ مدینہ علم نبیؐ کے دروازہ علی علیہ السلام تھے اور علی علیہ السلام ہی عالم قرآن

تھے اگر دوسروں کے پاس علم قرآن ہوتا تو وہ بھی قرآن سے پیش آمدہ مسائل کا جواب نکال لیتے لیکن علی علیہ السلام نے جواب نکال کر دیا، اس لیے سب اصحاب کہتے ہیں ..... کہ ہم سب میں زیادہ عدل وانصاف کرنے والے علی علیہ السلام ہیں، ہم سب سے علم میں آگے علی علیہ السلام ہیں، ہم سب میں اسلام میں آگے علی علیہ السلام ہیں، سب اس کا اعتراف کرتے ہیں اور پھر اولاد علی علیہ السلام عالم قرآن تھی، ہر دور میں پیش آمدہ مسائل کو انہوں نے قرآن سے حل کیا ایک اور بات یہ ہے ..... کہ کوئی ضعیف سے ضعیف اور کمزور سے کمزور روایت دکھاؤ جو ہمارے آئمہؑ کی زندگی کے متعلق موجود ہو ..... کہ کوئی امامؑ کسی کے پاس پڑھنے گیا ہو بلکہ ہر دور کے علماء فخر محسوس کرتے ہیں کہ میں فلاں امامؑ کے درس میں پڑھنے گیا تھا۔ میں امام محمد تقی علیہ السلام کے درس میں گیا، امام حسن عسکری علیہ السلام کی طرف میں نے رجوع کیا تھا ..... وہ اس کو فخر یہ بیان کرتے ہیں، تاریخ کے حوالے سے یہ دلیل بنتی ہے کہ وہ ہی ہدایت کا منبع ہیں اور وہ ہی مرجع ہیں جن کی طرف امت کو رجوع کرنا ہے اور وہ ہر دور میں موجود رہے اور اس دور میں امام زمانہ علیہ السلام ہیں جب کہ باقی مسلمان حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد نئے پیش آمدہ مسائل کو حل کرنے کے لیے اجتہاد کرتے ہیں اور پھر جب ہر دور کے خلفاء اور اسلامی حکمرانوں یا بڑے بڑے اصحاب سے بعض ایسے واقعات اور فیصلہ جات صادر ہوتے ہیں جن کی تصدیق قرآن سے نہیں ہوسکتی یا ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں تو وہاں پر اس شخصیت کو بچانے کے لیے کہتے ہیں کہ فلاں صاحب سے اجتہادی غلطی ..... کے عنوان سے یزید علیہ اللعن والعذاب جیسے مجرم کو بھی بچانے کی کوشش تک کی گئی ..... اور ہر ظالم کے ظلم پر پردہ ڈالنے کا یہ عنوان وسیلہ وذریعہ بنا۔ (صلوات)

امام زمانہ عج کا تعارف بزبان معصومین علیہم السلام:

ہم چاہتے ہیں دو تین مجالس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لیکر امام حسن عسکری علیہ السلام تک ہر ایک نے آخری امام کی معرفت کے لیے بیانات جو جاری کیے ہیں جو کہ بہت زیادہ ہیں ہم کوشش کریں گے ایک ایک دو دو حدیث ان کی یہاں پڑھ لی جائیں تا کہ جو معرفت امام حاصل کرنا واجب ہے اس حکم کے بارے میں یقین اور ایمان کی کیفیت میں اضافہ ہو۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان:

''حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے قائم علیہ السلام میری اولاد سے ہے..... ان کا نام میرا نام ان کی کنیت میری کنیت ہے..... ان کی تمام شکل و صورت میری مانند ہے''۔

امامؑ کی تصویر بنانے کا حکم:

اس کے علاوہ یہ ہے کہ آئمہ علیہم السلام کا سایہ نہیں ہوتا جیسے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نہیں تھا جس کا سایہ نہیں ہوتا اس کی تصویر نہیں ہوتی یہ جو ہم مختلف اماموں کی تصویریں بناتے ہیں یہ ہمارے مذہب میں جائز نہیں بلکہ توہین ہے، امامؑ کی توہین ہے، ہمارے آئمہ علیہم السلام ایسے نہیں تھے جو ہم تصاویر بناتے ہیں .....بس جنہوں نے یہ تصاویر بنائی ہیں انہوں نے جرم کیا ہے البتہ جب ایک تصویر کی نسبت کسی امامؑ یا نبیؐ کی طرف ہو جائے تو پھر اس کی بے احترامی جائز نہیں ہے لیکن اس طرح کی تصاویر امام بارگاہ میں نہ لگائیں تو بہتر ہے۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں جو اس کی سنت اور طریقہ ہے وہ میرا ہے وہ لوگوں کو میری ملت اور میری شریعت کی طرف، اللہ کی کتاب کی طرف، دعوت دیں گے جب وہ آئیں گے تو لوگ اللہ کی کتاب کو بھول چکے ہوں گے، وہ دوبارہ آ کر

اسے زندہ کریں گے جس نے اس کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی، اور جس نے ان کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی اور جس نے ان کی غیبت کے دور میں ان کے وجود کا انکار کیا اس نے میرا انکار کیا''۔

پھر فرمایا جو میری اولاد سے قائم کے وجود کا ان کی غیبت کے دور کا انکاری ہو جائے وہ جہالت اور کفر کی موت مرا:

عبداللہ بن عباس سے روایت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ علی علیہ السلام میری امت کے امامؑ ہیں ..... اور میرے بعد میری امت پر میرے قائم مقام اور خلیفہ ہیں اور ان کی اولاد سے قائم المنتظر علیہ السلام ہیں ..... اللہ ان کے وجود سے اس زمین کو عدل وانصاف سے اس طرح بھر دے گا ..... جس طرح ظلم و جور سے بھر چکی ہو گی قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے بشر بنا کر بھیجا، حق پر بھیجا، جو شخص اس امامؑ کی غیبت کے زمانے میں ان پر ایمان لائے گا اور اس عقیدہ پر قائم ثابت رہے گا یہ چیز اس کے لیے کبریت احمر سے زیادہ قیمتی ہے۔

جابرؓ ابن عبداللہ انصاری کھڑے ہوئے اور کہا کہ آپ کے قائم کے لیے غیبت بھی ہے ..... فرمایا ہاں غیبت بھی ہے اللہ ان کو آزمائے گا جو ایمان لے آئے ہیں ..... اور کافروں کو خالص مومنین سے جدا کرے گا ..... یہ اللہ کے امر میں سے ایک امر ہے اور اللہ کے رازوں میں سے ایک راز ہے اللہ کے بندوں سے اس کو چھپایا گیا ہے۔ خبردار کہ تم امر خدا میں شک کرو اور جس نے شک کیا وہ کافر ہوا اور جو اللہ کے رازوں میں شک کرنے وہ بھی کافر ہے جو امامؑ کے وجود میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

آپ نے اپنے اصحاب سے کہا کہ لیلۃ القدر پر ایمان لے آؤ کیونکہ لیلۃ القدر میں پورے سال کے مسائل اترتے ہیں اور اس امر کے ولی میرے بعد موجود ہیں اور وہ میرے بعد علی علیہ السلام اور گیارہ ان کے فرزند ہیں۔

جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کا بیان:

جابرؓ بن عبداللہ انصاری فرماتے کہ میں جناب سیدہ فاطمہ علیہا السلام کی خدمت میں حاضر ہوا بی بی کے پاس باقاعدہ ایک تختی تھی اس تختی پر تمام اوصیا کے نام لکھے ہوئے تھے اور ان میں پہلا نام مولا علی علیہ السلام کا تھا اور آخری نام مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کا تھا اس میں چار نام محمد علیہ السلام تھے اور تین نام علی علیہ السلام تھے حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام تھے اور دو جعفر علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام تھے۔

جناب سیدہ کے پاس ایک لوح تھی جو اللہ کی طرف سے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بی بی کو دے گئے تھے اس تحریر کو خالی جابر بن عبداللہ نے نہیں دیکھا اور اصحاب نے بھی دیکھا جابر کی روایت کو تمام مسلمان تسلیم کرتے ہیں ایسا نہیں ہے کہ شیعہ کے ہاں تو ان کا احترام ہو اور باقی مسلمانوں کے ہاں نہ ہو۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ آخری امام کا وجود اور ان کی امامت اور انکا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصی ہونا اور ان کا عالم قرآن ہونا اور شارح قرآن ہونا یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے اس پر ہر مسلمان کو ایمان لانا ضروری ہے اور یہ اسلام کا تقاضا ہے اس لیے تمام اہل سنت کا اس بات پر اتفاق ہے..... حتی کہ ابن تیمیہ تک نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ جس نے امام مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کا انکار کیا وہ کافر ہوا۔

مصائب:

خاندان نبوت پر بہت زیادہ ظلم کیے گئے..... دین اسلام کی حفاظت کے لیے انہوں نے بڑی بڑی تکلیفیں اُٹھائیں کوفہ میں ابن زیاد کا دربار ہے ملعون شراب میں مست ہے امام حسین علیہ السلام کے سر اقدس کے ساتھ گستاخی کر رہا ہے اور خطبہ دینا شروع کیا ہے..... اور کہہ رہا ہے خدا نے یزید ملعون کو فتح دی اور امام حسین علیہ السلام اور علی مولاؑ کا نام لیکر گستاخی پہ گستاخی کر رہا ہے تو اسی دربار میں ایک بوڑھے صحابی عبداللہ بن عفیف

بیٹھے تھے جب انہوں نے یہ جملے سنے تو اس نے اپنے اوپر یہ واجب سمجھا کہ وہ اس گستاخی کا اس ملعون کو جواب دے ازدی قبیلے کے سردار تھے اس نے اپنے اوپر واجب سمجھا کہ ابن زیاد کو اس کی اس گستاخی کا جواب دے جب جواب دینے کے لیے آگے بڑھا تو ابن زیاد کے جلادوں نے اس کو پکڑنا چاہا تو دربار میں ازدی قبیلے کے لوگ اور سپاہی موجود تھے انہوں نے اپنے سردار کو بچا لیا..... میں کہتا ہوں یہاں پر جناب سیدہ سکینہ (سلواۃ اللہ علیہا) بھی موجود ہوں گی ..... بی بیؑ نے یقیناً دل میں کہا ہوگا بابا آپ کے صحابیوں کے بچانے والے تو آجاتے ہیں لیکن کربلا میں آپ کو بچانے کے لیے کوئی مسلمان آگے نہ بڑھا..... یہ بوڑھا گھر جاتا ہے یہ نابینا تھا ابن زیاد نے اس وقت تو اس میں مصلحت سمجھی اور اسی میں عافیت سمجھی اور کچھ نہ کہا لیکن رات کو اس نے اس کے گھر میں فوج کو بھیجا کہ اسے گرفتار کرلاؤ جب دروازے کے باہر فوجیوں کی آمد ہوئی تو اس نے اپنی بیٹی سے کہا مجھے تلوار دو اور مجھے جنگ کا سامان دو میں زیب تن کرلوں یہ مولا علی علیہ السلام کے شیعہ تھے..... جنگ صفین میں ان کی آنکھیں ضائع ہوئی تھی آج ابن زیاد کے سپاہیوں کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں، کہتے ہیں بیٹی میں دروازے کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہوں تو مجھے بتاتی جانا کہ دشمن کس طرف سے آرہا ہے علی علیہ السلام کا سپاہی ان کی گردنیں اُڑاتا جائے گا چنانچہ یہ جنگ شروع ہوئی علی علیہ السلام کا ایک سپاہی ہے جو خاندان نبوت کا شیدائی ہے بیٹی کہتی ہے کہ بابا اب دائیں طرف سے دشمن آرہا ہے اب سامنے سے آرہا ہے کافی دیر جنگ ہوتی رہی ..... آخر میں ابن عفیف کے سر کو ابن زیاد کے دربار آ کر قلم کیا گیا اس کی بیٹی اپنے بابا کے جنازے پر بیٹھی رو رہی ہے یہی اطلاع خاندان نبوت کو پہنچی بیبیوں نے اس کی بیٹی کو تسلی دی ہوگی خدا ان کو اجر دے آپ نے نصرت دین اور نصرت خاندان نبوت میں بڑی قربانی پیش کی ہے۔

الا لعنة اللّٰه علی القوم الظالمین

سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

مجلس نمبر 5

عنوان: معرفت امام زمانہ علیہ السلام

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:۔

﴿من مات ولم یعرف امام زمانه علیه السلام مات میتة جاهلیة﴾

''جو اپنے امام علیہ السلام کی معرفت کے بغیر مرا وہ جہالت کی موت مرا۔''

معرفت امام زمانہ علیہ السلام کے بارے میں گفتگو ہو رہی ہے اسی سلسلے کو آگے بڑھاتے ہیں کہ مسلمانوں پر اللہ تعالی نے یہ لازم اور فرض قرار دیا ہے..... کہ وہ اپنے دور کے امام زمانہ علیہ السلام کی معرفت حاصل کریں اللہ تعالی نے ہر دور میں اپنا نمائندہ اور اپنی طرف سے حجت علیہ السلام اس کائنات کے اندر موجود رکھی ہے یا حجتؑ ظاہر ہے یا حجت علیہ السلام باطن ہے حجت علیہ السلام ظاہر سے مراد پیغمر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور انکے اوصیاؑ لیے جاتے ہیں اور حجت باطنہ سے مراد عقل لیا جاتا ہے اللہ تبارک وتعالی نے ہر انسان کو عقل و شعور عطا کیا ہے اور یہ عقل وشعور انسان کی راہنمائی کرتا ہے..... کہ اسے معرفت حاصل کرنی چاہیے اور یہی عقل وشعور ہے جو اسے حجت ظاہر کی اطاعت اور معرفت کرنے پر آمادہ کرتا ہے کہ وہ جب کوئی معجزہ دیکھے تو پھر وہ اس پر ایمان لے آئے اور حجت ظاہر جو ہے وہ کبھی تو لوگوں میں موجود ہوتی ہے اور کبھی موجود تو ہوتی ہے اور لوگوں میں ہوتی ہے لیکن ان کی پہچان نہیں ہے اور اس وقت ہم جس دور سے گزر رہے ہیں کہ حضرت حجت حق علیہ السلام اسی جہاں میں موجود ہیں لیکن ان کی شناخت ہمیں نہیں ہے.....قرآن مجید میں ایک مشہور آیت ہے سورہ ہود میں جسے ہم نے کل کے خطبے میں بتایا تھا اور کل سورہ انا انزلنا کے بارے بھی بتایا تھا۔

بقیۃ اللہ خیر کے بارے:

اب اس آیت کے بارے میں بھی تھوڑی سی روشنی ڈال دیں..... بڑی واضح سی آیت ہے کہ ارشاد رب العزت ہے کہ'' **بقیة الله خیرلکم ان کنتم مومنین**" کہ خدا کا بقیہ تمہارے لیے بہتر و خیر ہے اگر تم مومن ہو تو..... ظاہر ہے کہ اس کے لفظوں سے بھی ظاہر ہے کہ اللہ کا جو بقیہ ہے یعنی کوئی ایسی چیز ہے جسے اللہ تبارک وتعالی نے باقی رکھا ہوا ہے قرآن تو لوگوں کے درمیان ہے۔ اور قرآن کو تو بقیہ نہیں کہیں گے کیونکہ وہ تو لوگوں کے سامنے موجود ہے باقی تو اسے کہا جاتا ہے..... جو سامنے نہ ہو جب کہتے ہیں کہ یہ فلاں چیز باقی ہے یعنی ابھی اسے دیا نہیں گیا اور اس سے مراد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی نہیں کیونکہ وہ تو گزر چکے ہیں تو پھر ہمیں اس بات کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ اللہ تعالی کا کوئی نمائندہ ہے جسے اللہ تعالی نے باقی رکھا ہوا ہے اور اس کی جو بقا ہے..... وہ تمہارے لیے بہتر ہے خطاب کس کو ہے ظاہر ہے اسی دور کے انسانوں کے لیے قرآن آیا ہے قرآن امت مسلمہ کے لیے آیا ہے۔ یہ کتاب کتاب اسلام ہے یہ دین کی کتاب ہے اسی دین پر چلنے والوں کے لیے یہ کتاب ہے۔ اور انہی کو خطاب ہے کہ خیرلکم اللہ نے جس کو باقی رکھا ہوا ہے وہ تمہارے لیے بہترین ہے آگے ایک شرط ہے کہ **ان کنتم مومنین** اگر تم مومن ہو..... یعنی تم خدا کی قدرت پر ایمان رکھتے، ہو غیب پر ایمان لائے ہو، تو ان کے لیے جو ایمان لائے ہیں اللہ تعالی نے ذخیرہ کر کے رکھا ہے اور وہ بہترین ہے۔

اسی لیے بہت ساری روایات میں آیا ہے کہ جس میں اس آیت کی تفسیر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے مراد میرا وہ وصی علیہ السلام ہے جو میرا ہم نام ہے جن کی کنیت میری کنیت پر ہے، جو زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے اور پھر اس دور کے فتنے ایسے ہوں گے جس طرح گھٹا ٹوپ اندھیرے اور تاریکیاں ایسی ہوں گی..... کہ جس میں روشنی انکو ڈھونڈنے سے نہیں ملے گی اور خود دین پر چلنا ان کے لیے ایسے ہوگا جیسے ہاتھ پر انگارا رکھنا اور ایسی مشکل حالت میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں

کہ میرے فرزند کی طرف رجوع کرو تمہاری مشکلات بھی حل ہوں گی اور جن کا ایمان ہے کہ اللہ تبارک وتعالی نے اپنا ایک نمائندہ اس زمین پر رکھا ہوا ہے اور وہ نمائندہ ہماری دستگیری بھی فرماتا ہے اور ہماری مشکلات کو حل کرنے کے لیے اللہ تبارک وتعالی اس کے توسل کے ذریعے سے ہم پر رحم فرماتا ہے تو ان کے دل میں ایک اطمینان اور سکون پیدا ہوتا ہے اور اس طرح ان روایات میں آیا ہے جو لوگوں کی ذمہ داریوں کے بارے میں ہیں، اسے ہم انشا اللہ ذمہ داریوں کے باب میں بیان کریں گے کہ جب بھی تم کسی مشکل اور پریشانی میں مبتلا ہو جاؤ تو اور پروردگار سے سوال کرو۔ تو پروردگار کو اس کی آخری حجت علیہ السلام کا واسطہ دے کر اور آخری حجت علیہ السلام کو خطاب کر کے کہو کہ یا مولا یا صاحب الزمان (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) ..... اے صاحب الزمان آپ اللہ سے سوال کریں، آپ اللہ سے میرے لیے سوال کریں، آپ مجھے پکڑ لیں، میں ہلاکت میں گر رہا ہوں۔ میں بربادی کی طرف جا رہا ہوں بہ نام اللہ تبارک وتعالی میری دستگیری کریں، حکم یہ ہے کہ توسل جو کیا جائے وہ آخری حجت سے کیا جائے خداوندان کے توسل اور وسیلے سے حاجات کو پورا فرماتا ہے۔ (صلواۃ)

امام زمانہ (عج) کی خصوصیات:

امام علیہ السلام کی خصوصیات میں سے ہے کہ آپ کے سر پر بادل کا سایہ ہوگا اور آپ کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح نورانی ہوگا، جب آپؑ کا ظہور ہوگا اور آپ تشریف لائیں گے تو چالیس سال کے لگ بھگ کے جوان معلوم ہوں گے اور یہ اس لیے کہ کل بھی ایک روایت میں تھا کہ اللہ تبارک وتعالی اپنے بندگان کو بتائے کہ وہ قادر ہے، اس پر کہ ایک شخص جس کی اتنی عمر ہو چکی ہو وہ اسے چالیس سال کے سن وسال میں ظاہر فرمائے ..... ویسے بھی سائنسی اعتبار سے یہ بات ثابت ہے کہ انسان کے جسم میں ایسی صلاحیت موجود ہے کہ وہ ہمیشہ ایک جیسی حالت میں رہے اور آج کے دور میں اس کو مخصوص حالت میں رکھ کر اس کی وہی تازگی ہمیشہ برقرار رہتی ہے اگر انسان اپنے دماغ

اوراس عقل کو جو اللہ نے عطا اسے کی ہے استعمال کرے تو وہ ایسی چیزیں بنالیتا ہے جن کے ذریعے وہ چیزوں کی تازگی برقرار رکھے تو اس طرح انسان کے اس جسم کے حوالے سے بھی ہے..... کہ اللہ تعالی اپنی قدرت کاملہ اور قدرت نافذہ کے ذریعے جس کے بارے میں چاہے وہ اسے حفاظت میں رکھ سکتا ہے قرآن مجید میں اس بارے میں انبیا کے قصے موجود ہیں اور خود اصحاب کہف کا قصہ کہ اصحاب کہف اتنے سو سال سے سو رہے ہیں جب وہ اُٹھے تو انہوں نے سمجھا کہ ہم ابھی سوئے تھے اور وہ جوان ہی تھے جب کہ ان پر تین سو سال والا اثر نہیں رہا تھا اور اسی طرح حضرت عزیر جب اٹھے تو انہوں نے سمجھا کہ ہم ابھی سوئے تھے اور وہ اُٹھ گئے یہ ساری باتیں جو ہم پڑھتے ہیں تو آخری حجت علیہ السلام کے بارے میں بھی اس طرح ہے پس ہمیں اطمینان حاصل کر لینا چاہیے نہ کہ ہم شک کی نگاہ سے دیکھیں۔ (صلواۃ)

امام زمانہ (عج) کے ہمراہی:

آپ کے بارے میں ہے کہ آپ کے ساتھ ہمیشہ کوئی نہ کوئی بڑی شخصیت رہتی ہے آپ کے جو سب سے بڑے مونس وغمخوار بنائے گئے ہیں وہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں اور حضرت خضرؑ کے علاوہ بھی روایات میں ہے کہ چالیس ابدال ایسے ہیں جو امام کے ساتھ ہیں مختلف ڈیوٹیاں امام کی طرف سے ان کے سپرد ہوتی ہیں..... جب ایک اٹھ جاتا ہے تو اس کی جگہ دوسرا لیتا ہے اور جب بھی کوئی ملاقات کے بارے واقعہ پڑھتے ہیں کہ جنہوں نے امام علیہ السلام سے ملاقات کی ہے وہ کہتے ہیں انہوں نے دو افراد کو آپ کے ہمراہ دیکھا انہوں نے کبھی امامؑ کو اکیلے نہیں دیکھا بلکہ امامؑ کے ساتھ کوئی نہ کوئی ضرور ہوتا ہے اللہ تبارک وتعالی نے اس تنہائی کو دور کرنے کے لیے آپ کے لیے ساتھی قرار دیے ہیں۔

مشاہدہ والی روایت کا مفہوم و معنی:

میں پہلے پڑھ چکا ہوں کہ جو شخص غیبت میں مشاہدہ والا ادعاء کرے تو اس کو جھٹلاؤ وہ جھوٹا ہے..... یہ بات ایک طرف ہے اور اس کے ساتھ سینکڑوں ایسے واقعات کتابوں میں موجود ہیں اور لوگ آج بھی بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے امامؑ سے ملاقات کی امام علیہ السلام سے باتیں ہوئیں، امامؑ کا دیدار ہوا، ان دونوں باتوں کے درمیان جمع کیسے ہو؟ کیونکہ مشاہدہ کو جھٹلانے والی روایت بھی تو درست ہے اور وہ جو واقعات ان کے بھی شاہد موجود ہیں تو اس بارے علماء کرام نے بتایا ہے کہ مشاہدہ جس کی تردید کی گئی ہے تو وہ اس حوالے سے ہے کہ اس کے بیان کا ماحول یہ تھا کہ بعض اوقات جو حدیث بیان ہوتی ہے اس کے بیان کا جو ماحول ہوتا ہے..... وہ بات اس پیرائے میں ہو رہی ہوتی ہے۔ اسی کو مدنظر رکھ کر اس حدیث کا معنی لیا جاتا ہے..... بات ہو رہی تھی کہ حضرت علی بن محمد السمری سے امام فرما رہے تھے کہ تم چھ دن بعد فوت ہو جاؤ گے اب سوال یہ تھا کہ ان کے بعد کون نائب ہوگا اس جگہ نیابت خصوصی کا سوال تھا جب کہ نیابت کا سلسلہ اس جگہ ختم ہو رہا تھا تو اس بات کے جواب میں مولاؑ یہ فرماتے ہیں..... کہ اگر کوئی مشاہدے کا دعوی کرے اور یہ اعلان کرے کہ میں ان (امام علیہ السلام سے) سے نمائندگی کر رہا ہوں تو کیونکہ بات نائب کی ہو رہی تھی۔ اسی حوالے سے یہ بیان تھا کیونکہ امام کے جو نائب گزرے ہیں تو ہر نائب امام علیہ السلام سے ملتا تھا اور باقی لوگوں کے خطوط اور لوگوں کے جو سوالات ہوتے تھے وہ امام علیہ السلام تک پہنچاتے تھے اور پھر ان کے جواب امام علیہ السلام تک پہنچاتے تھے یعنی ان کو ایک خصوصی نیابت ملی ہوتی تھی اور وہ سب لوگوں کے لیے واسطہ تھے اور ویسے کچھ ایسے بھی تھے جن کے پاس مولاؑ کے خصوصی خط پہنچتے تھے لیکن وہ خصوصی نائب نہیں کہلاتے تھے۔ اور یہ سلسلہ جب چوتھے تک پہنچا تو یہ سوال فطری تھا کہ اب کون واسطہ ہوگا؟ جب کہ بتانا چاہتے ہیں..... کہ اب چوتھے کے بعد یہ سلسلہ نہیں ہوگا کہ کوئی موجود ہے جو لوگوں کے خطوط امام علیہ السلام کے پاس لے جاتا ہو اور امام علیہ السلام

کے پاس لوگوں کے سوالات لے جاتا ہو اور لوگوں کے مسائل پہنچاتا ہو تو اصل بات جس کی تردید کی جارہی ہے وہ نیابت ہے اور اس وقت بہت سارے دعویدار بھی موجود تھے اور وہ کہتے تھے کہ ہمارے پاس امام علیہ السلام کی خصوصی نیابت ہے بظاہر وہ بہت نیک لوگ تھے آئمہ کے اصحاب میں سے تھے اور ان کے لیے یہ تردید آئی ہے ورنہ خود روایات میں ہے کہ جیسے جیسے امام علیہ السلام کا ظہور قریب ہوتا جائے گا تو مولاؑ اپنے ناصران کو ملاقات شرف بخشیں گے، ان کو مولاؑ کا دیدار بھی ہوگا اور ملاقات بھی ہوگی یہ سارے واقعات موجود ہیں۔

چونکہ روایت نفی کرنے کے بارے ہے اس لیے کسی نے نہیں کہا کہ میں نے خصوصاً ملاقات کی ہے..... بلکہ بزرگ علما جتنے گزرے ہیں، اگر انہیں زیارت کا شرف ملا تو وہ یہ کہہ گئے کہ جب ہم مرجائیں تو ہمارے مرنے کے بعد ان واقعات کو عام کرنا کچھ ایسے بھی ہیں جنہوں نے اپنے زندگی میں بھی ان واقعات کا تذکرہ کر دیا ہے اور معلوم ہے کہ وہ جھوٹ نہیں بولتے، اور اب ایسا بھی نہیں ہے کہ امامؑ کسی کو شرف ملاقات نہیں بخشیں گے..... یہ تو اس ظرف میں ہے کہ اس میں کتنی صلاحیت ہے اس کے ظرف کو دیکھو امام علیہ السلام جو ہیں وہ تعارف بھی کروا سکتے ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ امامؑ کے جانے کے بعد ایسا ہو اور ایسے واقعات بھی بہت سے ہیں کہ ایک مومن محمد تقی ایران کے ہیں بہلول ان کا لقب ہے ان کی تقریباً ۱۲۵ سال عمر ہے اور ان کے بارے بہت سارے واقعات ہیں اور لوگ ان کی تلاش میں رہتے ہیں..... ابھی پچھلے دنوں پتہ چلا کہ وہ کراچی پہنچے ہوئے تھے کہ خیر ہمیں تو پتہ نہیں چلا پھر دیکھا تو وہ بمبی پہنچے ہوئے تھے اور وہ ایسے ہیں کہ اپنی جگہ بھی کسی کو نہیں بتاتے اور اگر کسی کو پتہ چل جائے کہ یہ محمد تقی بہلول ہیں تو اس کے پیچھے خلقت لگ جائے۔ یعنی وہ ایک ایسے شخص ہیں جو لگتا ہے امامؑ کے خادمان سے ہیں کہ وہ خود اس کا اعلان نہیں کرتے کہ میری امامؑ سے ملاقات ہے لیکن ان کے کام اور ان کے اعمال بتاتے ہیں..... کہ ان کا امامؑ سے ایک ربط اور تعلق ہے۔

ایک بات اور بھی ہے کہ یہ جو نفی ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ یہ کیسے کہہ دے کہ میں بھی امامؑ سے احکام لیتا ہوں اور خود احکام بتانا شروع کر دے کہ یہ چیز حلال ہے اور یہ حرام ہے اس کی اجازت نہیں ہے اور باقاعدہ حکم ہے کہ جو کوئی ایسی بات کہتا ہے اس کو رد کریں اور جو کچھ کتب حدیث میں ہے کہ اچانک امام علیہ السلام کا ظہور پرنور نہیں ہوگا یہی اجتہاد کا سلسلہ اور یہی مجتہدین کے فتاوے اور انہی میں اللہ کا حکم ہے جس مجتہد کا حکم، فتویٰ، اللہ کے حکم واقعی کے مطابق ہوگا اسے دو ثواب ملیں گے اور جس کا حکم اللہ کے حکم کے مطابق نہیں ہوگا..... اس کو ایک ثواب ملے گا کہ اس نے آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تیسوں کو ہدایت اور راہنمائی دینے کے لیے زحمت اٹھائی اور پوری دیانت سے ان مسائل کے بارے جو شریعت کے احکام اور مسائل تھے وہ ان تک پہنچائے بہرحال یہ روایت کے حوالے سے ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ نہ ہی روئیت ممنوع ہے اور نہ ہی ملاقات ممنوع ہے، جب مولاؑ موجود ہیں تو پھر ملاقات بھی ہو سکتی ہے لیکن اگر کوئی شخص دعوی شروع کر دے اور وہ بھی نمائندگی کا دعویٰ کرے اور امام علیہ السلام سے خطوط لے آئے یہ ساری چیزیں نہیں ہیں ایسے امور کی تردید ہوئی ہے کیونکہ اس سے کافی منفی اثرات بھی مرتب ہوتے ہیں۔ ہمارا مذہب اس بات کی اجازت نہیں دیتا اس سے لوگوں کے گمراہ ہونے کا اندیشہ ہے۔

امام علی زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

لا تاتین الفتن کقطع اللیل المظلم الا من أخذ الله میثاقا فتنے اور سازشیں اور راہ حق سے بھٹکانے والے امور اس طرح ٹوٹ پڑیں گے..... جیسے رات کی تاریکیاں، ان فتنوں اور سازشوں سے نجات نہیں پائے گا مگر وہ جسے اللہ نے عہد و پیمان دیا ہے، وہ نجات پانے والے ہوں گے..... وہ رہنما بنیں گے ایسے افراد ہدایت کے چراغ اور علم کے سرچشمہ ہیں، غیبت امامؑ کے زمانہ میں وہ لوگ ہوں گے جو فتنوں میں نہیں بھٹکیں گے جو فتنوں کا مقابلہ کریں گے نہ فقط خود نہیں بھٹکیں گے بلکہ باقی لوگوں

کے لیے بھی ہدایت کا کام دیں گے وہ ان کے لیے رہنما ہوں گے، ظاہر ہے ان سے مراد بزرگ علماء اور مجتہدین ہیں کہ جنہوں نے ہمیشہ یتیمان آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر دور میں ہلاکت سے بچایا ہے فتنوں میں اُمت مسلمہ کے بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہ حق کی نشاندہی کی۔

ینجیھم اللہ من کل فتنۃ اللہ ان کو ہر فتنہ سے نجات دے گا، محفوظ رکھے گا، پھر مولا علیہ السلام ظہور کے حوالے سے فرماتے ہیں اور اس حالت کی منظر کشی فرما رہے ہیں کہ جب امام علیہ السلام کے ظہور کا وقت قریب آئے گا اور امام علیہ السلام تشریف لائیں گے اور اپنے مرکز کی طرف تشریف لے آئیں گے کیونکہ حکومت کا جو مرکز بننا ہے وہ نجف اشرف اور کوفہ ہے۔ روایات میں ہے کہ کوفہ اور کربلا کے درمیان میں ایک ایسی مسجد امام علیہ السلام تعمیر فرمائیں گے جس کا ایک ہزار دروازہ ہوگا، اس میں لاکھوں افراد نماز پڑھ سکیں گے، دور دور کے لوگ مختلف شہروں اور ملکوں سے اپنی سواریوں کے ذریعے وہاں پہنچیں گے اور نماز جمعہ امامؑ کی امامت میں ادا کریں گے اور جو ایک نماز جمعہ سے رہ جائیں گے وہ اگلے جمعہ کا انتظار کریں گے، کہ جمعہ امامؑ کے پیچھے پڑھ کر واپس گھروں کو جائیں انشاء اللہ خدا ہم سب کو توفیق دے کہ ہم سب وہ سہانے منظر دیکھیں۔ مولاؑ فرماتے ہیں **قد علی علی فوق نجفکم** میں ظہر کو (کوفہ کی پشت پر) دیکھ رہا ہو کہ تمہارے نجف پر جو کوفہ کی پشت میں ہے وہ اپنے بلند منبر پر فائز ہیں۔

علی زین العابدین علیہ السلام کی حدیث میں ہے آپ ایک ایسے گھوڑے پر سوار ہونگے جس کی آنکھوں سے نور کی لائٹیں ساطع ہونگی، اس پر آپ خطبہ دیں گے اور اس خطبہ کی آواز دنیا کے ہر کونے میں پہنچے گی ایسے محسوس ہوگا کہ حضرتؑ ہمارے پاس موجود ہیں اور ہمیں خطاب کر رہے ہیں اور کیونکہ انکا خطاب عربی میں ہوگا ہر شخص اپنی زبان میں اس کا معنی و مفہوم سمجھ لے گا۔ یعنی مولاؑ نے فرمایا کشمر اخ یعنی تیز روشنی والا، کوئی ایسی ایجادات تو نہیں تھیں کہ ان کا حوالے دے لوگوں کو سمجھا سکیں جب کہ آج تو اس بات

کو سمجھنا کتنا آسان ہے سب کچھ آج ایجاد ہو چکا ہے اور جب مولاؑ تشریف لائیں گے اس وقت ان کے پاس جو آلات ہونگے وہ آلات جوان کی دسترس میں ہونگے وہ ہزار گنا ان سے بہتر ہونگے جو آج ہمارے پاس ہیں آج بھی ایسا ہے کہ ہر زبان والا ہر زبان کو اپنی زبان میں سمجھتا ہے جب کہ تقریر کرنے والا اپنی زبان میں گفتگو کر رہا ہوتا ہے امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ تین سو تیرہ افراد ہونگے روایت میں تین سو تیرہ کا ذکر بہت زیادہ آیا ہے لیکن یہ خاص اصحاب تین سو تیرہ ہیں یعنی مولا کے خواص تین سو تیرہ ہونگے۔ یہ خواص کے بارے میں ہے کہ **هم الحكام والقضاة والمجتهدون** بعض روایت میں ہے کہ ان تین سو تیرہ میں سے بعض خواتین بھی ہونگی بعض میں ہے کہ ۴۵ خواتین ہونگی بہرحال وہ کیسے ہونگے؟ روایت کہتی ہے وہ حکمران ہونگے، قضاۃ ہونگے، فقہا ہونگے، یہ وہ خواص ہونگے کہ جن کو مختلف ذمہ داریاں دی جائیں گی وہ مختلف علاقوں میں جا کر امام کی نیابت میں اپنی ذمہ داری کو پورا کریں گے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ''**جبرائيل عن يمينه وميكائيل عن شماله**'' جبرائیلؑ آپ کی دائیں طرف ہوگا اور میکائیلؑ آپ کے بائیں طرف ہوگا ''اسرافیل امامہ'' اور عزرائیلؑ وراۂ اسرافیلؑ آپ کے سامنے ہونگے آپؑ کے ساتھ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پرچم ہوگا کسی بھی مخالف گروپ کا رخ نہیں کریں گے مگر یہ کہ اللہ ان کے ذریعے ان کو ہلاک کر دے گا۔

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

اوصیاء الذین ہم بعد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ اوصیا جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہیں وہ فرماتے ہیں **كاوصياء عيسىٰ** جس طرح عیسیٰؑ کے اوصیا بارہ تھے۔ اسی طرح آخری پیغمبر کے اوصیا بھی بارہ ہونگے **يكون بعد الحسين تسعة** امام حسین علیہ السلام کے بعد نو امام ہیں **تاسعهم قائمهم** ان کا جو نواں ہے..... وہ ان کا قائم ہے ''**هذا مولود فی**

آخر الزمان ھوالمھدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) ''جو آخری زمانے کا مولود ہے اور وہ مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) ہیں جو اسی عترت طاہرہ سے ہیں.....ان کے لیے حیرانگی اور غیبت ہوگی بہت سارے لوگ گمراہ ہو جائیں گے مدت کے طولانی ہونے کی وجہ سے

حضرتؑ کی آمد کی خبر حضرت ادریسؑ نے دی، حضرت ادریسؑ اپنی قوم سے اپنے پیروکاروں کو خبر دیکر گئے کہ میرے بعد نوحؑ نے آنا ہے اور عجب بات ہے کہ ہر پیغمبر نے اپنی قوم کی خبر دی کہ ظلم ختم ہوگا اور اس کے خاتمے کے لیے ان کے دور میں ایک قائم ظاہر ہوگا اور وہ اتنے عرصے بعد آئے گا جو آئے گا اور تمہیں ظلم سے نجات دیگا جب نوح کے آنے سے پہلے اتنے لوگ بھٹک گئے اس وجہ سے کہ دیر ہو رہی ہے۔ اب جب نوح تشریف لے آئے اور اتنے سال تبلیغ کی بہت تھوڑے لوگ نوح کے کہنے پر مومن بنے ہر آزمائش میں اس طرح فارغ ہوتے گئے جس طرح آٹے کو چھاننے کے لیے چھلنی ہوتی ہے اسی طرح چھلنی کیا گیا پہلے کہا کہ کھجوریں لگاؤ کھجوریں لگائی گئیں جب بڑی ہو گئیں کہا کہ دوبارہ گھٹلیاں لگاؤ اسی طرح تین سو چھ سو نو سو سال گزر گئے ہر صدی گزرنے کے بعد پیروکار آتے اور کہا کہ عذاب آئے گا کہاں آیا۔ وہ کافر تو بڑے مسلط ہیں آخر میں اللہ نے کشتی بنانے کا حکم دیا تو کہنے لگے کہ دیکھو کیسے خشک زمین پر کشتی بنائے گا۔ ہاں خود اپنا بیٹا اور بیوی بھی بگڑ گئے۔ گھر کے اندر سے مخالفت شروع ہوگئی۔ ابھی خدا کی قدرت پر اعتراض ہو رہا ہے، لیکن دیکھا دنیا نے وہیں کوفہ کے تنور سے پانی نکلا اور پانی ایسا نکلا کہ وہ پانی پھیلتا ہی گیا اور وہ کشتی تیرنے لگی اور کتنا جب تک اللہ نے چاہا وہ کشتی تیرتی ہی گئی نوح کے پیروکار وہ تھے جو خالص بندے تھے ان کو کشتی میں جگہ ملی۔ اہل بیت علیہم السلام کی مثال دی گئی سفینۃ النوح کی اہل بیت علیہم السلام کشتی نوح کی مانند ہیں جو اس کشتی میں سوار ہو گئے ظلمت و تاریکی کے گھٹا ٹوپ اندھیرے سے، کفر و نفاق کی جو تند و تیز لہریں ہیں جو پہاڑوں سے بھی بلند لہریں ہیں لوگ ان میں غرق ہوتے جا رہے ہیں شک و شبہ اور اس حوالے سے تو بچے گا وہی جو کشتی اہل بیت علیہ السلام پر سوار ہوگا.....اور امام آخر

الزمان (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) اسی کشتی کے چلانے والے ہیں اور خداوند عالم ہمیں اسی کشتی میں سوار کرے (آمین) صلواۃ

کچھ لوگ گمراہ ہو جائیں گے اور کچھ قائم رہیں گے راوی سے کہتے ہیں کہ آپ کو خوشخبری ہو جو شخص وہ زمانہ پالے وہ جو اپنے وقت کے امام کے زمانہ علیہ السلام کو پالے..... وہ خوش بخت ہے پھر فرماتے ہیں یہ بارہواںؑ جو ہے اس کے پیچھے عیسیٰ ابن مریمؑ نماز پڑھیں گے۔ آپ پر ہے کہ تم پھر اس کی سنت پر چلنا اور قرآن پر چلنا وہ آ کے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو زندہ کریں گے۔

ہم زیارت میں پڑھتے ہیں ''**السلام علی الحق الجدید**'' ہمارا سلام ہو حق جدید پر یعنی اسلام وہی ہوگا جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لائے ہیں لیکن اس میں اتنا بگاڑ ہو چکا ہوگا کہ جب امام زمانہ علیہ السلام اس پر عمل شروع کریں گے تو لوگوں کو ہر چیز نئی نظر آئے گی وہ کہیں گے کہ یہ نیا دین ہے لیکن حقیقت میں یہ وہی دین ہوگا نیا حق نہیں ہوگا۔ بلکہ حق پر ظلمت، نفاق، الحاد کی اتنی تہیں نظر آئیں گی۔ اور وہ اتنا میلا ہو چکا ہوگا۔ اور اتنی تہیں اس پر بیٹھ چکی ہونگی کہ لوگ اصل حق کو غیر حق سمجھ بیٹھے ہونگے حق پردوں کے نیچے چھپ چکا ہوگا امام علیہ السلام تشریف لائیں گے زمین کی ظلمتیں چھٹ جائیں گی اور پردے ہٹیں گے اور وہ حق تر و تازہ ہو کر سامنے آئے گا تو اس انداز سے حق کو سامنے لائیں گے کہ لوگ کہہ اٹھیں گے کہ ''**السلام علیك ایھاالحق الجدید**'' صلواۃ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

جو سارے آئمہ علیہم السلام کا اقرار کرے لیکن آخری امام کا انکار کر دے تو گویا اس نے تمام آئمہ علیہم السلام کا انکار کیا گویا سارے پیغمبروں کو مانے لیکن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کر دے۔ ساتویں کے پانچویں بیٹے ہیں مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) اور خود وہ غائب ہونگے انکا نام لینا کھلے عام تمہارے لیے جائز نہیں ہوگا۔ اس نام کو نہ لینے میں بھی حکمت ہے کیونکہ آپ کی حفاظت مطلوب تھی۔ لہذا مختلف القاب سے ماننے والے آپؑ کو یاد

کرتے تھے..... ناحیہ مقدسہ سے یہ خط آیا ہے کہ قائم آل محمدؐ کی یہ بات ہے..... بقیۃ اللہ علیہ السلام کہ یہ بات ہے..... یعنی القاب سے یاد کرتے تھے۔ اب بھی احترام کی خاطر امام علیہ السلام کا نام نہیں لینا چاہیے۔ بلکہ القاب سے یاد کرنا چاہیے۔

دیکھیں کہ ہر امام علیہ السلام آپؑ کا کتنا احترام کرتے تھے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے جب آپ کا اسم گرامی لیا جاتا تھا..... لقب پکارا جاتا تھا تو آپ صلواۃ پڑھتے تھے اور فرماتے تھے میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے سامنے جب آپؑ کا تذکرہ ہوتا ہے تو آپ فرماتے کہ اللہ ہمیں اتنی عمر دے کہ ہم موجود ہوں..... اور ان کی فوج کے کمانڈر ہوں۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے سامنے ان کے دور میں جب آپؑ کا نام لیا جاتا تھا تو آپ کھڑے ہو کر دونوں ہاتھوں کو پیشانی پر رکھ کر آپ پر سلام کرتے تھے۔

امام علی علیہ السلام کا فرمان:

تو اب آپ دیکھیں کہ امام علی علیہ السلام کس طرح حجت علیہ السلام کی تعریف کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی برکت سے مخلوق کو روزی مل رہی ہے..... یعنی پوری کائنات سارے کُرات، دریا، یہ تمام چیزیں ان کی وجہ سے ثابت اور قائم ہے۔ اور پھر فرماتے ہیں مجھے کتنا شوق ہے ان کے دیدار کا..... اور ہم بد بخت ہیں کہ آئمہ تو اس قدر امام مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے بارے اپنے شوق کا اظہار کریں..... اور ہم اس امام علیہ السلام کی کیسی رعیت ہیں نہ تو ہمیں ان کے دیدار کا شوق ہے۔ نہ ان کی ملاقات کا شوق ہے۔ نہ ان کو یاد کرنیکا خیال آتا ہے۔ اور نہ ان کی معرفت حاصل کرنیکا خیال آتا ہے..... نہ ان کو یاد کرنیکا خیال آتا ہے اور نہ ان کی معرفت حاصل کرنے کا خیال آتا ہے۔ اور ہمیں ان کے حقوق کا پتہ ہی نہیں ہے۔ جو کہ ہم پر عائد ہیں۔ صلواۃ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

اللہ تعالی نے چودہ نور..... کئی ہزار سال قبل از تخلیق مخلوق خلق فرمائے جو ہمارے ارواح تھے۔تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پورے نام لیے۔محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، علی علیہ السلام، فاطمہ (صلواۃ اللہ علیہا)، حسن علیہ السلام آخرھم القائم علیہ السلام جو ایک غیبت کے بعد قیام فرمائیں گے دجال کو قتل کریں گے، باطل پر چلنے والے اس میں شک کرینگے پھر اللہ ان کو ظاہر کریں گے اللہ تبارک وتعالی تمام مشارق ومغارب کو ان کے تابع کردے گا..... اور روح اللہ حضرت عیسیٰ بن مریم آسمان سے اتریں گے اور ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے زمین اپنے ربّ کے نور سے چمک اُٹھے گی اور اس کی ظلمت ختم ہو جائے گی۔

یہ ظلمت کفر کی وجہ سے ہے، یہ تاریکی معنوی تاریکی ہے سب اندھیرے میں ڈوبے ہوئے ہیں بجلی کی روشنی مادی روشنی ہے..... روحانیت اور معنویت کے حوالے سے زمین مردگی کا شکار ہے، جہاں ظلم ہے وہاں مردگی ہے..... اور زمین کا کوئی بھی حصہ جہاں پر غیر خدا کی عبادت ہو۔وہ نہیں ہوگا مگر وہاں اللہ کی عبادت ہوگی سارا کا سارا دین اللہ کا ہوگا اگرچہ مشرکین اسے ناپسند ہی کیوں نہ کریں۔

اللہ آسمانوں اور زمین کی برکت لائے گا اور آسمان سے بارش ہوگی اور زمین اپنے بیج اگائے گی حتی کہ جنگل کے جانور درندوں سے محفوظ ہوں گے..... اللہ اپنی اس حجۃ علیہ السلام کے ذریعہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا۔جس طرح ظلم اور جور سے بھر چکی ہوگی جب نور خدا کا ظہور ہوگا تو ظلمت کی رات ختم ہوگی۔

یا اللہ تاریک رات کی مدت طولانی ہوگئی ہے کیا صبح نور طلوع ہونے والی نہیں ہے؟ یقیناً طلوع ہونیوالی ہے..... تمام آئمہ علیہم السلام کو اس وقت کی انتظار تھی اور زمین کا ذرہ ذرہ امن کا گہوارہ بننے کے لیے امام آخر علیہ السلام کا منتظر ہے۔

مصائب:

حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام نے دین کو بچانے کے لیے بڑی تکلیفیں اٹھائیں جتنی تکلیفیں امام علی زین العابدین علیہ السلام کو اٹھانا پڑیں کسی اور کو نہیں اٹھانا پڑیں ایک جملہ ہے جو کہ دردوں کا اظہار ہے مولاؑ فرماتے ہیں..... کہ خدا کی قسم جب میں گھر میں جاتا ہوں اور گھر میں جا کر پھوپھیوں، ماؤں اور بہنوں کو دیکھتا ہوں تو ان کا وہ سہم کر خوف زدہ ہو کر دوڑنا میں نہیں بھولتا آپ اگر ذہن میں اس بات کو لے آئیں کہ کوئی نامحرم کسی پردہ دار کے گھر میں داخل ہو جائے اور وہاں پر چند عورتیں موجود ہوں تو وہ دوڑ کر نامحرموں سے اپنا پردہ بچانے کی کوشش کریں گی..... مولا علی زین العابدین علیہ السلام اسی منظر کو بیان کر رہے ہیں آپؑ فرماتے ہیں۔ جب میں اپنی ماؤں اور پھوپھیوں، بہنوں کو دیکھتا ہوں تو مجھے یاد آ جاتا ہے کہ میں نے وہ دردناک ماحول دیکھا تھا جب عمر بن سعد ملعون کے فوجی خیام پر ٹوٹ پڑے اور پردہ دار بیبیاں کہتی رہی ہیں ہم پردہ دار ہیں جو تمہیں چاہیے ہم خود دے دیتی ہیں..... بلکہ بیبیوں نے پہلے ہی چادروں میں سارا سامان باندھ دیا تھا اور جب یہ لوٹنے کے لیے خیام کی طرف آئے تو بیبیوں نے اپنی کنیزوں کے ذریعہ سارا سامان خیموں کے باہر رکھوا دیا تھا اور کہا تھا جو کچھ ہمارے خیموں میں تھا وہ ہم تمہیں دے رہی ہیں خیام میں داخل نہ ہونا ہم پردہ دار ہیں ہم سید زادیاں ہیں، عجیب لوگ تھے جو کلمہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی پڑھتے تھے لیکن سید ذادیوں کے پردہ کا لحاظ نہیں کیا خیام میں داخل ہو گئے ظاہر ہے کہ ایک جوان امامؑ کے لیے یہ سب سے بڑا درد تھا جس کو مولاؑ کبھی نہیں بھولے ہمیشہ اس درد کو یاد کرتے تھے اور فرماتے تھے میں وہ وقت کیسے بھولوں جب ظالم اندر داخل ہو گئے تھے اور پردہ دار کے لیے اپنا پردہ بچانا مشکل ہو گیا تھا۔

الا لعنة الله على القوم الظالمين

سيعلم الذين ظلموا اى منقلب ينقلبون

مجلس نمبر 6

عنوان : معرفت امام زمانہ علیہ السلام

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

﴿من مات ولم یعرف امام زمانه علیه السلام **مات میتة جاهلیة﴾**

''جو اپنے امامؑ کی معرفت کے بغیر مرا وہ جہالت کی موت مرا۔''

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ لیلۃ القدر پر ایمان لے آؤ کہ یہ وہ رات ہے کہ جس میں فرشتے اللہ کی طرف سے پورے سال کے معاملات اور امور لے کر اترتے ہیں ..... اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہتا ہے اور پھر فرمایا فرشتے ہر دور کے ولی علیہ السلام پر اترتے ہیں اور وہ ولاۃ اور والی بارہ ہیں پہلے علی علیہ السلام اور آخری مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) ہیں۔

اسی حوالے سے عرض ہے کہ قرآن مجید میں بہت ساری آیات ہیں جو معنی اور مفہوم کے اعتبار سے امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) پر صادق آتی ہیں ..... اور انشاء اللہ دوران گفتگو مختلف آیات ذکر کریں گے۔

سورہ قدر امام زمانہ علیہ السلام کے نام سے معروف ہے یعنی قرآن کی بعض سورتیں ہیں جو مختلف آئمہ علیہم السلام کے نام سے مخصوص ہیں اور یہ سورہ امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) سے مخصوص ہے۔ اور شاید یہ جو تاکید ہوئی ہے کہ ہر نماز کی پہلی رکعت میں سورہ الحمد کے بعد سورہ **انا انزلناہ** پڑھی جائے ..... اس میں بھی حکمت یہی ہو کہ یہ سورہ آخری امامؑ کے نام سے موسوم ہے اور لوگ جب پانچ وقت یہ پڑھیں گے تو اس کے معنی کی طرف توجہ ہو گی تو ان کا دل اپنے زمانے کے امامؑ پر عقیدہ سے روشن ہو گا دل سے مردگی، سیاہی اور تاریکی دور ہو جائے گی۔

ظاہر ہے کہ قرآن کے نزول کے بارے میں گفتگو ہے لیلۃ القدر کی شرافت اور عظمت کا تذکرہ ہے.....اور یہ خود ایک علیحدہ موضوع ہے۔شب قدر ایک ایسی رات ہے کہ جو فقط مسلمانوں کو ہی ملی۔کسی اور امت کو نہیں ملی کہ جس میں عبادت کرنا ہزار راتوں سے بہتر اور افضل ہے۔

یہاں جو آیت یہ کہہ رہی ہے۔

تنزل الملائكة والروح فيها بأذن ربهم من كل امر

قرآن کہہ رہا ہے کہ فرشتے اترتے ہیں اور روح نامی فرشتہ بھی اترتا ہے..... یہ ایک فرشتہ ہے جو باقی فرشتوں سے زیادہ بزرگ، برتر اور افضل ہے۔یا روحؑ سے مراد حضرت جبرائیلؑ ہیں۔زیادہ تر کا خیال یہ ہے کہ یہاں مراد روح القدس ہے اور جو ہر امامؑ کے ساتھ مامور ہوتا ہے اور اس فرشتے کی ڈیوٹی ہوتی ہے کہ وہ امام کے ساتھ رہے۔

بہرحال یہ باقی فرشتوں سے علیحدہ ایک محترم فرشتہ ہے اس لیے اس کا نام الگ لیا گیا ہے

(**تنزل الملائكة والروح**) فرشتے اترتے ہیں اور روح بھی اترتا ہے روح سے مراد یہ روح نہیں ہے کہ جو ہمارے جسم میں ہے.....جس سے انسان کو زندگی اور حیات ملی ہوئی ہے۔جب تک روح کا تعلق جسم اور بدن سے رہتا ہے ہم کہتے ہیں کہ یہ شخص زندہ ہے اور جسم سے روح کے نکالنے اور اس کے تعلق کے خاتمہ کو ہم موت کہتے ہیں اور اس روح کے بارے میں جب پوچھا گیا یہ کیا ہے؟ تو جواب دیا گیا کہ بس اتنا کہہ دو کہ **قل الروح من امر ربی** روح میرے اللہ کی ایک مخلوق ہے کیونکہ جب اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو خلق کیا مٹی سے ان کا جسد بنالیا تو پھر فرشتوں سے کہا کہ جب میں اپنی طرف سے روح اس وجود میں ڈال دوں تو پھر سب اس کے سامنے سجدہ میں گر جانا سب نے سجدہ کیا لیکن ابلیس اکڑ گیا اور کہا کہ اس کو میرے سامنے تو نے بنایا ہے مٹی سے اور میں تو آگ سے بنایا گیا ہوں اور وہیں پر اس نے قیاس کیا.....کہ آگ مٹی سے افضل ہے لہذا میں کیوں سجدہ کروں؟۔رب بھی تو ہے خالق بھی تو ہے۔لیکن مٹی کے

سامنے سجدہ نہ کروں گا اس نے تکبر کیا سجدہ کرنے سے انکار کیا تو وہ شیطان بن گیا اور آج بھی اس پر لعنت ہے اور آئندہ بھی ہوگی۔

تو کہنے کا مقصد یہ ے کہ ایک روح تو وہ ہے کہ اللہ کی مخلوق ہے کہ جس کے ذریعہ بے جان جسم کو جان ملی۔

یہاں پر فرشتوں کے ساتھ جس روح کا تذکرہ ہے یہ وہ روح نہیں ہے کیونکہ وہ تو ہر شخص میں ہوئی ہے۔ کونسی جگہ ہے جہاں وہ سب اترتے ہیں ہمیں اس کا علم نہیں وہ اترتے ہیں تصور تو اترنے کا دیا گیا ہے..... زمین پر اترتے ہیں کسی اور جگہ سے آتے ہیں کائنات تو اتنی وسیع ہے کہ آج تک جن کہکشاؤں کے بارے تحقیق ہو چکی ہے ان کی تعداد بھی ہزاروں میں ہے اور نہ ان کے فاصلے طے کر پائے ہیں کچھ عرصہ گزرتا ہے کہ ایک اور ستارے کا انکشاف ہو جاتا ہے یہ تو ایک راز الٰہی ہے لیکن یہ قرآن کے الفاظ ہیں۔

قرآن کی عظمت:

دیکھیں قرآن کا ایک ظاہری معنی ہے اور اس کے کئی معانی باطنی ہیں..... جن کے سات باطن ہیں جو عالم قرآن ہیں وہ اس کی معرفت کاملہ رکھتے ہیں وہ اس کے رازوں سے بھی آگاہ ہیں اس کی تفسیر وتشریح سے بھی آگاہ ہیں لیکن قرآن سادہ زبان میں آیا ہے عام زبان میں آیا ہے ہر شخص اپنی سمجھ کے مطابق قرآن سے اپنی ضرورت کے مطابق مطلب کو سمجھ سکتا ہے..... ایسا نہیں ہے کہ کوئی اسے سمجھ نہ سکتا ہو۔ جو شخص عربی جانتا ہے قواعد نحو سے واقف ہے تو قرآن اسے ضرور کچھ نہ کچھ دیتا ہے بلکہ قرآن کی تو یہ وصف ہے کہ جو معنی نہیں جانتا اور خالی ان لکھے ہوئے الفاظ کو دیکھے جو اسی سیاہی سے لکھے گئے ہیں جو ہم عام استعمال کرتے ہیں دیکھنے سے اس کی آنکھوں میں نورانیت پیدا ہوتی ہے اور اس دیکھنے والے کو فائدہ ملتا ہے۔ بصارت میں اضافہ ہوتا ہے، جہاں انسان کی ظاہری بصارت میں نگاہ کرنے سے اس کی نورانیت میں اضافہ ہوتا ہے وہاں قرآن کا پڑھنا دل کو پاک کرنے کے لیے بھی مؤثر ہے..... اس لیے بعض علماء اور عرفاء ولی نسخے

بتاتے ہیں کہ کس طرح انسان قرآن کے ذریعہ معرفت حاصل کرسکتا ہے اور اپنے دل کو پاک کرسکتا ہے۔

امام خمینیؒ نے بڑی تفصیل سے گفتگو کی ہے کہ جو شخص سالک الی اللہ ہے اور خدا تک پہنچنا چاہتا ہے۔ مادی دنیا میں گھرا ہوا ہے وہ خدا تک کیسے پہونچے تو انہوں نے بہت سارے نسخے بیان کیے ہیں ایک یہ بھی ہے کہ سورہ حشر کی آیت نمبر ۱۸ سے لے کر آخر تک کی آیات کو طلوع صبح کے درمیان یا رات کے آخری حصے میں فقط دیکھے زبان سے پڑھے نہیں آدھا گھنٹہ یا بیس منٹ اس طرح کرے زبان کی بجائے اس کا دل پڑھ رہا ہو بہت ساری ہماری باتیں ہیں ہم زبان سے کہہ رہے ہوتے ہیں ..... لیکن دل ہمارا ساتھ نہیں دے رہا ہوتا اس لیے اثر بھی نہیں ہوتا ہم سارا قرآن پڑھ دیتے ہیں لیکن اثر نہیں ہوتا حالانکہ قرآن شفا بھی ہے اس کے اپنے اثرات بھی ہیں ہمارا دل تاریک ہے اور اس دل کی تاریکی کو دور کرنے کے لیے امام خمینیؒ فرماتے ہیں کہ جس طرح چھوٹا بچہ ہوتا ہے اور اس کو والدہ اسے بلواتی ہے مختلف الفاظ اس سے کہلواتی ہے اسے کہتی ہے بولو بابا، اماں، بھائی، پانی، روٹی وغیرہ وہ یہ الفاظ بار بار دہراتی رہتی ہے تاکہ اس کی زبان بول پڑے۔

امام خمینیؒ نے بڑا اچھا جملہ فرمایا (بچے والی مثال) بہرحال جو شخص ان آیات کے دیکھنے اور دل سے پڑھنے کے عمل کو مسلسل کچھ عرصہ کرے گا اور ان معانی پر بھی اس کی نظر ہوگی تو اسے حیران کن فوائد نصیب ہونگے۔

حدیث میں ہے جس کی دو رکعت نماز قبول ہو جائے تو اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے لیکن وہ خالص نماز ہو۔ (خدا تمہیں نصیب کرے یا ان کے محبین سے بنائے) ایک شخص کہتا ہے کہ مجھے بڑی فکر تھی کہ کبھی تو دو رکعت نماز ایسی پڑھ لوں چاہے زندگی میں ایک دفعہ ہی کیوں نہ ہو اور علماء اخلاق نے یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک شخص مسجد کوفہ میں پہنچا۔ معتبر جگہ ہے وہاں پر نماز کا ثواب ہزار نمازوں کے برابر ہے اس نے وہاں کا انتخاب کیا اور خود کو خیالات سے پاک کیا۔ دور دراز کا سفر کر کے آیا کہ یہاں پر نماز

خالصتاً للہ پڑھے نماز میں کوئی خیال سوچ وغیرہ نہ آئے لیکن جب اس نے نماز شروع کر دی تو نماز شروع کرتے ہی فوراً اس کے خیال میں آیا کہ جب میں مسجد میں داخل ہوا تو اس مسجد کا مینارہ نہیں تھا وہیں اس نے مینارے کے لیے نقشہ بنانا شروع کیا اور سامان لانا شروع کیا اور نماز ہی میں مسجد کا مینارہ بنا ڈالا ..... لگتا ہے وہ معمار تھا ادھر اس نے کہا اسلام علیکم ورحمۃ اللہ اور ذہن میں مسجد کا مینارہ تیار ہو چکا تھا۔

یہی بدبختی ہم سب کی ہے کہ ہمارے دل میں ایمان ہے ہی نہیں امام خمینیؒ نے اپنی کتاب میں اس کو ثابت کیا ہے اس کی شرح امام خمینیؒ نے لکھی ہے جس کی پہلی جلد شائع ہو چکی ہے کتاب شرح جنود العقل والجہل میں اس کا تذکرہ موجود ہے یعنی عقل کے بھی ۷۵ سپاہی ہیں جہل کے بھی ۷۵ سپاہی ہیں۔ یہ حدیث اصول کافی میں موجود ہے۔

انہوں نے بیان کیا ہے کہ ہم میں ایمان ہی نہیں ہے ..... بلکہ فقط اسلام ہے یہ علم کہ خداوند عالم ہے قادر ہے اس کی صفات کا علم ہونا ایمان ہے یہ علم تو ابلیس کو بھی تھا اس کا کوئی فائدہ نہیں وہ جانتا تھا کہ خداوند ہے اس کی صفات کے بارے میں بھی وہ علم رکھتا تھا لیکن اس علم نے اسے کوئی فائدہ نہیں دیا۔ کیونکہ یہ علم اس کے دل میں نہیں تھا۔

پھر وہ فرماتے ہیں کہ کیسے ہم ایمان حاصل کریں اس کے لیے انہوں نے ایک عمل بتایا ہے۔ کہ قرآن کو دیکھنا نہ فقط آنکھ کی بینائی میں فائدہ کا سبب بنتا ہے بلکہ دل کے اندر نورانیت کو بھی قرار دیتا ہے۔

تو قرآن کی زبان سادہ ہے ہر دیکھنے والے کو کچھ نہ کچھ قرآن سے سمجھ آ جاتا ہے تو یہاں تو سادہ سے جملے میں کہا کہ۔ **تنزل الملائکة والروح** فرشتے اترتے ہیں اور روح بھی اترتا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ یہ ایک علیحدہ مخلوق ہے نازل ہوتی ہے یہ سب اسی رات اترتے ہیں پھر فرمایا۔

من کل امر : یہ امر کے ساتھ، امر کے ساتھ امر کا احکام، بات، حال، مسائل، لفظ امر ان سب کو شامل ہے اس کا مفہوم عام ہے۔ ہر امر لیکر اترتے ہیں اگر اس میں شک کرو

گے تو قرآن کے منکر بن جاؤ گے۔

اب اے مسلمان! خدا آپ کو ہدایت دے سوچو کہ یہ سب کس پر اترتے ہیں؟ سید افتخار کے پاس اترتے ہیں فلاں مہدی خان کے پاس یا فلاں مسجد کے مولانا کے پاس اترتے ہیں واہ ہمارے پاس فرشتہ آجائے تو گھر میں رونا پیٹنا شروع ہو جاتا ہے وہ تو ایک ہی وقت آتا ہے اور جب نظر آتا ہے۔ تو جان نکل جاتی ہے ''الملائکۃ'' سے مراد سارے فرشتے ہیں فرشتے ہی ایک ایسی مخلوق ہیں کہ جن کے ذریعہ خدا کی پوری کائنات کا نظام اسی طرح سے چل رہا ہے جسے آپ مشاہدہ کر رہے ہو اور بڑا فرشتہ روح بھی آتا ہے اب ڈھونڈو بھئی یہ سب کس کے پاس آتے ہیں..... اب آیت تو حذف نہیں کر سکتے، قرآن اترا ہے یہ تو ایک حسی چیز ہے، فرشتے اترتے رہے ہیں انبیاء پر اور ان کے اوصیاء کے پاس فرشتے آتے رہے۔

امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی غیبت کی مثال حضرت ادریس علیہ السلام کے ساتھ بھی دی جاتی ہے جب ان کے زمانہ میں ظلم بڑھ گیا آپؑ جابروں سے تنگ آ گئے تو غار میں جا چھپے تو وہاں پر فرشتہ آتا تھا جو آپ کے لیے کھانا اور پانی لے آتا تھا۔

فرشتہ جناب مریمؑ کے پاس آیا کرتا تھا جب حضرت زکریا علیہ السلام حضرت مریمؑ کے پاس آتے تھے تو ان کے پاس کھانا پڑا ہوتا تھا کھجوریں تر و تازہ پڑی ہوتی تھیں پوچھا یہ سب کچھ کہاں سے آیا ہے؟ تو جناب مریمؑ نے جواب دیا کہ اللہ بھیجتا ہے، کون لے کر آتا ہے؟ کہا فرشتے تو مطلب یہ ہوا کہ حضرت مریمؑ کے پاس بھی فرشتے آتے تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس، حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھی فرشتے اترتے تھے، سب نے دیکھا در اہل بیت علیہم السلام سے یتیم و مسکین و اسیر بن کر روٹیاں لینے فرشتے آئے پتہ چلا کہ ایسے لوگ بھی تھے جن کے پاس فرشتے مختلف روپ بدل کر آتے تھے۔ ایک دن فرشتے آئے عید کا دن تھا اور کہا کہ ہم حسنین علیہما السلام کے درزی ہیں مدینے کا تو کوئی درزی تھا نہیں سب نے دیکھا کہ وہ آئے ہیں وہ مدینہ کے تو نہیں ہیں پس فرشتے تو آتے تھے لیکن

کسی صحابی کے پاس نہیں سنا کہ فرشتے آئے ہوں اور کسی نے نہیں کہا ضعیف روایت بھی اس بارے نہیں ہے البتہ یہ روایات ہیں کہ چکی چل رہی ہے اور چلانے والے سامنے نہیں ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے میری بیٹی زہرا (صلواۃ اللہ علیھا) کے لیے فرشتہ بھیجا ہے کہ جب آپ تھوڑا سو گئی ہیں تو ان کا یہ کام فرشتہ کر دے اس کا مطلب یہ ہے کہ فرشتے آتے تو ہیں یہ ایک مسلم بات ہے یہ بھی دیکھا کہ دقیہ کلبی کی صورت میں جبرائیلؑ آجاتے تھے وہ ایک خوبصورت جوان تھا۔ بعض اوقات وہ خود نہیں ہوتا تھا اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کی شکل میں جبرائیلؑ آتے تھے۔

قرآن کہہ رہا ہے کہ فرشتے آتے ہیں اور ہر سال آتے ہیں اور وہ بھی بالخصوص لیلۃ القدر میں..... آتے کس لیے آتے ہیں، وہ امر لیکر آتے ہیں

پس اے مسلمان! اپنے آپ کا علاج کر اور مان جا کہ جب قرآن کہہ رہا ہے سب کے سب فرشتے زمین پر شب قدر امر لیکر آتے ہیں تو ظاہر ہے صاحب الامر (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے پاس ہی آتے ہیں۔

اگر کہتے ہو کہ اس نے پیدا ہونا ہے تو ذرا سوچو کہ یہ فرشتے کس پر اتر رہے ہیں؟ وہ ہر امر لیکر کس کے پاس آرہے ہیں؟۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لیے کہا کیونکہ..... آپ کے اصحاب رسولؐ کتاب، ملائکہ سب پر ایمان لا چکے تھے لیلۃ القدر پر ایمان لے آؤ۔ کیا قرآن پر ایمان لائے تو لیلۃ القدر پر ایمان نہیں لائے کیونکہ قرآن کی ایک آیت کا انکار گویا پورے قرآن کا انکار ہے..... لیکن قرآن پر ایمان کے بعد حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خصوصیت کے ساتھ فرمایا لیلۃ القدر پر ایمان لے آؤ ورنہ کافر ہو جاؤ گے۔

یہ نہیں کہا کہ فلاں سورہ پر ایمان لے آؤ خالی **لیلۃ القدر** پر ایمان لانے کو کیوں کہا؟ ظاہر ہے اس کی اہمیت کے پیش نظر یہ کہا گیا اور یہ بتانے کے لیے کہ تم لوگ شک میں پڑ جاؤ گے شک نہیں کرنا۔ اس بات پر ایمان لاؤ لیلۃ القدر میں پورے سال کے امر

طے ہوتے ہیں اور وہ صاحب الامر ہیں اور وہ بارہ ہیں اور ان کا بارہواں مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) ہے ان کے لیے باقاعدہ ایک غیبت ہے غیبت کے زمانے میں بھی فرشتے ان کے پاس آتے ہیں ..... اور انہی سے آرڈر لینے کے بعد کائنات کے امور چلاتے ہیں اور کائنات کے کاموں کو انجام دیئے جاتے ہیں۔

امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہے **"للقائم مناغیبة امدها طویل"** ہمارے قائم کی ایک غیبت ہے کہ جس کی مدت طویل ہے کافی شیعہ ایسے ہیں میں شیعوں کو دیکھ رہا ہوں جس طرح حیوانات چراگاہ کی تلاش میں نکلتے ہیں اور انہیں چراگاہ نہیں ملتی کہ جہاں سے جا کر وہ اپنی بھوک کا خاتمہ کریں ..... اسی طرح یہ اپنے امام کے تشنہ ہیں تا کہ ان کے چشمہ صاف وشفاف سے کچھ حاصل کرسکیں یہ سعادت تو فقط ان کو ملے گی جو دین پر ثابت ہوگا اور ان کا دین ثابت ہوگا اور ان کا دل سنگ نہیں بنا ہوگا **(قلبه)** دل کو نرم کرو دل کو پاک کرو دل کو بولنا سکھاؤ۔

لطول غیبته غیبت طولانی ہونے کے باعث ان کا دل سخت نہ ہوا ہوگا بلکہ ان کے دل میں امام علیہ السلام آباد ہوگا ایسا شخص میرے ساتھ محشور ہوگا **(فهو معی ألا أن القائم منا اذا قام قائمنا لم یکن لاحد فی عنقه بیعة)** قائم قیام فرمائیں گے تو ان کی گردن میں کسی حکمران کی بیعت نہیں ہوگی کسی حکمران کے ماتحت وہ نہیں ہونگے انہوں نے کسی کی زیرنگرانی زندگی نہیں گزاری ہوگی ان کی ولادت کو مخفی رکھا جائے گا ان کی شخصیت غائب ہوگی۔

حضرت امام حسین علیہ السلام سے مولا علی علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ کا نواں قائم ہے جو دین کو غلبہ دینے والا ہے اور عدالت کو پھیلانے والا ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے سوال کیا کیا ایسا ہوگا؟ فرمایا ہاں بالکل قسم اس ذات کی کہ جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت دیکر بھیجا اور ان کو چن لیا بڑی غیبت کے بعد کوئی بھی شخص دین پر کوئی ثابت نہیں ہوگا مگر وہ جو مخلص ہوگا۔

ابلیس نے بھی کہا تھا کہ سب پر اپنا کام کروں گا مگر تیرے مخلصین پر نہیں۔
ہمیں چاہیے کہ اپنے دلوں میں ایمان راسخ کرئیں اسباب تو موجود ہیں، وسائل ہیں لیکن ان کو استعمال کریں گے تو ایمان دلوں میں داخل ہوگا۔

حضرت امام حسن علیہ السلام نے اپنے زمانہ کے حاکم طاغوت سے جنگ بندی کا معاہدہ کیا مصلحت اُمت کی اسی میں تھی، آپ کے شیعہ آئے اور اعتراض کیا آپ نے تو ہمیں ذلیل کر دیا ہے آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا، امام علیہ السلام نے فرمایا کہ تم سب جانتے ہو کہ میں تمہارا امام علیہ السلام ہوں سب نے کہا کہ ہاں بالکل ہم جانتے ہیں کہ آپ ہمارے امام علیہ السلام ہیں پھر پوچھا کہ یہ بھی جانتے ہو کہ جوانان جنت کے جو دو سردار ہیں ان میں سے ایک میں ہوں انہوں نے کہا یہ بھی ہم جانتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ قرآن پڑھا ہے..... اور یہ جانتے ہو کہ حضرت خضر علیہ السلام کے پاس حضرت موسی علیہ السلام آئے اور حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی میں سوراخ کیا، بچے کو قتل کیا، دیوار بنائی موسی علیہ السلام نے کہا یہ کیا کر دیا..... اور موسیٰ علیہ السلام ان سے ناراض ہو گئے لیکن جو کچھ خضر علیہ السلام نے کیا تھا اس میں مصلحت تھی۔ ہاں حکمت تھی جس کا علم موسی علیہ السلام کو نہیں تھا جب کہ وہ پیغمبر تھے۔

پھر فرمایا جو کچھ میں نے کیا ہے وہ شیعوں کے لیے ہر اس چیز سے بہتر ہے کہ جس پر سورج چمکتا ہے اور طلوع ہوتا ہے اور غروب ہوتا ہے پھر فرمایا ہم میں سے کوئی بھی امام علیہ السلام نہیں ہے مگر اس دور کے حاکم کی حکومت کا جوا اس کی گردن میں ہوتا ہے۔ ظاہر ہے جب ایک حاکم کی حکومت کے دوران زندگی گزر رہے ہیں تو قوانین تو وہی چل رہے ہیں کچھ قوانین کی پابندی تو لامحالہ کرنی پڑتی ہے۔ اور نہ چاہتے ہوئے بھی کرنی پڑتی ہے آپؑ نے فرمایا مگر ہمارے قائم علیہ السلام کی گردن میں کسی کی حکومت کا جوا نہیں ہوگا اس لیے اللہ ان کو غیبت میں لے جائیں گے اور ان کی ولادت کو بھی مخفی رکھا جائے گا۔

مگر قائم علیہ السلام جن کے پیچھے عیسیٰ علیہ السلام بن مریم آ کر نماز پڑھیں گے اللہ اس کی ولادت کو مخفی رکھے گا اور اس کو غائب کرے گا تا کہ اس کی گردن میں کسی کی اتباع نہ ہو وہ نواں میرے بھائی حسین علیہ السلام کی اولاد سے خروج کرے گا کنیزوں کی سُیدہؑ کا بیٹا ہوگا اللہ اس کی غیبت میں اس کی عمر کو طولانی فرمائے گا پھر اپنی قدرت سے انہیں ظاہر فرمائے گا چالیس سال سے بھی کم عمر نوجوان کی شکل میں ..... تا کہ معلوم ہو کہ اللہ ہر شئے پر قادر ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں:

نواں میری اولاد سے قائم (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) بالحق ہے اللہ زمین کے مردہ ہونے کے بعد میرے اس فرزند کے ذریعہ اس زمین کو زندہ کرے گا ہمارے آئمہ علیہم السلام زمین کو کہ جس میں عدل و انصاف نہیں اس کو مردہ شمار کرتے ہیں کیونکہ سکون، عدل، اور انصاف نہیں تو وہ زمین مردہ ہے۔

اللہ ان کے ذریعہ اسلام کو تمام ادیان پر غلبہ دیگا اگر چہ مجرمین اس کو ناپسند ہی کیوں نہ کریں اس کی ایک غیبت ہے جس میں بہت ساری قومیں مرتد ہو جائیں گی ..... اسلام سے روگرداں ہو جائیں گی اور کچھ دین پر قائم رہیں گے اور جو کچھ قائم رہیں گے ان کو اذیت دی جائے گی اور کہا جائے گا کہ تم لوگ سچے ہو تو یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟ جو شخص اس دور میں لوگوں کے جھٹلائے جانے کی تکلیفیں برداشت کریگا ایسا ہے جس طرح اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے راہ خدا میں جہاد کیا ہو۔ پوچھا گیا مولا حسین علیہ السلام سے کہ کیا اس امر کے مالک آپ ہیں فرمایا نہیں جو اس امر والا ہے اسے روکا گیا ہے، ٹوکا گیا ہے، اس کے بابا کا قتل ہوا ہے، لیکن اس کا بدلہ نہیں لیا گیا اپنے چچا کے نام سے اُس کی کنیت ابو جعفرؑ اور ابوالقاسم ہے وہ جب آئے گا آٹھ مہینے تک اپنے کندھے پر تلوار رکھے گا اور ملحدین، منکرین، مشرکین کا صفایا کرے گا۔ ایک رات میں اللہ ان کی

حکومت کے معاملہ کو درست کردے گا اور ان کی زندگی میں ان کی میراث تقسیم ہو جائے گی اور پھر امام حسین علیہ السلام نے امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے لیے فرمایا اگر میں اس کو پالوں تو میں اس کی خدمت کروں اپنی پوری زندگی کو اس کے لیے وقف کردوں اس کے بعد امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے اس بیٹے کی مثال حضرت یوسفؑ کی ہے۔

حضرت یوسفؑ کو بھائیوں نے قتل کرنیکی سازش کی پھر کنوئیں میں ڈال دیا تین دن تک آپ کنویں میں رہے پھر نکالے گئے اور مصر لے جائے گئے اور پھر بادشاہ کی عورت کے ساتھ معاملہ پیدا ہوا اور پھر جیل میں ڈال دیے گئے پھر ان کے ساتھ خوابوں کی تعبیر کے حوالے سے وزیر خزانہ بنا دیے گئے پھر اس کے بعد حاکم مصر بن گئے۔ یہ سارا عرصہ بیس سال پر مشتمل تھا۔ مصر اور فلسطین کے درمیان یہ سب کچھ ہو رہا تھا بابا حضرت یعقوبؑ فلسطین میں رہتے ہیں اور یوسفؑ مصر میں رہتے ہیں مصر اور فلسطین کے درمیان فاصلہ نو دن کا تھا جب حضرت یعقوبؑ کارواں کے ساتھ بیٹے کی ملاقات کے لیے گئے ..... تو نو دن میں مصر پہونچے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے بیٹے مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی مثال یوسفؑ کی ہے۔ تو یہ شباہت اس میں ہے کہ یعقوبؑ اپنے بیٹوں کو فرماتے تھے کہ جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے بیٹے جواب میں کہتے تھے تم کیوں اپنے آپ کو ہلاک کر رہے ہو وہ تو مر گئے اور ختم ہو گئے۔ لیکن یعقوبؑ جانتے تھے کہ میرا بیٹا زندہ ہے حَی و مرزوق ہے اسی یوسفؑ کے پاس اس کے بھائی تجارت کرنے آتے ہیں لیکن اسے نہیں پہچان پاتے اسی طرح آخری زمانے کے امامؑ بھی لوگوں میں رہیں گے لوگوں کے ساتھ بعض ..... دفعہ گفتگو بھی کرینگے لیکن لوگ انہیں نہیں پہچان پائیں گے اگر یوسفؑ اپنے باپ سے نو دن کے فاصلے پر رہتے ہیں بادشاہ بن جاتے ہیں ان کو ان کے بھائی تک نہیں پہچانتے اور سلسلہ چلتا ہے تو خداوند آخری زمانے میں امامؑ کو بھی اسی طرح اپنی حفاظت میں رکھے گا لیکن لوگ ان کو نہیں پہچانیں گے۔

مصائب:

یہاں پر حضرت یعقوبؑ جانتے تھے کہ میرا بیٹا زندہ ہے روایات میں ہے کہ بیس سال تک (حضرت یعقوبؑ کے فرزند یوسفؑ اتنے حسین تھے کہ سب کے دلوں میں ان کی محبت تھی سب خاندان میں وہ عزیز تھے یوسفؑ کے عزیز و اقارب اس کو بہت چاہتے تھے) کسی عورت نے تیل نہیں لگایا، خوشبو استعمال نہیں کی اور کبھی سکون محسوس نہیں کیا بلکہ بیس سال یوسفؑ کے غم میں گریہ کیا اور یعقوبؑ جو کہ پیغمبرؑ ہیں اور علم نبوت سے جانتے ہیں یوسف زندہ ہیں اور نہ تو یوسفؑ کو ذبح ہوتے دیکھا تھا نہ ہی یوسفؑ کے بارے میں یہ یقین تھا کہ میرا یوسفؑ مر چکا ہے میں قربان جاؤں امام زین العابدین علیہ السلام پر کہ امام علی زین العابدین علیہ السلام نے ایک نہیں اٹھارہ یوسف، علیہ السلام جو یوسفؑ یعقوبؑ کی مانند ہزاروں یوسفؑ ہوں شبیہ علی اکبر علیہ السلام کے برابر نہیں ہو سکتے اس لیے تو جب مولا علی زین العابدین علیہ السلام سے لوگ آ کر کہتے ہیں کہ مولا آپؑ گریہ نہ کیا کریں آپ اتنا کیوں روتے ہیں مولا علی زین العابدین علیہ السلام فرماتے تھے کہ تم لوگوں نے انصاف نہیں کیا یوسفؑ کے گیارہ بھائی تھے جو یعقوبؑ کے سامنے تھے ایک یوسفؑ غائب تھا۔ اور وہ بھی یعقوبؑ جانتے تھے کہ یوسفؑ زندہ ہے۔ لیکن زندہ یوسفؑ پر حضرت یعقوبؑ اتنا روئے اتنا روئے کہ آنکھوں کا نور ختم ہو گیا لیکن میرے سامنے میرے علی اکبر علیہ السلام کو برچھی لگی میرا اصغر علیہ السلام لیا گیا میرے سامنے میرے عون علیہ السلام و محمد علیہ السلام لیے گئے میرا قاسم علیہ السلام لیا گیا کتنے فخر یوسفؑ لے لیے گئے میں کس طرح گریہ نہ کروں بلکہ میں ان کو یاد کروں یا ان کی جوانیوں کو یاد کروں گا بلکہ ان کی پیاس کو یاد کر کے روؤں یا ان کی شیر خوارگی کو یاد کر کے روؤں جب کوئی مولاؑ سے کہتا کہ یہ شہادت تو آپ کے لیے سعادت ہے تو مولاؑ فرماتے کہ تم نے انصاف نہیں کیا میں اپنے پردہ داروں کی اسیری کو بھول جاؤں کوفہ میں ابن زیاد کے سامنے جب وہ شراب میں مست تھا میری پھوپھیاں اور بہنیں قیدی حالت میں کوفہ کے دربار میں کھڑی تھیں یہ وہی کوفہ تھا جہاں

داداعلی علیہ السلام کی حکمرانی تھی اور پھوپھیاں یہاں پر خواتین کو درس قرآن دیتی تھیں میں ان کو یاد کر کے گریہ نہ کروں تو اور کیا کروں۔

الا لعنة الله على القوم الظالمين

سيعلم الذين ظلموا اى منقلب ينقلبون

مجلس نمبر 7

عنوان: معرفت امام زمانہ علیہ السلام

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

﴿من مات ولم یعرف امام زمانه علیه السلام مات میتة جاهلیة﴾

''جو اپنے امامؑ کی معرفت کے بغیر مرا وہ جہالت کی موت مرا۔''

معرفت امام زمانؑ کے بارے میں گفتگو ہو رہی ہے بغیر معرفت کے کوئی عمل بھی قبول نہیں ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

جو شخص عبادت میں وقت گزارے..... اور کسی عبادت میں مصروف ہو اور اس میں اپنے آپ کو تھکا دیتا ہے اور خود کو تکلیف بھی پہنچاتا ہے اور اللہ کی طرف سے اس کے لیے کوئی امام نہیں ہے یعنی وہ کسی امام کا قائل نہیں ہے اس کی یہ سب کوشش قبول نہیں ہوں گی، وہ گمراہ ہے، جس طرح کوئی بکری اپنے ریوڑ سے جدا ہو جائے تو اس کو کہتے ہیں کہ یہ حیران ہے یعنی اس کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے..... اس کا کوئی وارث نہیں ہے۔ یعنی جو شخص اللہ کی جانب سے مقرر کردہ امام اپنے لیے نہ رکھتا ہو وہ بغیر محافظ اور گڈریے کے حیران و سرگردان بکری کی مانند ہے۔ اللہ تعالی اس کے اعمال کو پسند نہیں کرے گا بلکہ اللہ کے نزدیک اس کے اعمال عیب دار اور ناقص ہیں۔

پھر فرماتے ہیں: کہ اگر اسی حالت میں وہ شخص مر جاتا ہے..... دیکھیں عبادت بھی کر رہا ہے اپنے آپ کو تکلیف بھی دے رہا ہے لیکن وہ خیال کرتا ہے کہ اس پر کسی امامؑ کا سایہ نہیں ہے۔ تو وہ اگر اسی حالت میں مر جاتا ہے تو وہ کفر اور جہالت کی موت مرا اور

منافقوں اور کافروں کے لیے ہی تو جہنم ہیں..... خدا فرماتا ہے کہ یہ جہنم کافروں کے لیے ہی بنائی گئی ہے۔ اور منافقین جہنم کے سب سے آخری طبقے میں ہوں گے تو..... معرفت .....اعمال کی قبولیت کی شرط ہے جب تک امامؑ کے قائل نہیں ہوں گے اور امامؑ کی معرفت نہیں رکھیں گے تو تب تک عبادت قابل قبول نہیں ہوگی قرآن مجید میں ہے سورہ توبہ آیت ۳۳ اور سورہ صف کی آیت ۹ امام زمانہ کے وجود سے ہی اس کی تصدیق اور اس کی عملی شکل بنتی ہے.....

اسلام دین کامل ہے:

دیکھیں اسلام کے دو پہلو ہیں اسلام کا غلبہ دو طرح کا ہے ایک ہے نظری غلبہ، عقلی، منطقی اور فکر کے حوالے سے اسلام کا غلبہ ظاہر ہے اسلام ایک نظام ہے انسان کی کامیابی اور ترقی کے لیے اس قسم کا کوئی اور نظام نہیں ہے..... اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے ایک چیز بنائی ہے آپ ہی اس کے بارے جانتے ہیں کہ اس کے اندر اچھائی کیا ہے؟ اور برائی کیا ہے اس کی ضرورت کیا ہے؟..... کسی طیارے کا مواد اور اس کی افادیت اور مسائل وضروریات وہی جانتا ہے جس نے اسے بنایا ہے وہ اس کی ضروریات اور اس کی مشکلات اور اس کی خوبیاں اور برائیاں کیا ہیں؟ ان سب سے واقف ہوتا ہے کوئی اور تو نہیں جانتا۔ تو یہ انسان اس کا جسم ہے، جو ایک مادی بدن ہے اس کی روح ہے اب روح کو تو کسی نے نہیں دیکھا البتہ اس جسم کو دیکھا ہے جب کہ اس جسم کی حیات اس روح سے ہے اس کی ترکیب ایک ایسی پیچیدہ نظام کے تحت ہے کہ ہزاروں سال سے انسان اس کو جاننے میں لگا ہوا ہے جب کہ وہ جسم کی ہر چیز کو جان گیا ہے لیکن وہ اپنے آپ کو نہیں سمجھ رہا..... اور جب وہ اپنے آپ کو جان لے گا تو اس وقت وہ اپنے ربّ کو بھی جان لے گا۔

افسوس تو یہ ہے کہ چھوٹی سی ماچس کی ڈبیہ کسی بنانے والے کے بغیر نہیں بنتی تو پھر یہ

سب کیسے بن گیا پھر دیکھیں کہ انسان کا اپنا کتنا پیچیدہ سسٹم ہے اس کے بارے میں کبھی اس نے سوچا تک نہیں ..... کہ

اس کے بنانے والا حکیم بھی ہے، رحیم بھی ہے..... جس نے اس سارے جہان کو حیات دی ہے اسی نے انسان کے لیے نظام بنایا ہے اسے ہم کہتے ہیں ..... نظام اسلام جو کہ نظام کامل ہے اور اللہ کا بنایا ہوا ہے اس انسان کے لیے اس نے نظام دیا..... جو خالق انسان ہے، جو اس نے نظام دیا ہے وہ یقیناً کامیاب ہے جس نے سب کچھ بنایا ہے تو وہی جانتا ہے کہ یہ اس دنیا میں کس طرح رہے کہ اس کا یہاں رہنا اس کی آخرت کی کامیابی کا ذریعہ بن جائے اور یہاں پر بھی رہے تو خوش خرم امن اور سکون سے رہے ..... ظاہر ہے جو انسان نظام بنائے گا تو وہ ناقص ہوگا کیونکہ انسان تو اپنی ضروریات سے بھی آگاہ نہیں ہے جب انسان کو اپنی ضرورت سے آگاہی نہیں تو وہ دوسروں کی ضرورت کا کیا خیال رکھے گا ضرورت کا خیال تو وہ رکھے گا یا نظام وہ دے سکتا ہے ..... جو انسانوں کی ضرورت سے آگاہ ہو اور پھر اس کی ضروریات کا حل بھی کر سکے اور یہ تو سب کچھ وہی کر سکتا ہے ..... جو غیب سے آگاہ ہو اور وہ تو اللہ تبارک وتعالی کی ذات ہی ہے جو اس انسان کی خالق ہے یہی وجہ ہے کہ جتنے بھی سسٹم بنائے گئے ہیں اس جہاں میں جو انسان نے خود بنائے ہیں وہ سب ناکام ہیں ..... اور انسان اپنے بنائے ہوئے نظام کی خرابی کا روزانہ مشاہدہ کر رہا ہے کہ ایک حکومت آتی ہے وہ قوانین پاس کرتی ہے اور اپنی نظر میں بڑا اچھا نظام بناتی ہے اور اعلان کرتی ہے کہ اس نظام سے اس ملک کی تمام مشکلات حل ہو جائیں گی ہم دیکھتے ہیں ابھی چھ مہینے نہیں گزرتے اور اس آئین میں ترمیمیں شروع ہو جاتی ہیں، ترمیموں پر ترمیمیں کرتے رہتے ہیں، ہمارے پاکستان میں ۷۳ میں آئین پاس ہوا تو اب صورت حال یہ ہے..... کہ اس کی اصل شکل ہی باقی نہیں رہی اس میں اتنی زیادہ تبدیلیاں لے آئے ہیں کہ اس کی شکل وصورت بگڑ جاتی ہے یہ تو ہر جگہ ایسے ہی ہے جو انسان قانون بناتا ہے ناقص ہی ہے کیونکہ انسان کو اپنی مستقبل کی ضروریات کا پتہ نہیں

کہ مستقبل میں اسے کیا مسائل پیش آنے والے ہیں پھر انسان کی خودغرضی بھی شامل ہوتی ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ اپنی منفعت اور اپنا مفاد مقدم رکھے یہ سارے کام انسان کو مجبور کرتے ہیں اور اسے اس بات کو باور کرا رہے ہیں کہ اس کے لیے کوئی ایسا سسٹم ہونا چاہیے جس کے بنانے والے کا اپنا ذاتی کوئی لالچ نہ ہو اور اس مخلوق کے ساتھ سے محبت اور پیار بھی ہو..... اور وہ اس مخلوق کا مفاد بھی چاہتا ہو اور وہ ان کے مسائل کا حل بھی دے سکے اور وہ ذات سوائے اللہ تعالی کے کوئی اور نہیں ہے..... دین اور نظام صرف اللہ تعالی نے ہی دینا ہے جو بھی دین اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور دین لیتا ہے تو وہ قابل قبول ہیٰ نہیں ہے انسان کے اس نظام سے مسائل حل ہوتے ہی نہیں ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اس وقت انسان بدبختی کا شکار ہے، سب کو چھوڑ کر اگر وہ اس نظام کے تابع ہو جائے تو پھر انسان کی ساری مشکلات اور جو امن وامان کے مسائل ہیں اور حل نہیں ہو رہے ہیں وہ حل ہو جائیں یہ اقوام متحدہ انسان نے بنایا ہوا ہے لیکن پھر بھی اس کے مسائل حل نہیں ہوتے اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان خودغرض ہے..... ہر شخص اپنے مفاد کو چاہتا ہے، ہر کوئی اپنی کرسی کو مضبوط بناتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جو بھی سسٹم یہ انسان بناتا ہے اس میں خرابی ہوتی ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ وہ واقف بھی تو نہیں ہے کہ اس کے مسائل اور مشکلات کیا ہیں یہ تو صرف اللہ کی ذات ہے جو اس کے تمام مسائل سے واقف ہے اور اللہ نے کتاب قرآن دی ہے، اس نظام کو چلانے والے بھی خود بھیجے ہیں، یہ نہیں ہو سکتا کہ نظام خدا دے اور اس کو چلانے والے دنیا والے ہوں، یہ نہیں ہو سکتا۔ پھر تو وہی خرابیاں آئیں گی جو انسانوں کے نظام بنانے سے آتی ہیں۔

اسلام دین غالب ہے:

اسلام دین غالب ہے تو میں کہہ رہا تھا غلبہ دو قسم کا ہے ایک غلبہ دلیل کا، منطق کا ہے پھر ہم دیکھتے ہیں ۱۴ سو سال سے مسلمان دلیل پر دلیل دیتے چلے آ رہے ہیں کہ اسلام دین برحق ہے اور مسلمان دلیل کے میدان میں کامیاب ہیں باقی سسٹم باطل ہیں اسلام کا

سسٹم کامیاب ہے اور یہ فکری غلبہ ہے جو کہ دین اسلام کو حاصل ہے البتہ عملی غلبہ تو اس کی صورت حال آپ کے سامنے ہے..... کہ سارے سسٹم ختم ہو جائیں اور ان تمام رائج نظاموں پر اسلام غالب آ جائے وہ ابھی تک نہیں ہوا۔ ۶ ارب انسان ہیں، ۶ ارب میں ایک ارب مسلمان ہیں اور پانچ ارب ویسے ہی مسلمان نہیں ہیں پھر اسلام کا غلبہ کیسے ہو؟ مگر جو ایک ارب مسلمان ہیں کیا ان پر نظام اسلام لاگو ہے..... نہیں ہے پس معلوم ہوا ابھی تک اسلام کا عملی غلبہ نہ ہوا مگر چند جگہوں پر اسلام کا نظام رائج ہے وہ بھی بڑا محدود..... وہ بھی سو فیصد نہیں ہو رہا۔

اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اللہ تعالی کا یہ فرمان کہ اللہ وہ ہے جس نے اپنا رسول بھیجا ہے، اسے دین حق دے کر بھیجا ہے، دین باطل نہیں دیا، محکم نظام و دین دیا ہے..... تا کہ وہ سب پر چھا جائے، سب ادیان پر غالب آ جائے، بے شک مشرک اس کو پسند نہ بھی کریں، اس جگہ غلبہ سے مراد ہر قسم کا غلبہ ہے یہاں پر تو فکری غلبہ ہے عملی غلبہ نہیں ہے لیکن آیت کیا بول رہی ہے؟ آیت تو فرما رہی ہے کہ یہ دین غالب ہے تو اس بات کو حدیث کی روشنی میں دیکھنا ہوگا قرآن کے دوسرے بیانات کی روشنی میں دیکھنا ہوگا..... جی ہاں احادیث میں آیا ہے یہ آیت اللہ کی آخری حجت کے وقت عملی جامہ پہنے گی جیسے کل میں نے کہا کہ جہاں جہاں اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت ہو رہی ہے تو جب اللہ کی طرف سے آخری امامؑ آئیں گے تو ہر جگہ پر اللہ کی عبادت ہوگی اور ساری دنیا پر اللہ کا نظام ہوگا۔ سوائے لا الہ الا اللہ کے اور کچھ نہیں ہوگا اور اللہ کی کائنات پر اللہ کا نظام ہوگا یہ کب ہوگا؟ جب آخری امام تشریف لائیں گے۔

یہ بات ان کے نزدیک درست بنتی ہے جو آخری امامؑ کے وجود کا اقرار کرتے ہیں اور جو آخری امام (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے وجود کا انکار کرتے ہیں وہ یہاں پر آ کر خاموش ہو جاتے ہیں جو مسلمان امامت کے قائل ہیں اور کہتے ہیں امامت نبوت کا تسلسل ہے اور انکا عقیدہ ہے اس دین نے غلبہ حاصل کرنا ہے..... غلبہ زبردستی تو حاصل نہیں کرنا اس لیے

خدا نے اپنی آخری حجت (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کو غیبت میں رکھا ہوا ہے تا کہ لوگوں کی مزید آزادی کے ساتھ آزمائش کر لی جائے اور جب ان کی وہ آرزو حاصل نہ ہو جو ہر دل کی آواز ہے اور وہ امن کی

خواہش ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ اپنے آخری امامؑ کو اذن دے گا اور وہ وقت وہ ہوگا جب لوگ ذہنی طور پر یہ چاہتے ہوں گے اور لوگ اپنے دل سے کہیں گے کہ ایک ایسی غیبی شخصیت آئے اور انہیں اس ہلاکت اور بربادی سے نجات دلائے اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ظاہر ہوں گے اور پھر اس دھرتی پر عدل و انصاف قائم کریں گے جس طرح زمین ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی ..... خدا کرے وہ وقت جلد آئے اور ہم بھی اس دور کو دیکھیں۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا بیان:

اسی ضمن میں امام موسی کاظم علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ کیا آئمہ علیہم السلام میں سے کوئی ایسے بھی ہوں گے جو غائب ہوں گے اور وہ لوگوں کی نگاہوں کے سامنے نہ ہونگے ..... وہ ان کے جسم کو نہیں دیکھ سکیں گے لیکن مومنوں کے دلوں میں وہ نظر آئیں گے اس لیے ہر شخص اپنے دل کو دیکھے کہ اس کے ذکر سے آباد ہے یا آباد نہیں ہے یعنی امام کے ذکر سے اس کا دل ویران پڑا ہوا ہے اگر امام زمان (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) پر ایمان نہیں تو دل ویران ہے اور وہ اس وقت آباد ہوگا جب اس کے دل میں امام زمان (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کا ذکر ہوگا۔

امام موسی کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں یہ ہم میں سے بارہویں ہیں، اب اس بارے بتلایا کہ اللہ تبارک تعالیٰ ان کے لیے کیا کام انجام دے گا؟ اللہ تعالیٰ ہر مشکل کو ان کے لیے آسان کر دے گا، زمین کے خزانے ان کے لیے کھول دے گا..... ہر وہ جو دور ہوگا وہ ان کے لیے نزدیک ہو جائے گا اور کوئی چیز ان کے لیے دور نہیں ہوگی اور اللہ تعالیٰ ہر ظالم کے وجود کا صفایا کر دے گا اور اللہ تعالیٰ ہر سرکش شیطان کو ختم کر دے گا یہ کام

خداوند اس کے ذریعہ کرے گا۔ اور وہ تمام کنیزوں کی سردار بی بیؑ کا فرزند ہے.....جس کی ولادت عام لوگوں پر مخفی ہوگی اور لوگوں کے لیے ان حالات میں ان کا نام لینا بھی جائز نہ ہوگا یہاں تک کہ اللہ تعالی ان کو ظاہر فرمائے گا اللہ تعالی ان کے ذریعہ زمین کو عدل سے بھر دے گا جس طرح زمین ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔

ایک حافظ قرآن کا قصہ:

ایک بات تو یہ ہوئی کہ مومنین کے دلوں کو امامؑ کے ذکر سے آباد ہونا چاہیے جن کے دل امام زمن علیہ السلام کے نور سے روشن ہیں وہ کبھی ناکام نہیں ہوتے۔

ایک شخص جسے کربلائی کاظم کہتے تھے تو اسے ایک دفعہ امامؑ کی زیارت کا شرف نصیب ہوا اور امام زمن (عج اللہ تعالی فرجہ الشریف) نے اس کے سینے کو ایک دفعہ زور سے دبایا اور اس کو قرآن کا علم عطا کر دیا ویسے وہ پہلے ان پڑھ تھا اس کو ایسا قرآنی علم دیا کہ وہ دوسری عبارتوں میں اگر ایک لفظ بھی قرآن کا آجاتا تو وہ اسی لفظ پر ہاتھ رکھ دیتا کہ یہ قرآن کا لفظ لکھا ہوا ہے وہ قرآن کو ہر طریقے سے پڑھ سکتا تھا تو ایک دفعہ قرآن کے بارے گفتگو ہو رہی تھی کربلائی نے حاضرین سے کہا کہ تم الحمد.....دن میں کتنی دفعہ پڑھتے ہو؟ سب نے کہا کئی مرتبہ تو پڑھتے ہیں اس نے ان سے سوال کر دیا کہ بتاؤ سورہ الحمد کا درمیانی لفظ کون سا ہے تو سارے حاضرین خاموش ہو گئے توجہ ہی کسی کی کہاں ہوتی ہے تو کاظم کربلائی ان عالموں کے درمیان سے بولا کہ درمیان کا لفظ نستعین ہے.....۱۲ پہلے لفظ ہیں اور ۱۲ بعد میں لفظ ہیں..... پھر اس وقت کے بڑے بڑے عالموں نے کربلائی کی آزمائش بھی کی..... آقائی بروجردیؒ اس سے قرآن کی قرأت سنا کرتے تھے اور فرماتے تھے جب وہ قرآن پڑھتا ہے تو وہ اہل بیت علیہ السلام کے طریقہ پر پڑھتا ہے اِل یٰسین والے لفظ کو جب اس نے پڑھا تو آل یسین پڑھا.....تو آیت اللہ بروجری نے فرمایا ایسا ہی پڑھنا طریقہ اہلبیت علیہم السلام ہے کیونکہ اکثر روایتوں میں بھی آل یسین ہے۔

قرآنی الفاظ کی نورانیت:

وہ بات جو میں اس جگہ بتانا چاہتا ہوں اور یہ تذکرہ کیا ہے کہ کسی نے اس کاظم کربلائی سے پوچھا کہ آپ کو کیسے پتا چل جاتا ہے کہ یہ لفظ قرآنی ہے اور یہ قرآنی نہیں ہے تو اس نے جواب دیا کہ جو قرآن کے لفظ ہیں وہ میری آنکھوں کے سامنے چمکتے ہیں، دوسرے لفظ نہیں چمکتے اس کا امتحان لینے کے لیے ایک دفعہ ایک عالم نے چند آیات قرآن سے لیں اور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان میں کچھ حروف کا اضافہ بھی کر دیا وہ اس کے پاس اس اپنی بنی ہوئی عبارت کو لے آیا تو اس نے جب کربلائی کو وہ عبارت پڑھ کر سنائی تو اس نے بتا دیا کہ یہ فلاں آیت کا حصہ ہے اور یہ حرف قرآن کا ہی نہیں ہے۔ یہ قرآن کے لفظ جو ہمیں سیاہ نظر آتے ہیں اگر ہمارے دل روشن ہوں تو پھر یہ لفظ بھی روشن نظر آئیں گے۔ یہ کب ہوتا ہے جب ہمارے دل روشن ہوں اور دل کس طرح روشن ہوں گے وہ امام زمان علیہ السلام کی محبت سے روشن ہونگے ساری بحث اس لیے ہو رہی ہے اور یہ بتانے کے لیے..... کہ امام کی معرفت زبانی کافی نہیں ہے، معرفت تو تب ہوگی جب دل میں یہ بات ہو جس کا بار بار تکرار ہو رہا ہے، تو درحقیقت اس تکرار کا بھی فائدہ اس وقت ہوگا جب یہ ساری باتیں ہمارے دل و دماغ میں بیٹھ جائیں، ہمارے دماغ میں امامؑ کی معرفت بیٹھ جائے جب ہمارے دل نور خدا سے روشن ہو جائیں گے اور جب یہ روشنی مل جائے گی تو پھر ہمارے لیے بھی ہر چیز روشن ہو جائے گی.....

جس ذات کے ذریعہ اللہ تعالی زمین کو پاک کرے گا اور وہ آ کر حکم خدا سے زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔

امام موسی کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں وہ میری اولاد میں سے پانچویں ہیں جن کی مدت طولانی ہوگی اور ان کے لیے ایک غیبت ہوگی..... وہ غیبت اس لیے اختیار کرے گا تاکہ قتل ہونے سے بچ جائے کیونکہ اگر غیبت اختیار نہ کرے تو ظالم حکمران ان کو بھی اس طرح قتل کر دیں گے جس طرح ان کے آباؤ اجداد کو شہید کیا ہے، اس کی یہ غیبت حکم خدا

سے ہوگی غیبت میں کیا ہوگا.....

امام موسی کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں:

بہت سارے گروہ مرتد ہو جائیں گے، جو امامؑ کا منکر ہوگا وہ مرتد ہوگا یعنی اسلام سے پھر جائے گا بہت سارے دین پر قائم رہیں گے۔ آپ شیعوں کے لیے مبارک دے رہے ہیں آپ فرماتے ہیں مبارک ہو ہمارے شیعوں کے لیے جو ہماری محبت کے ساتھ تمسک کرنے والے ہیں، امامؑ کی غیبت کے زمانے میں امامؑ سے متمسک ہیں وہ ہم سے ہیں اور ہماری دوستی پر ثابت و قائم ہیں۔ اور ہمارے دشمنوں سے تبرا کرتے ہیں، یہ شیعہ ہم سے ہیں اور ہم ان سے ہیں۔

امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے محب اہل بیت علیہم السلام سے ہونا:۔ کتنا خوش قسمت ہے وہ شیعہ جس کے بارے امام فرماتے ہیں کہ جو ہمارے امامؑ کی غیبت میں ہمارے امام سے دوستی رکھے اور ہمارے دشمنوں سے نفرت کرے امام موسی کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں اس کو سند دے رہا ہوں کہ وہ ہم سے ہیں اور ہم ان سے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے ہمیں بطور امام پسند کیا ہے ہم نے ان کو شیعہ ہونے کے حوالے سے پسند کیا ہے جب انہوں نے ہمیں اپنا امام بنایا ہے تو ہم نے بھی ان کو اپنا شیعہ بنایا ہے ان کے لیے خوش خبری ہو ان کو مبارک ہو۔

خدا کی قسم یہ وہ لوگ ہیں جو قیامت کے دن ہمارے درجہ میں ہوں گے..... اب اصل بات یہ ہے کہ وہ شیعہ ہو اس لیے شیعہ کی تعریف میں فرمایا تھا ''ہمارا شیعہ وہ ہوتا ہے جس سے ہم نے اسے روکا ہے وہ اس سے رک جائے اور جس کا ہم نے اسے حکم دیا ہے وہ اس کو انجام دے'' جو ایسا نہیں..... تو پھر ہم جیسوں کے لیے مولا فرماتے ہیں..... آپ یہ کہا کرو کہ ہم آپ کے موالی ہیں یہاں تک کہ اس مقام پر پہنچ جاؤ کہ ہمارے اوامر کو انجام دو اور جس کام کا ہم نے کہا ہے اسے کرو اور جس سے روکا ہے اس سے رک جاؤ..... یہ بھی بڑی خوش قسمتی ہے کہ ہم اہل بیت علیہم السلام کے موالی ہیں جب ہم اہل

موالات ہو گئے تو پھر شیعہ کے درجہ پر بھی پہنچ سکیں گے ہم شیعیوں کے ساتھ بھی محبت کریں جن کے بارے میں امامؑ فرماتے ہیں کہ وہ ہمارے شیعہ ہیں اور وہ قیامت کے دن ہمارے درجہ پر ہوں گے۔

دعبل کا شعر پڑھنا اور امام رضا علیہ السلام کا گریہ کرنا:

ایک بہت بڑے شاعر جنہوں نے امام رضا علیہ السلام کے بارے میں مدحیہ اشعار پڑھے ان میں سے ایک شعر کا میں اس جگہ ترجمہ عرض کر رہا ہوں۔

''امامؑ کا خروج حتمی ہے جو اچھائیوں کا بدلہ دے گا اور برائیوں پر سزا بھی ملے گی'' تو جب

اس نے یہ شعر پڑھے تو امام رضا علیہ السلام نے یہ شعر سن کر بہت گریہ کیا آپ دیکھیں گے کہ جب گیارہ کے گیارہ امامؑ امام زمان (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کا ذکر کرتے تھے تو آپ کو یاد کر کے وہ آپ کے لیے بہت گریہ کرتے تھے اور آپ کی آمد کے شوق کا اظہار کرتے تھے اور فرماتے کہ ان کا وقت جلد آئے کہ جب اللہ کی زمین پر عدل وانصاف ہو، اللہ کی زمین پر اللہ کا نظام ہو اور یہ زمین امن اور سکون کا گہوارہ بنے پھر مولاؑ نے روتے ہوئے فرمایا۔

اے دعبل یہ شعر روح القدس نے تمہاری زبان پر بولا ہے

کیا تم جانتے ہو کہ یہ امامؑ کون ہیں جن کے بارے تم نے یہ شعر پڑھے ہیں کہ اس نے ضرور قائم ہونا ہے وہ کہتا ہے اے مولا مجھ کو پتہ نہیں ہے۔ میں نے تو بس اتنا عرض کیا ہے کہ آپ میں سے ایک امام ظاہر ہوگا جو اس زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا۔ ان کے بارے اس سے زیادہ میں نہیں جانتا۔

امام علی رضا علیہ السلام کا بیان ہے:

میرے بعد آپ کے امامؑ میرے بیٹے محمد علیہ السلام ہیں اور ان کے بعد ان کے بیٹے علی علیہ السلام ہیں اور ان کے بعد ان کے بیٹے حسن علیہ السلام ہیں اور انکے بعد ان کے

بیٹے قائم حجت ہیں ان کی غیبت میں ان کی انتظار ہوگی۔ جب ان کا ظہور ہوگا تو ان کی اطاعت کی جائے گی۔

اگر دنیا ایک دن باقی رہی تو خدا اس کو طویل کر دے گا یہاں تک کہ وہ خروج کریں گے اور اس زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جس طرح یہ ظلم و جور سے بھری ہوئی ہوگی۔ اب یہاں پر ایک سوال ہے کہ کب ظہور ہوگا۔

مجھے احادیث کے ذریعے اپنے بابا نے اور ان کو اپنے بابا نے اطلاع دی اور اس نے بیان کی مولا علی علیہ السلام سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ پوچھا گیا کہ آپؐ کی اولاد سے امام کب خروج کریں گے؟ قال مثلہ مثل ساعت امام زمان (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے خروج کا مثل قیامت کی مثال ہے۔

کسی کے لیے بھی وہ وقت ظاہر نہیں ہوگا اور اس کے وقت کا اعلان یا اس کی خبر ایک سنگین کام ہے..... پھر فرماتے ہیں وہ وقت ایسے ہوگا جب لوگ مایوس ہو جائیں گے اور لوگ انکار شروع کر دیں گے..... اور کہنا شروع کر دیں گے کہ وہ کہاں ہے؟ جسے تم کہتے ہو کہ وہ خروج کریں گے اتنا ظلم چھا چکا ہے کب آئیں گے؟ تمہیں عام لوگ طعنے دیں گے۔ دعا کے جملے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ کب ظہور کریں گے تو امام بہت جلد ظہور کریں گے۔

بہت ساری باتیں ہیں کہ کل تک کوئی اس پر یقین نہیں کرتا تھا لیکن آج ان کا لوگوں کو یقین ہو چکا ہے کس کو پتہ تھا کہ روس کی اتنی بڑی مملکت کا خاتمہ ہو جائے گا اور اتنی بڑی اسلامی مملکت نکل آئے گی 70 سال مسلمانوں کو بند رکھا کہ اسلام کا خاتمہ ہو جائے لیکن اسلام کا خاتمہ نہ کر سکے وہ جو اپنے آپ کو سپر پاور کہتے تھے خود کو منجی بشریت کا عنوان دیتے تھے اور دعوی کرتے تھے ہم ہیں جو دنیا میں امن قائم کریں گے اور فرعون والا نعرہ دیتے تھے کہ ہم ہیں سب سے بڑی طاقت اور کون ہے ہم جیسا؟ بس لوگوں نے دیکھا..... کہ اس کے ختم ہوتے ہوئے پتہ ہی نہیں چلا۔ اور اس طرح باقی طاقتیں بھی کہیں کہ ہم

ہیں ..... سب کچھ چاہے بڑا شیطان ہو یا چھوٹا شیطان تو کچھ بھی نہیں ہوگا اور جب صبح اٹھیں گے تو اعلان ہو رہا ہوگا **الا ایھاالناس قدجأ خلیفة الله ال مهدی (عج الله تعالیٰ فرجه الشریف)** لوگو! اٹھو اللہ کے خلیفہ مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) تشریف لے آئے ہیں۔

فبایعوه واطیعوه ان کی بیعت کرو اور ان کی اطاعت کرو اسی میں تمہارا امن و سکون ہے امت نے خاندان نبوت کی قدر نہیں کی اگر وہ قدر کرتے تو آج امت کو اتنی ذلت نہ اٹھانی پڑتی قرآن نے بار بار اعلان کر کے کہا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے، خدا نے وعدہ لیا اپنے انسان سے کہ شیطان کی باتوں میں نہ آنا، خدا نے اپنے انبیاء کے ذریعے اپنے بندوں کو سمجھایا کہ شیطان کی باتوں میں نہ آئیں ابلیس اپنی خواہشات کا بندہ بنا رہا اور اس نے اپنی خواہشات کی پیروی کی جس بنا پر وہ درگاہ ایزدی سے دھتکارا گیا۔

مصائب:

بنی عباس کا جو خاندان ہے اہل بیت علیہم السلام کے خاندان سے سب سے زیادہ واقف تھے ..... لیکن انہوں نے ایسے مظالم ڈھائے ..... اہلبیت علیہم السلام کے نام پر حکومت حاصل کی کربلا کے مصائب اور کربلا کے واقعات بیان کر کے لوگوں کو اپنا حامی بنایا اور جب بنی امیہ کا تختہ اُلٹ دیا اور خود اس ملک پر آ گئے اس حال میں آئے کہ انہوں نے اس خاندان پر ایسے مظالم ڈھائے لوگ بنی امیہ کے ظلم بھول گئے ..... ابھی امام موسی کاظم علیہ السلام کا تذکرہ ہو رہا تھا وہ اسیر بغداد، وہ عبد صالح جو کسی کو کوئی تکلیف نہیں دیتے تھے امام موسی کاظم علیہ السلام کو مدینہ سے بصرہ لایا گیا بصرہ میں ایک سال تک مولا کو اسیر رکھا گیا، ہارون، مامون کو لکھتا ہے اور مامون بصرہ کے حاکم جعفر کو لکھتا ہے کہ امام موسی کاظم علیہ السلام کا کام تمام کر دو وہ جواب میں لکھتا ہے ..... میں نے ان سے کوئی ایسی بات نہیں دیکھی جو ہمارے خلاف جائے اگر یہ بات ہے تو اپنے پاس بلا لو بغداد میں لے آئے ایک جیل خانے سے مولا کو دوسرے جیل خانے میں منتقل کیا جاتا ہے دوسرے تیسرے

چوتھے جیل خانے میں نقل کیا جاتا ہے اور مختلف طریقوں سے چاہتے ہیں کہ امامؑ کی عصمت پر حرف آئے کبھی جیل میں اس دور کی کمینی اور فاحشہ عورت کو بھیجتے ہیں تا کہ امامؑ کو اپنی طرف مائل کرے لیکن جب دیکھتے ہیں کہ وہ عورت ابھی تک واپس نہیں آئی ..... کیا دیکھا کہ وہ امام صالحؑ کے ساتھ سجدوں میں مصروف ہے سبحان اللہ کا ورد کر رہی ہے، جب ہر طرف سے حکمران ناکام ہو گئے امام موسی کاظم علیہ السلام کو ہر طرف سے اتنی اذیتیں دی گئیں، اتنا جیل میں رکھا گیا کہ جب ربیع کے جیل خانے میں تھے تو وہ ایک موالی سے کہتا ہے کہ نیچے جھانک کر دیکھو تو تمہیں کیا نظر آ رہا ہے وہ کہتا ہے مجھے ایک سفید چادر نظر آ رہی ہے، وہ کہتا ہے ذرا غور سے دیکھو جب وہ غور سے دیکھتا ہے تو اسے محسوس ہوتا ہے کہ یہ کوئی جاندار چیز ہے ربیع کہتا ہے تمہیں معلوم نہیں یہ تمہارے امام موسی کاظم علیہ السلام ہیں، امام کا گوشت بغداد کے جیل خانے کھا گئے وہ امام جو کسی کو تکلیف نہیں دیتے تھے ..... آخر میں ایک غیر مسلم سندی بن شاھک ملعون کے جیل خانے میں آپؑ کو لایا گیا یہاں تنہا، تنگ کوٹھری میں اتنا عرصہ گزر گیا مولاؑ صبح سے زوال تک سجدہ میں رہتے پھر نماز ظہرین کے بعد ..... پھر سجدے میں چلے جاتے پھر نماز مغرب کے بعد سجدے میں چلے جاتے دن کو روزہ رکھتے رات کو اللہ کی عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ لیکن امامؑ جو فقط اللہ کی عبادت میں مصروف تھے ظالموں کو یہ بھی پسند نہ آیا انہوں نے مولاؑ کو زہر دے دی۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون**

امام موسی کاظم علیہ السلام کی ۳۶ اولادیں تھیں ۱۸ بیٹیاں تھی ۱۸ بیٹے تھے لیکن جب مولاؑ کا جنازہ اٹھانے کا وقت آیا تو جنازے کے لیے بغداد کے مزدور منگوائے گئے، جنازے کے ساتھ کوئی رونے والی بیٹی موجود نہ تھی جنازہ اٹھانے کے لیے کوئی بیٹا موجود نہ تھا بلکہ مولاؑ کے ہاتھ سے ہتھکڑیاں، پاؤں سے بیڑیاں بھی نہیں اُتاری گئیں پل بغداد پر آ کر باب الحوائج کا جنازہ رکھا گیا..... تین دن بعد ظالموں نے بڑی کمینگی کے ساتھ اعلان کیا تین دن بعد مولاؑ کا جنازہ اٹھایا گیا، امام علی رضا علیہ السلام مدینہ سے اپنے بابا

کا جنازہ پڑھانے کے لیے آئے تین دن کے بعد اعلان کیا گیا طیب کے بیٹے طیب کا جنازہ اٹھایا جانا ہے..... بغداد کے لوگوں آؤ اس جنازہ میں شرکت کرو جب حاکم وقت کی طرف سے اذن ملا کثیر تعداد میں لوگ جنازے میں جمع ہوئے شام کو مولا کا جنازہ اٹھا.....لیکن میں قربان جاؤں علی زین العابدین علیہ السلام پر کہ جب بابا کی لاش دفن کرنے آئے ہیں نہ تو کوئی جنازہ اٹھانے والا تھا اور نہ کوئی جنازہ کی تشیع کرنے والا تھا تنہا اپنے بابا کے جنازہ کو دفن کیا۔

باب الحوائج امام موسی کاظم علیہ السلام کا واسطہ اے پروردگار! ہمارے گناہ بخش دے، ہمارے اسیروں کو رہائی عطا کر، پریشان حال مومنین کی پریشانیاں دور کر، حاجت مندوں کی حاجت پوری فرما، شر ابلیس، شر نفس امارہ سے بچا، رہبر اسلامی کی حفاظت فرما، امام زمان (عج اللہ تعالی فرجہ الشریف) کا ظہور جلد فرما، امام زمان (عج اللہ تعالی فرجہ الشریف) کا ذکر ہمارے دلوں میں قائم فرما!

الا لعنة الله على القوم الظالمين

سيعلم الذين ظلموا اى منقلب ينقلبون

مجلس نمبر 8

عنوان: معرفت امام زمانہ علیہ السلام

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:۔

﴿من مات ولم یعرف امام زمانه علیه السلام مات میتة جاهلیة﴾

''جو اپنے امامؑ کی معرفت کے بغیر مرا وہ جہالت کی موت مرا۔''

ہماری گفتگو چل رہی ہے معرفت امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) اور اس سلسلے میں آئمہ معصومین علیہم السلام کی طرف سے جو مختلف بیانات ہیں وہ ہم پڑھ رہے ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ کی اس کائنات میں یہ کوئی اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ نہیں ہے۔ کہ اس نے اپنی حجت (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کو اور نمائندے کو مخلوق سے غائب کیا ہو بلکہ اس سے پہلے اس کے نظائر اس کی مثالیں بہت ساری ہیں۔

مختلف انبیاء کی غیبتیں:

۱۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حالات میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ میں نمرود کو اس دور کے نجومیوں نے یہ خبر دی تھی کہ ایک بچہ پیدا ہوگا فلاں قوم سے اور وہ تیرے تخت و تاج کو ختم کر دے گا تو اس نے اس قوم کی عورتوں پر پہرے بٹھا دیے اور جو بھی حامل عورت ملتی اس کا شکم پارا کر دیا جاتا اگر کوئی بچہ پیدا ہوتا اسے ذبح کر دیا جاتا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی مادر کے رحم مبارک میں پہنچے اس وقت با قاعدہ دائیوں کو بھیجا گیا تا کہ وہ چیک کریں کہ حمل ٹھہرا ہے یا نہیں روایت میں ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کے ذریعہ رحم سے پشت کی طرف اس نور کو منتقل کر دیا اور دائیاں چیک کر کے چلی گئیں اور خبر دی کہ رحم میں کچھ بھی نہیں ہے۔ اور جب بچے کی ولادت

ہوگئی تو ان کے جو چچا تھے وہ چاہتے تھے کہ اس بچے کو لے جائیں اور نمرودیوں کے حوالے کردیں لیکن ماں نے کہا کہ ایسا نہیں میں اس بچے کو جا کر کہیں غار میں چھپا آتی ہوں ماں حضرت ابراہیم کو ایک غار میں چھوڑ آئیں اور غار کے منہ کو پتھر سے بند کر دیا دیکھیں ماں کا دل ہے وہ کس طرح اپنے جگر پارہ کو وہاں پر رکھ دیتی ہے۔ لیکن اللہ تبارک وتعالی کا ایک اپنا انتظام ہے کہ جس نے مستقبل میں خلیل کا لقب پانا ہے۔ جس نے امت کا امام بننا ہے جس نے آخری پیغمبر کے نور کا ظرف بننا ہے اللہ تعالی نے اپنی اس کرامت کو ان کی پیشانی میں رکھا تھا۔ اللہ تبارک وتعالی نے اس کی حفاظت کا انتظام خود کیا اور ان کے انگوٹھے سے ان کے لیے غذا کا انتظام ہے کیا، آٹھویں دن ماں اسے چیک کرنے آتی تھیں بچہ اسی غار میں نشوونما پا رہا ہے۔ قرآن مجید میں ابراہیم علیہ السلام کے چچا کو لفظ اب (باپ) سے پکارا گیا ہے اس اب سے مراد چچا تھے۔ کیونکہ ان کے باپ پہلے فوت ہو چکے تھے جب چچا نے اس کی ماں سے بچے کے بارے پوچھا تو ماں نے جواب دیا وہ تو فوت ہو گئے ہیں۔ لیکن ہر آٹھویں دن ماں جاتی تھی اور بچے کو غار میں دودھ بھی پلاتی اور پیار بھی کر آتی اس طرح بچہ بڑا ہو رہا ہے۔ روایت میں ہے۔ عام طور پر جتنے بچے آٹھ دن میں بڑے ہوتے ہیں حضرت ابراہیم ایک دن میں اتنے ہو جاتے تھے باقی بچے جتنے ایک مہینہ میں بڑھتے ہیں تو حضرت ابراہیم آٹھ دن میں اتنے بڑھتے تھے پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام جب بڑے ہو گئے تو آپ اپنی قوم کے درمیان تھے جب کہ حضرت ابراہیم کی قوم انتظار میں تھی کہ ظلم و جبر اور مصیبت کا خاتمہ کرنے کے لیے ایک شخصیت تشریف لائیں گے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی انتظار میں تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان میں موجود تھے لیکن ان کو اظہار کا حکم نہیں تھا اور پھر آپؑ مصر میں ایک مرتبہ ظاہر ہوئے لیکن پھر دوسری غیبت اختیار کرنا پڑی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے ہے آپؑ تین مرتبہ غائب ہوئے۔ جب حضرت ابرہیم کے بارے میں یہ تین غیبتیں ہیں اور آپؑ غیبت کے دور میں لوگوں میں رہتے تھے

لیکن لوگ نہیں جانتے تھے کہ یہی حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اگر اللہ تبارک وتعالی ابراہیم کی نسل کے آخری امام کو اپنی حفاظت اور غیبت میں رکھے تو اس بات پر مسلمانوں کو تعجب نہیں کرنا چاہیے اس لیے آئمہ علیہم السلام نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) نے مختلف انبیاؑ کی سنتیں ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں۔

ا۔ حضرت یوسفؑ کی ہے ۲۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہے ۳۔ حضرت ادریس علیہ السلام کی ہے ۴۔ حضرت موسی علیہ السلام کی ہے ۵۔ حضرت عیسی علیہ السلام کی ہے۔

۲۔ جب حضرت یوسفؑ کی وفات قریب آئی تو حضرت یوسفؑ نے اپنی قوم کو خبر دی تمہارے اوپر بڑی مصیبت آئے گی اور بڑی مشکلات آئیں گی لیکن یعقوبؑ کی آل سے آپ کا منجی اور نجات دہندہ ظاہر ہوگا جس سے آپ کی مشکلات حل ہوں گی آپ عام سنتے رہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کی آمد کو روکنے کے لیے اس دور کے فرعون نے کتنی کوششیں کیں جب حضرت موسیٰؑ اپنی ماں کے رحم میں پہنچتے ہیں تو اس کی خبر یا دائی کو تھی یا ماں کو تھی یا بہن کو تھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد بھی اپنے بچے کی ولادت سے پہلے بعض روایات کے مطابق فوت ہو جاتے ہیں جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس دائی کے دل میں بھی ایسی محبت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ اس بچے کی خبر کو مخفی رکھتی ہے۔ پھر اللہ کی طرف سے حکم ہوتا ہے کہ اس کو جاؤ اور دریائے نیل کے سپرد کر آؤ، دریا نیل کے سپرد ہو جاتا ہے بچہ..... اتفاق سے فرعون کی بیوی دریائے نیل کے کنارے خیمہ زن تھی وہ بچے کو دریا کی لہروں سے لے لیتی ہے، اس کی بہت ساری تفصیل ہے، پورے چار سو سال قوم بنی اسرائیل کو موسی علیہ السلام کی انتظار کرنا پڑی اور وہ ظلم وستم میں پستے رہے اور پتہ نہیں کتنے ہزار بچے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آمد کو روکنے کے لیے مار دیے گئے لیکن اللہ تبارک وتعالی کا ایک وعدہ تھا اسے خدا نے پورا کر دیا، خدا کی جانب سے ہر دور میں کوئی نہ کوئی ایسا امر، حجت خدا اور مولا لوگوں کے لیے پناہ گاہ بنے رہے جو لوگوں کو آگاہی دیتے رہے۔

ایک فقہی کی حضرت موسیٰؑ سے ملاقات:

روایت میں ہے کہ اس دور کا ایک فقیہ تھا جوان مظلوموں اور پریشان حالوں کو تسلی دیتا تھا اور ان کو نشانیاں بتاتا تھا وہ ایک چاندنی رات میں کہیں دور جنگل میں بیٹھ کر وہ درس دے رہے تھے اور لوگوں کو بتا رہے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام نے آنا ہے اور اس کی یہ شکل ہوگی اور یہ اس طرح کا ہوگا اور اس کا قد ایسے ہوگا اور یہ اس کی شان ہوگی اس ی حالت میں کیا دیکھتے ہیں کہ سامنے سے ایک خچر پر سوار وہی حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لے آئے اتفاق دیکھیے اس رات حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے گھر سے نکلے تھے سیر کے لیے اور اصلی راستہ سے مڑ کر اور اکیلے جنگل میں پہنچ گئے تو وہ فقیہ ان کو دیکھ کر بہت ہی خوش ہوا لوگ بھی شل ہو گئے کیونکہ وہ فقیہ ان کی ساری علامات تو بتا چکے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی ان سب کو اپنی زیارت کروائی سب خوش ہوئے لیکن اس واقعہ کے بعد پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں سے چلے گئے۔

مگر آپ غور کریں حضرت موسیٰ علیہ السلام تو انہیں لوگوں میں موجود تھے لوگ ان کے لیے دعا کر رہے تھے جو شب و روز پریشانی کے عالم میں تھے لیکن اللہ تبارک وتعالی کا حکم نہیں تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اظہار کریں کہ میں موسیٰ علیہ السلام ہوں اور ایک دفعہ پھر چالیس پچاس سال وقت گزر جاتا ہے پھر ایک ملاقات ہوتی ہے وہ اس وقت ہوا جب حضرت شعیبؑ کی طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر کو چھوڑ کر جا رہے تھے راستے میں پھر وہی فقیہ ہے جو لوگوں کو تسلیاں دے رہا ہے پھر حضرت موسی علیہ السلام کے ساتھ ملاقات ہو جاتی ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں پر بتاتے ہیں کہ میں موسیٰ ہوں۔ حاند کا بیٹا اور حاند بیٹا تھا لاوی کا اور لاوی بیٹا تھا یعقوبؑ کا اس پر سارے لوگ بڑے خوش ہوتے ہیں، خدا کا شکر بجالاتے ہیں اس وقت ابھی ظہور کی مدت چالیس پچاس سال رہتی تھی، اعلان ظہور کو ابھی اتنی دیر تھی لیکن یہ خدا کی اتنی حمد کرتے ہیں کہ وہ فقیہ ان لوگوں کو بتاتا ہے کہ اللہ تعالی نے ظہور کی مدت سے دس سال کم کر دیے ہیں وہ پھر خدا کی حمد کرتے ہیں اور شکر بجالاتے

ہیں تو خداوند نے اور دس سال کم کر دیے یعنی ان کے شکر بجالانے سے اور ان کی شدت شوق تھا کہ اللہ تعالی نے اس پچاس سال کے وقت سے چالیس سال کم کر دیے اور دس سال میں وہ وقت آ گیا۔

جب حضرت موسیٰؑ تشریف لاتے ہیں حضرت موسیٰ، کا جس طرح معاملہ ایک ہی رات میں درست ہوا حضرت موسیٰؑ آ گئے اور رات کو اپنی بیوی کے لیے آگ لینے گئے جب وہ واپس آئے تو اللہ کے کلیم تھے۔ نبی تو تھے ہی لیکن باقاعدہ وحی اور اللہ کا پیغام لے کر کوطور سے واپس آئے۔

روایت میں ہے کہ جب حضرت امام مہدی (عج اللہ تعالی فرجہ الشریف) ظہور فرمائیں گے تو اللہ تعالی اسی ایک ہی رات میں آپ کے لیے سارے معاملات اپنی قدرت کاملہ سے حضرت کے لیے درست کر دے گا۔

جب حضرت موسیٰؑ کا ظہور ہو جاتا ہے ہم دیکھتے ہیں حضرت موسیٰؑ کے ظہور اور فرعون کے خاتمہ میں پھر چالیس سال لگتے ہیں۔

۳۔ اور حضرت موسیٰؑ جب اس دنیا سے جا رہے ہیں تو حضرت موسیٰؑ کے بعد آپ کے وصی حضرت یوشع بن نون ہیں آپ کے وصی کے دور میں وہی ظلم کا سلسلہ جاری رہتا ہے البتہ ایک جابر حکمران ختم ہوتا ہے دوسرا آ جاتا ہے جب تیسرا دور آتا ہے تو کچھ منافقین مل کر حضرت موسیٰؑ کی بیوی سفرا کو ساتھ لے لیتے ہیں سفرا یوشع کے خلاف جو کہ وصی موسی ہیں جنگ کرتی ہیں اور اس جنگ میں بہرحال فتح جناب یوشع کی ہوتی ہے اور حضرت موسیٰؑ کی بیوی کو اسیر کیا جاتا ہے اس جگہ کتنا تشابہ ہے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی کے ساتھ..... حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیوی کا منافقین کے کہنے پر جنگ میں آنا پھر جنگ میں شکست کھانا اور پھر اسیری میں آ جانا..... مولا علی علیہ السلام کا بصرہ میں ان کو بڑے احترام کے ساتھ رکھنا اور پھر انہیں مدینہ پلٹا دینا..... حضرت یوشعؑ کے بعد پھر بڑا عرصہ گزرتا ہے اس کے بعد جتنے اوصیا ہوتے ہیں وہ ایک بار پھر غیبت میں چلے جاتے ہیں

غیبت کا سلسلہ شروع ہے۔ پھر وہ خبر دینے آتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا زمانہ آئے گا وہ آ کر جالوت کا خاتمہ کریں گے۔ اس کے بعد یہ مشکل حل ہوگی..... اس بات کو سینکڑوں سال گزر جاتے ہیں اور لوگ داؤد علیہ السلام کے انتظار میں ہیں۔

حضرت داؤدؑ کی آمد:

طالوت اس دور کا ایک حاکم ہے اس کا اور جالوت کا مقابلہ ہوتا ہے جالوت بڑا لشکر لے کر آتا ہے اور حضرت داؤد علیہ السلام کا قد چھوٹا تھا سر کے بال بھی اتنے زیادہ نہیں تھے اور وہ کمزور سے تھے جب جنگ میں جانے لگے تو وہ داؤد کو پیچھے چھوڑ گئے کہ تم بکریوں اور بھیڑیوں کا خیال کرو۔ جنگ بہت لمبی ہوگئی حضرت داؤدؑ بھائیوں کو کھانا دینے جاتے ہیں، جالوت نہیں مر رہا جنگ بڑی زوروں پر ہے، راستے میں ایک پتھر ہے وہ پتھر بول کر داؤد سے کہتا ہے یا داؤد مجھے اٹھا لو کیونکہ میرے ذریعے جالوت نے مرنا ہے اور میں اس کے مارنے کے لیے خلق ہوا ہوں میرے ذریعہ جالوت کی موت آنی ہے، یہ بالکل اسی طرح ہے کہ جب حضرت حجت (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) تشریف لائیں گے اور بیت المقدس کی طرف جائیں گے تو ہر پتھر بول کر کہے گا کہ اے سپاہی امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) آ ہمارے پیچھے ایک یہودی چھپا بیٹھا ہے اسے بھی مار کر آگے بڑھ اور یہودیوں کا اس طرح خاتمہ ہوگا اور یہودیوں سے سرزمین پاک ہوگی۔

داؤد کے ساتھ وہ اپنا تھیلہ تھا جس میں بکریوں کے لیے وہ پتھر اس میں رکھتے تھے یہ پتھر بھی اسی میں رکھ لیا اور آپ طالوت کے پاس پہنچ جاتے ہیں اور طالوت کو سلام کیا، طالوت نے کہا..... ہاں داؤد تو آپ کی کتنی طاقت ہے وہ بولا مجھ میں اتنی طاقت ہے کہ اگر سامنے شیر آ جائے تو میں شیر کو پکڑتا ہوں اور اس کو الٹا کر دیتا ہوں اور اگر وہ میری بکری کو پکڑتا ہے تو شیر کے منہ سے اپنی بکری کو بھی چھڑا لیتا ہوں۔

ادھر طالوت کو یہ وحی ہوتی ہے کہ جالوت کو تمہارا وہ سپاہی مارے گا جس پہ تمہاری ذرہ فٹ آ جائے گی طالوت نے داؤد سے کہا تم جالوت کو مارو گے تو داؤد نے کہا

میں حاضر ہوں، طالوت نے اپنی زرہ اتاری اور وہ زرہ داؤد کو پہنادی اور داؤدؑ کو پوری فٹ آ گئی، داؤد نے کہا مجھے جالوت بتادو کہ جالوت کون ہے اس نے بتایا کہ دیکھو وہ جالوت ہے..... داؤدؑ نے وہی پتھر اٹھایا اور نشانہ باندھ کر اس کے دماغ میں مارا اور وہ ہیں پر ڈھیر ہوگیا اب چونکہ جس جنگ میں اتنے عرصہ سے کامیابی نہیں ہو رہی تھی ایک داؤدؑ کے پتھر سے جالوت ختم ہوگیا۔ اور فتح حاصل ہوگئی تو لوگوں نے مل کر داؤدؑ کو اپنا حاکم مان لیا کہ یہ وہ ہے جس کے بارے پیشین گوئی ہوئی ہے اب داؤد تو ان میں موجود تھا خود بھائیوں کو بھی نہیں پتہ تھا کہ یہی وہ ہے کہ جس کے ذریعہ ہمیں نجات ملنی ہے۔

اللہ تبارک وتعالی نے ان پر کتاب زبور بھیج دی وہ اتنے عبادت گزار تھے اور خوش الحان تھے اور اللہ تعالی نے پہاڑوں کے پرندوں کو یہ حکم دیا کہ داؤد کے ساتھ تم بھی پڑھا کرو۔ عجیب منظر ہوتا ہوگا جب پہاڑ بھی ساتھ ساتھ پڑھ رہے ہوں گے۔ یہ تو قرآنی حکایت ہے اور پرندے بھی اس کے ساتھ ساتھ مناجات کرتے تھے اور داؤدؑ کو اللہ تعالی نے لوہا نرم کرنے کا معجزہ بھی دیا کہ وہ ہاتھ سے لوہے کو پکڑتے تھے اور لوہا نرم ہو جاتا تھا اسی سے وہ زرہ سازی کا کام کرتے تھے۔

۴۔ یہ ایک دفعہ پھر غیبت کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے اور غیبت کا دور اتنا طولانی ہوتا ہے ظلم وستم کا دور لمبا ہو جاتا ہے۔ یہ سلسلہ چلتا ہے یحییٰؑ بن زکریاؑ کا دور آتا ہے جو زیادہ دیر نہیں رہتا۔

۵۔ پھر بھی سکون آرام کم رہتا ہے اور حضرت یحییٰؑ بن زکریا کے دور کے بعد ایک لمبی غیبت کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے یہاں تک کہ حضرت عیسیٰؑ کا دور آتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی ولادت بھی مخفی طریقہ سے ہے قرآن بتا رہا ہے پھر خود حضرت عیسیٰؑ کافی عرصہ غائب رہتے ہیں اور اس کے بعد ظاہر ہوتے ہیں اور حضرت عیسیٰؑ کا دور شروع ہو جاتا ہے ان کے بعد شمعون صفاء کا دور آتا ہے حضرت عیسیٰؑ کے بعد بارہ اوصیاء ہیں۔

٦ ۔ ان کے بعد ایک دفعہ پھر غیبت کا دور شروع ہو جاتا ہے وہ سب یہ خبر دیتے ہیں کہ جب آخری پیغمبر آئینگے تو اس وقت تمہاری مشکلات حل ہونگی ۔

غیبتوں کے تسلسل کا نتیجہ:

جناب علی بن طاؤس نے بڑی اچھی بات کہی ہے ان کا مناظرہ کسی دوسرے مسلک کے علماء سے تھا جو اہل سنت سے تھے انہوں نے بڑی اچھی بات کی ہے انہوں نے کہا دیکھئے ایک شخص آ کر کہتا ہے کہ میں کل دجلہ سے عبور کروں گا اور کشتی کے بغیر پانی پر چل کر..... تو سارے لوگ دیکھنے آئیں گے کہ وہ کیسے عبور کرتا ہے کیونکہ نئی چیز ہے حسب اعلان وہ شخص آتا ہے اور پانی کے اوپر سے گزر جاتا ہے پھر وہ ٹائم دے جاتا ہے کہ کل میں دس بجے پھر یہاں سے گزروں گا تو دوسرے دن بھی لوگوں کی اچھی خاصی تعداد آتی ہے البتہ پہلے دن سے تھوڑی کم ہو جائے گی اس طرح دو تین دن لوگ آتے رہتے ہیں لیکن اس کے بعد دیکھنے نہیں آئینگے تو بھئی یہ جو آپ کہتے ہو کہ کیسے آخری حجت غائب ہے تو بھئی حضرت آدمؑ سے لیکر حضرت خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک سارا دور غیبتوں میں گزرا ہے ہاں ! اللہ تعالی کے نمائندے ہر صورت لوگوں میں رہے لیکن کبھی لوگوں کی نظروں سے غائب رہے اور کبھی ظاہر رہے اور ہر جانے والا نمائندہ آنے والے کی خبر دے کر گیا اور یہ بھی بتا گیا ہے کہ تمہیں انتظار کرنا ہوگی اور یہ کہ انتظار کا عمل بہت فضیلت کا عمل ہے پھر اس آخری نمائندے کے بارے میں آپ پریشان کیوں ہو رہے ہیں کہ یہ غائب کیوں ہے آپ کو اس آخری کے بارے یہ عقیدہ رکھتے ہوئے پریشانی کیوں ہوتی ہے جب کہ احادیث بھی اس بات کی سپورٹ میں ہیں آیات اس کی سپورٹ میں ہیں اور سابقہ انبیاء اور اوصیاء کے ادوار..... وہ بھی اس نظریہ کی سپورٹ میں ہیں لہذا یہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں کہ جس کے رکھنے میں انسان کے لیے کوئی جواز موجود نہ ہو بلکہ دلیل قطعی سے یہ بات ثابت ہے کہ ہمیں یہ عقیدہ رکھنا چاہیے، عقیدہ نہ رکھنے کے لیے ہمارے پاس کوئی

دلیل موجود نہیں ہے یہ عقیدہ نہ رکھنا زور گوئی اور تکبر و بڑائی اور مغروری کے سوا اور کچھ نہیں ہے اور دلائل کے سامنے سر تسلیم خم نہ کرنا ہے یعنی دن نکلا ہو بولو رات ہے۔ یہ ہٹ دھرمی کہلائے گا۔

ایک استاد اور شاگرد کا قصہ:

جیسے کہتے ہیں ایک فلسفی اپنے شاگردوں کو پڑھا رہا تھا اور دلائل دیے جا رہا تھا کہ اس حوض میں پانی نہیں ہے جب کہ شاگرد دیکھ رہے تھے کہ حوض میں پانی ہے استاد شاگردوں کو فلسفی دلائل دیے جا رہا ہے۔ کہ پانی موجود نہیں ہے شاگرد آخر کار تنگ ہو گئے کہ وہ اس کے دلائل کا جواب تو نہیں دے سکتے تھے۔ انہوں نے استاد صاحب کو اُٹھایا اور اس حوض میں ڈال دیا اور کہتے ہیں استاد جی اب دیکھ لو پانی ہے یا نہیں تو بھئی یہ ایک حقیقت ہے اس حقیقت کا روز روشن کی طرح عقیدہ ثابت ہے احادیث نبویہ کثیر تعداد میں اس بارے موجود ہیں ہر امام کی احادیث ہم نے پڑھ کر سنائی ہیں اس کے بعد اگر کوئی اس عقیدہ میں شک رکھتا ہے تو اس کا خود اپنا عقلی توازن درست نہیں ہے کیونکہ یہ ایک روز روشن کی طرح واضح ہے جس کا ہمیں عقیدہ رکھنا چاہیے اس لیے تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔

من مات ولم یعرف امام زمانه مات میتة جاهلية جو یہ عقیدہ نہیں رکھتا اور اسی حالت میں مر جاتا ہے تو پھر وہ جہالت و کفر کی موت مرا ہے یہ جاہل نہیں تو اور کیا ہے۔ کفر ہوتا ہی جہالت کے نتیجے میں ہے۔

ونرید ان لعن علی الذین استضفوا فی الارض ونجعلهم ائمةً ونجعلهم الوارثین.

(سورہ قصص آیت ۵ تا ۶

دیکھئے تین جملے ہیں پہلی بات اس آیت میں یہ ہے کہ جن کو کمزور بنا دیا گیا ہے، جو محروم طبقہ کے لوگ ہیں اللہ فرما رہا ہے ہم نے ارادہ کیا ہے (اور خدا کا ارادہ شے کو وجود

عطا کرنے سے عبارت ہے) کہ جو محروم ہیں، جو ننگے پاؤں چلنے والے ہیں، جو کمزور ہیں، جو معاشرہ کے کمزور لوگ ہیں، ہم ان کو زمین کا وارث بنائیں گے اللہ فرمارہا ہے ہم ان کو زمین کا رہبر بنائیں گے یعنی زمین کی قیادت انہیں دینگے یعنی زمین میں انہیں قدرت دینگے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کا بیان:

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ یہ آیت یہاں پر بنی اسرائیل کے اس دور کے واقعہ کو بیان کررہی ہے کہ جب فرعون کا ظلم اپنی انتہا پر تھا کہ اس وقت اللہ تعالی نے یہ کہا کہ جن کو فرعون کمزور سمجھتا ہے وہ ہی اس زمین کے وارث ہونگے اور وہی لوگ قیادت بھی کرینگے اس زمین کے مالک بھی بنیں گے اور وہ قدرت مند بھی ہونگے۔

لیکن مولاؑ فرماتے ہیں کہ اس دور میں اس کی تعبیر اس وقت ظاہر ہوگی جب ہمارے فرزند مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) اس دنیا میں تشریف لائینگے اور ظاہر ہے۔

قرآنی آیات کا معنی کسی خاص ایک فرد یا واقعہ سے مخصوص نہیں ہوتا بلکہ قرآنی آیات کا فیض عام ہوتا ہے جو ہر دور کے لیے ہے اور ہر زمانے کے لیے ہے اگر ہم نظریہ مہدویتؑ کے قائل نہ بھی ہوں تو بھی اس آیت کی تعبیر ابھی تک تو ظاہر نہیں ہوئی کیونکہ ابھی تک حکومت دوسروں کے پاس ہے کل بھی میں نے بتایا تھا کہ چھ ارب انسان اس دنیا میں ہیں اور ایک ارب مسلم ہیں اور پانچ ارب غیر مسلم ہیں تو جو مسلم ہیں وہاں بھی قرآن کی اور اسلام کی حکومت نہیں ہے مسلمانوں کی تعداد بہت کم ہے اور مسلمان بھی پوری طرح اپنے قانون پر عمل نہیں کررہے تو کہاں ہے اللہ کی حکومت.....اور خداوند نے اس آیت میں جو واضح فرمایا ہے کہ محرموں کی حکومت ہوگی تو محروموں کی حکومت کہاں ہے.....محروم طبقہ کے پاس کب حکومت آئے گی؟ جب کہ یہ خبر سچی ہے اس نے تو ہونا ہے کیونکہ یہ قرآنی وعدہ ہے، قرآنی وعدہ جھوٹا نہیں ہے، اللہ کا وعدہ تو سچ ہے اور جب یہ سچ ہے، تو یہ کب ہونا ہے ہمیں اسی عقیدہ کے تحت.....نظریہ مھدویت کو قبول کرنا ہوگا اور

امامؑ کے وجود کو تسلیم کرنا ہوگا اور وہ آخری وصی ہی ہیں اور وہ اللہ تبارک وتعالی کی حجت ہیں، وہ خاتم اوصیا ہیں تمام وصیوں کے آخری وصی ..... آخری پیغمبر کے آخری جانشین ہیں، جتنا بھی نمائندگی کا سلسلہ چلا آیا ہے حضرت آدمؑ سے لیکر خاتم تک اور وہاں سے لیکر حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام تک ..... اللہ کی آخری حجت کے آخری نمائندے امام مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) ہیں اور اس آیت کی تفسیر ان کی آمد سے ظاہر ہوگی۔ (صلواۃ)

وہ سلسلہ جو ہم نے آئمہ کے بیان کا شروع کیا ہوا ہے تو آج اس کا آخری حصہ ختم ہو جائیگا اور پھر کل سے نیا موضوع شروع کرینگے۔

میں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ ہم اس لیے ہر امامؑ سے آخری امامؑ کے بارے انکا بیان پڑھ رہے ہیں۔ تا کہ ہمارے اندر نور معرفت پیدا ہو جائے اور یہ نور معرفت ہمارے دل کے اندر قائم ہو جائے کیونکہ جب ایک بات کا تکرار ہوگا اور وہ بات بار بار دہرائی جائے گی تو اس بات پر عقیدہ راسخ ہوتا جائے گا پھر یہ اتنا اہم موضوع تھا کہ ہر امام نے اس کو دہرایا، ہر امام نے اپنے اپنے الفاظ میں اسے بیان کیا اور سب سے زیادہ اس موضوع پر انہوں نے تاکید کی تو ہم اس کو کیوں نظر انداز کریں ہم اس پر توجہ کیوں نہیں دیتے، ہم اس کو کیوں سطحی لیتے ہیں۔ جب کہ یہ ہمارے بنیادی عقائد سے ہے اور دین اسلام کی حقانیت اور اس کے عملی غلبہ کا دارو مدار اس نظریہ پر ہے تو ہمیں بھی اس پر توجہ دینی چاہیے۔

امام جواد علیہ السلام فرماتے ہیں:

ان القائم منا هوا المهدى الذى يجب ان ينتظر فى غيبته قائم جو ہم سے ہیں وہ مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) ہیں کہ واجب ہے کہ ان کی غیبت میں ان کا انتظار کیا جائے۔

ويطاع فى ظهوره اور جب ان کا ظہور ہوگا تو ان کی اطاعت کی جائے گی ''**وهو ثالث من ولدى**'' وہ مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) میری اولاد سے تیسرے نمبر پر ہیں۔

والذى بعث محمدا ببنبوة وخصنا بالامامة انه لو لم يبق من الدنيا الا يوم

واحد لطول الله ذلك اليوم حتى يخرج..... قسم ہے اس کی جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت عطا کی اور ہمیں اس دنیا کی رہبری و امامت عطا کی کہ اگر دنیا سے فقط ایک دن باقی رہ جائے تو اللہ تعالی اس دنیا کو طولانی کر دیگا اور خروج فرمائیں گے امام مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف)..... اور زمین کو عدل سے بھر دینگے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔

ان الله تعالى يصلح امره فى ليلة كما اصلح امر موسى اذ..... **فرجع وهو رسول و نبى.**

الله تبارك وتعالى امام مهدى (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے معاملے کو ایک ہی رات میں درست کرے گا جس طرح اپنے کلیم موسی کے کام کو ایک ہی رات میں مکمل کر دیا تھا کہ وہ گئے تو تھے طور پر اپنی بیوی کے لیے آگ لینے لیکن جب واپس آئے تو وہ رسول اور نبی تھے۔

پھر فرمایا۔**افضل اعمال شعيتنا انتظار الفرج** ہمارے شیعہ کا سب سے بڑا اور فضیلت والا عمل امامؑ کے ظہور کی انتظار کرنا ہے۔ اور انتظار کا موضوع علیحدہ موضوع ہے اسے پھر بتائیں گے۔

شاہ عبدالعظیم کا بیان:

جناب سید عبدالعظیم حسنی نے امام جواد علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا آپؑ قائم ہیں۔ تو امام جواد علیہ السلام نے فرمایا وہ ہستی وہ ہی ہے کہ جن کی ولادت لوگوں پر مخفی ہوگی **يغيب عنهم** وہ لوگوں سے غائب ہونگے اور ان کا نام لینا لوگوں پر حرام ہوگا۔ ''وھو سمی رسول اللہ'' انکا نام رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والا نام ہے اور ان کی کنیت رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والی کنیت ہے **وهو الذى تطوى له الارض** اور وہ وہ ہیں کہ جن کے لیے زمین لپیٹ دی جائے گی یعنی ان کے لیے فاصلے ختم ہو جائینگے **ويسهل له كل صعب** اور ان کے لیے ہر مشکل آسان ہوگی **ويجتمع عليه من اصحابه عدد اهل البدر** اور

ان کے لیے اصحاب اکٹھے ہونگے جن کی تعداد جنگ بدر والے فوجیوں کے مطابق ہوگی اور وہ تین سو تیرہ زمین کے دور دراز کونوں سے اکٹھے ہونگے **وذلك قول** اللہ تعالی اور یہ اللہ تعالی کا فرمان ہے ''**اين ما تكون يأتى بكم الله جميعاً** ''تم جہاں بھی ہونگے یعنی اے انصار قائم آل محمد اے امام زمانہ کے مددگاروں تم جہاں بھی ہونگے اللہ تبارک وتعالی تم کو اکٹھا کر کے لے آئیگا ''**ان الله على كل شى قدير** ''اللہ تعالی ہر چیز پر قادر ہے۔

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ جب یہ تعداد پوری ہوگی تو اس کے بعد انتظار کرینگے ایک اور تعداد کی اور اس تعداد کو عربی میں یہاں لکھا گیا (عقد) اور پھر مولا خود فرماتے ہیں عقد سے مراد دس ہزار ہے اور یہ تعداد مکہ میں ان تین سو تیرہ کے علاوہ ہوگی ..... جو وہاں پر جمع ہونگے، جب دس ہزار سپاہی آپ کے اکٹھے ہونگے تو اس وقت آپ باقاعدہ خروج کرینگے اور اپنے اگلے سفر کو شروع کرینگے اس کی تفصیل آگے بعد کی مجالس میں بتائیں گے .....صلواۃ

آپ اللہ کے دشمنوں کا قتل برابر جاری رکھیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ ان پر راضی ہوگا شاہ عبدالعظیم فرماتے ہیں میں نے سوال کیا ''**وكيف يعلم ان الله قدرضى** '' کس طرح امام مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کو پتہ چلے گا کہ اللہ اب راضی ہوگیا ہے اور وہ قتل بند کردیں گے **قال يلقى الله فى قلبه الرحم** اللہ اس کے دل میں رحمت ڈال دے گا اور آپ تلوار کو نیام میں ڈال لینگے۔

پھر امام جواد علیہ السلام فرماتے ہیں ۔**ان بعد الحسن ابنه القائم بالحق المنتظر**

امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کو قائم کہنے کی وجہ:

امام حسن عسکری علیہ السلام کے فرزند قائم بالحق ہیں اور وہ منتظر ہیں پوچھا گیا ان کو قائم کیوں کہتے ہیں۔ مولا نے فرمایا ان کو قائم اس لیے کہتے ہیں کہ ان کی یاد ختم ہو جائے گی لوگ انہیں بھول جائیں گے لوگ انہیں اپنی مجلسوں میں یاد نہیں کرینگے، اپنی مجالس میں

انکا ذکر نہیں کرینگے اوران کی امامت کے جو قائل ہیں ان میں سے بہت سارے مرتد ہو جائینگے اوران کی امامت کے منکر ہو جائیں گے، اس حالت کے بعد آپؑ قیام کرینگے اس لیے آپ کو قائم کہتے ہیں **وقیل لما سمی المنتظر** اوران کو منتظر کیوں کہتے ہیں **قال ان له غیبة تکثر ایام هاو یطول آمد ها فینتظرون خروجه المخلصون** ان کی ایک غیبت ہے، جس کے دن بہت زیادہ ہونگے اوراس کی مدت لمبی ہوگی اوران کے خروج کی انتظار وہ لوگ کررہے ہونگے جو خالص اور مخلص ہونگے۔

وینکره المرتدون اورشک والے انکا انکار کررہے ہونگے **ویستهزی به الجاحدون** اورمنکرین اس بات کا مذاق اڑائیں گے اورانکار کررہے ہوں گے **ویکذب فیها الوقاتون** اور جو وقت بتاتے ہونگے وہ اسے جھٹلاتے ہونگے **ویهلك فیها المستعجلون** اور جو جلد باز ہونگے وہ ہلاک ہونگے **ینجو فیها المسلمون** اور جو خدا کے فیصلے کو تسلیم کرنے والے ہونگے وہ ہی کامیاب ہونگے اور وہ نجات پائیں گے۔ خدا ہم سب کو ان میں سے قرار دے (صلواۃ)

امام علی نقوی الھادی علیہ السلام کا بیان:

امام علی الھادی علیہ السلام فرماتے ہیں **الخلف من بعدی ابن الحسن** میرے بعد میرے بیٹے حسن ہیں **وکیف لکم بالخلف من بعده الخلف** اور کیا حال ہوگا تمہارے اس خلف کے بعد جو خلف ہوگا (وقلت) راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا **و جعلنی الله فداك** اللہ مجھے آپ پر قربان کرے کیوں! کیونکر پریشانی ہوگی۔

کیونکہ میرے بیٹے حسن علیہ السلام کے بعد جو حجت ہونگے تو تم ان کو نہیں دیکھ سکو گے اوران کی ذات کو نہیں پہچانتے ہوگے۔

ولا یحل لکم ذکره . اورانکا ذکر کرنا بھی تمہارے لیے جائز نہیں ہوگا۔ راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا پھر ہم کیسے ان کو یاد کرینگے **قولوالحجة من آل محمد** پس آپ ان کو آل محمد سے حجت کہہ کر پکاریں گے۔

امام حسن عسکری علیہ السلام فرماتے ہیں:

میں دیکھ رہا ہوں کہ تم نے میرے بعد میرے قائم مقام میں اختلاف کرلیا ہے تو آگاہ ہو جاؤ کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سارے آئمہ علیہم السلام کو مانے اور میرے بیٹے کو حجت نہ مانے تو وہ شخص ایسے ہے کہ جیسے اللہ کے تمام نبیوں کو مانے اور آخری پیغمبر کی نبوت کا قائل نہ ہو اور جس نے آخری رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کیا تو اس نے تمام انبیاء علیہ السلام کا انکار کیا۔ اور جس نے ہمارے آخری کا انکار کیا وہ ایسے ہے کہ اس نے ہمارے پہلے کا انکار کیا۔

میرے بیٹے کی غیبت ہے جس میں لوگ شک میں پڑ جائینگے مگر وہ لوگ جو بچ جائیں گے۔ جو ان پر ایمان لائیں گے۔

قیامت تک زمین حجت خدا سے خالی کبھی نہیں ہوگی جو مرے اور نہ پہچانے اپنے زمانے کے امامؑ کو تو وہ جہالت کی موت مرا یہ بات حق ہے کہ جو امامؑ کی معرفت کے بغیر مرا تو وہ جہالت و کفر کی موت مرا۔ ہر زمانے میں حجت خدا موجود ہوتے ہیں۔

جس طرح دن کا وجود حق ہے اس طرح یہ بھی حق ہیں۔ جب آپ سے سوال کیا گیا۔ آپ کے بعد حجت خدا کون ہیں، امام کون ہیں ''**فقال ابنی محمد هو الا مام الحجة بعدی**'' میرا بیٹا محمد ہے وہ امامؑ ہے اور میرے بعد وہ ہی حجت علیہ السلام ہیں۔ یعنی اس وضاحت کے ساتھ گیا رویں امام نے فرمایا کہ جو مر جائے اور وہ میرے اس بیٹے کی معرفت نہ رکھتا ہو تو وہ کفر و جہالت کی موت مرا۔

ان کی ایک غیبت ہے کہ جس میں جو جاہل ہیں وہ حیران ہونگے اور جو باطل پرست ہیں وہ ہلاک ہونگے اور جو وقت کا تعین کرتے ہیں وہ جھٹلائے جائیں گے۔ وہ جھوٹے ہیں پھر فرماتے ہیں۔

میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ آئیں گے اور ان کے سامنے سفید جھنڈے لہرا رہے ہونگے اور وہ کوفہ کی پشت پر نجف میں تشریف لا چکے ہونگے۔

امام حسن عسکری علیہ السلام نے آپ سے یعنی امام مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) اپنے بیٹے کی طرف رخ کر کے اپنی موت سے پہلے فرمایا۔

تمہیں خوشخبری ہو میرے بیٹے تم ہی تو صاحب الزمان (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) ہو یعنی خود امام زمانہؑ سے کہہ رہے ہیں کہ تو ہے مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) تو ہے اللہ کی زمین پر اللہ کی حجتؑ ،تم ہو.....تم میرے بیٹے ہو اور میرے وصی علیہ السلام ہو۔

اور پہلے میں نے بتایا کہ دس ہزار رطل (وزن کا پیمانہ) گوشت اور روٹیاں آپ کی ولادت پر تقسیم کی گئیں اور پھر امام نے بہت سے دنبے اور بکرے اپنے خاص شیعیوں کے گھروں میں بھیجے اور وہ شیعہ اور آپ کے خالص اصحاب جو سامراء آ جا رہے تھے ان کو یہ جملہ لکھ کر بھیجا جب ان کی طرف چار بکرے بھیجے۔تو انہیں لکھ بھیجا کہ ان چار بکروں سے عقیقہ کرو میرے بیٹے مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے لیے اور خود کھاؤ اللہ تمہیں نصیب کرے اور ان سب کو کھلاؤ جو تمہارے پاس ہمارے شیعیوں میں سے موجود ہیں۔

یعنی آپ نے اس طریقہ سے اس پوری خبر کو عام کیا۔

انشا اللہ کل کی مجلس میں میں بتاؤں گا کہ کچھ اور شخصیات بھی تھیں جن کو مولا کی ولادت کے بعد فوراً اطلاع دی گئی اور پھر امام کی مختلف اوقات میں ملاقات خواص سے بھی کرائی گئی۔ یہ اس لیے تھا کہ کوئی یہ نہ کہے کہ جس مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کا وعدہ دیا گیا تھا وہ ابھی تشریف نہیں لائے اور یہ سلسلہ امامت ختم ہو گیا۔

امام مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کا اپنے بارے بیان:۔

خود امام مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) اپنے بارے میں فرماتے ہیں اپنے پہلے سفیر سے فرمایا۔معلوم رہنا چاہیے سب کو کہ حق ہمارے ساتھ ہے اور ہم میں ہے اور اگر کوئی بھی دوسرا یہ کہے کہ حق ان کے ساتھ ہے اور ان میں ہے تو وہ افترا پرداز ہے اور وہ جھوٹا ہے۔اور ہمارے علاوہ جو بھی حق پر ہونے کا دعوی کرے اور یہ کہے کہ حق ہمارے ساتھ ہے اور حق ہم میں ہے تو ایسا کہنے والا گمراہ بھی ہے اور بھٹکا ہوا بھی ہے۔

مولا نے فرمایا:

ہم سے صرف اسی جملہ پر اکتفا کرو اور اس کی تفسیر نہ مانگو اور یہ انہوں نے اشارہ فرمایا ان کا یہ اشارہ ہی کافی ہے اور اس کی تشریح کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ اور اسی جملہ کے ساتھ مولاؑ نے بتایا کہ حق ہمارے ساتھ اور ہم حق کے ساتھ ہیں اور اگر حق پر چلنا ہے تو پھر ہمارے گرد آنا ہوگا۔ اس کے بغیر چارہ نہیں۔

خداوند ہمیں حق پر قائم رکھے۔

حجتؑ حق پر سلام ہو **السلام علی الحق الجدید** ..... سلام ہو اس حق جدید پر اور ایسے عالم پر جو ایسا عالم ہے جس کے علم نے پرانا نہیں ہونا۔

مصائب:

لیکن اس امت نے قدر نہیں کی امت نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین کو پامال کیا حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جتنی تاکید کی خدا کی قسم اگر رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کہہ کر جاتے کہ میری اولاد کو اذیت پہنچاؤ بجائے اس کے کہ میری اولاد سے محبت کرو کیا اس سے زیادہ اذیت دے سکتے تھے جتنی ان ظالموں نے دی۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان لوگوں نے قبر میں بھی چین سے سونے نہیں دیا۔

یہ دیکھیں امام تقی علیہ السلام جو سب سے کم عمر ہمارے امام ہیں اور جن کی شہادت بھی سب سے کم عمر میں ہوئی ان کو مدینہ سے بغداد لایا جاتا ہے مدینہ سے دور، اپنے وطن سے دور، نظر بندی کی حالت میں رکھا جاتا ہے۔ مامون نے اپنی بیٹی کا رشتہ مولاؑ کو دیا تھا۔ لیکن یہ سب ان کی سیاست تھی اور یہ چاہتے تھے کہ وہ ہستی جس نے آ کر ظالموں کا خاتمہ کرنا ہے اس کے وجود میں رکاوٹ ڈالے اور یہ نور خدا کو روکنے کے لیے اہتمام کرتے رہے۔ لیکن اللہ نے اپنے نور کی حفاظت کرنی تھی اور کچھ عرصہ تو امام جواد علیہ السلام بغداد میں اسیر رہے نظر بند رہے، لیکن پھر مامون نے اپنی اسی بیٹی کے ذریعہ امام جواد علیہ السلام کو

زہر دلا دی، روایات میں ہے کہ امام جواد علیہ السلام اکیلے گھر میں تھے اس ظالمہ مائی نے جناب امام جواد علیہ السلام کو زہر دی، جب زہر کا اثر ہونے لگا تو امام جواد علیہ السلام نے اس کو بلا کر کہا۔ کیا میں تیرا اچھا شوہر نہیں تھا۔ کیا میں نے تجھ کو کوئی اذیت دی تھی۔ کیا میں تیرے حق کو پورے نہیں کرتا تھا۔ اس ظالمہ ملعونہ کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

اے علی علیہ السلام کے شیعہ آپ کے آئمہ علیہم السلام کتنے مظلوم ہیں یہ ملعونہ نے زہر دینے کے بعد وہ اس گھر کا دروازہ بند کر کے چلی جاتی ہے، امام کے پاس کوئی نہیں ہے جو امام کی تیمارداری کرے۔ امام جواد علیہ السلام اکیلے ہیں آپ کے کم سن بیٹے علی ھادی علیہ السلام مدینہ میں ہیں، آپ اس طرح اللہ کو پیارے ہوئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تبارک و تعالی نے فرشتوں کو مقرر کر دیا۔ کہ امام جواد علیہ السلام کی لاش کی حفاظت کریں۔ تین دن گزر گئے شیعیوں کو پتہ نہیں ہے کہ ہمارے امام پر کیا گزری تین دن کے بعد جب آتے ہیں اور دروازہ کھولتے ہیں کیا دیکھتے ہیں کہ ہمارے امام اللہ کو پیارے ہو گئے ہیں ماتم کرتے ہوئے جنازہ اُٹھاتے ہوئے کہتے ہیں واہ جوادا علیہ السلام واہ محمداً واہ علیا علیہ السلام، امام علی ھادیؑ کے انتظار میں شیعہ ہیں کہ آ کر اپنے بابا کا جنازہ پڑھائیں۔ جنازہ تیار ہے۔

جنازہ کو کاظمین کی طرف لے آئے کیا دیکھتے ہیں کہ مدینہ کی طرف سے ایک شخص پہنچتے ہیں پریشان حال ہے بال بکھرے ہوئے ہیں اپنے باباؑ کا جنازہ پڑھاتے ہیں شیعوں نے مولاؑ کو پرسہ دیا لیکن بڑی مصیبت ہے امام علی زین العابدین علیہ السلام کے لیے کہ یہاں تو شیعہ مل گئے جنازہ پڑھنے والے لیکن کربلا میں مولا حسین علیہ السلام کا جنازہ پڑھنے والا بھی کوئی نہیں ہے علی زین العابدین علیہ السلام تنہا اپنے باباؑ کا جنازہ دفن کرتے ہیں۔

الا لعنة اللہ علی القوم الظالمین

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

مجلس نمبر 9

عنوان:۔ معرفت امام زمانہ علیہ السلام

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:۔

﴿من مات ولم یعرف امام زمانه علیه السلام **مات میتة جاهلیة﴾**

جو اپنے امام کی معرفت کے بغیر مرا وہ جہالت کی موت مرا۔

معرفت امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے بارے میں گفتگو ہو رہی ہے خدا ہم سب کو امام زمانہ علیہ السلام کے بارے میں خود کو بہرہ ور کرے اصل معرفت تو یہ ہے کہ انسان اس طرح اپنے امامؑ اور انکی موجودگی کے بارے یقین رکھتا ہو..... جس طرح اسے اپنے بچوں کے وجود کا یقین ہے۔ اپنے والدین کے وجود کا یقین ہے۔ جس طرح اسے اپنے والدین کے وجود کا یقین ہے۔ جس طرح اسے اپنے گھر کے وجود کا یقین ہے یعنی اس سطح پر ہمیں یقین کی منزل پر فائز ہونا چاہیے۔ ہماری کوشش ہوگی کہ آج اس سلسلے کی کہ آخری مجلس ہو کل سے انشا اللہ ذمہ داریوں پر گفتگو شروع کریں گے کہ ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں؟ کیونکہ وہ بھی انتہائی اہم موضوع ہے کیونکہ ہماری بحث کے دو حصے تھے معرفت کے حوالے سے اگر چہ اس کے کئی پہلو تشنہ ہیں لیکن ہم نے اسی پر اکتفا کیا ہے..... اس اُمید کے ساتھ کہ جتنی گفتگو ہوئی ہے لوگ اس سے بھی استفاد کریں گے اور ان مجالس کی کیسٹیں بھی تیار ہوئی ہیں انشا اللہ لوگ اس سے استفادہ کریں گے اور ہمیں دعاؤں میں یاد رکھیں گے چند ایک واقعات اس جگہ بیان کرتے ہیں جس سے آپ علیہ السلام کی عظمت کا اظہار ہوگا۔ جس وقت بوقت صبح آپکی آمد ہوئی تو گھر میں جتنے بھی لوگ تھے انھوں نے ایک دوسرے کو مبارک باد دی اور خوش ہوئے ..... دیکھیں اس گھر کا ایک نوکر

ہے جس کی ذمہ داری ہے کہ وہ بازار سے گھر کے لئے روزانہ سودا سلف لے آتا ہے۔ کہتے ہیں کہ جیسے ہی ہمارے مولا ذرا بڑے ہوئے تو مجھے یہ حکم نامہ ملا کہ جب تم بازار جاتے ہو روزانہ گوشت خریدنے.....تو اسکے ساتھ ایک قعب خرید کر لایا کرو سر کے جس حصہ میں مغز ہوتا ہے اسے عربی میں قعب کہتے ہیں]۔ ہمیں یہ بتایا گیا کہ یہ ہمارے چھوٹے مولاؑ کیلئے ہے دیکھئے یہ گھر خادم کتنی سادگی سے اس بات کو بیان کر رہا ہے یعنی یہ بناوٹ نہیں ہے۔ ایک غلام ہے جو سبزیاں لاتا ہے.....اور بڑی سادگی سے اس واقعہ کو نقل کر رہا ہے کہ جب مولاؑ کی پیدائش ہوئی۔ تو ہم سب بہت خوش ہوئے۔ مولاؑ بڑے ہوئے تو ہمیں کہا گیا کہ گوشت کے ساتھ ساتھ مغز بھی لایا کرو یہ ہمارے چھوٹے مولاؑ کیلئے ہے، یعنی کتنے پیار سے وہ اس واقعہ کو نقل کرتا ہے۔ ان واقعات سے واضح ہے کہ جو لوگ خشک نگاہ سے اس کو دیکھتے ہیں۔ ان کا اصل ایمان ناقص ہے۔ اسی طرح امامؑ کے ایک اور خادم ہیں۔ ابو غانم ان کا نام ہے.....وہ کہتے ہیں۔ کہ میں امام زمانہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا آپؑ جھولے میں تھے۔ یعنی وہ ابھی تھے تو جھولے میں لیکن انہوں نے مجھ سے کہا کہ آپ سرخ سندل میرے لئے لے آنا (سندل ایک معروف چیز ہے اور اس کا شربت بھی بہت مشہور ہے) میں جا کر سرخ سندل خرید کر لے آیا..... مولاؑ ابھی بچے ہیں یعنی جھولے میں ہیں۔ مجھ سے بولتے ہیں کہ مجھے جانتے ہو؟۔

میں نے جواب میں عرض کیا کہ جی ہاں میں آپؑ کو جانتا ہوں۔ آپؑ میرے سردار ہیں.....اور میرے سردار کے بیٹے ہیں۔ مولاؑ فرماتے ہیں میں نے یہ سوال تم سے نہیں کیا (وہ کہتا ہے) کہ میں نے مولاؑ سے عرض کیا۔ کہ مولاؑ پھر آپ خود ہی بتائیں۔ کہ آپ کی مراد کیا ہے؟۔ فقال تو امامؑ نے فرمایا۔ **انا خاتم الاوصیاء**۔ میں خاتم اوصیاء ہوں۔ اور اللہ تعالی میرے ذریعے سے میرے خاندان اور میرے شیعوں کی مشکلات کو دور کرے گا۔ اور میرے ذریعے سے اللہ تعالی زمین والوں کی مصیبتیں دور کرے گا۔

یہ ایک خادم کی امامؑ سے گفتگو ہے۔ اور وہ اسکو اسی طرح نقل کرتے ہیں۔ اس لیے

کہ لوگوں کو پتہ چلے کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کے جانشین آ گئے ہیں۔ خاتمِ اوصیاءؑ آ گئے ہیں۔ کیونکہ کل کوئی یہ نہ کہیں کہ وہ نہیں تھے۔ بی بی نسیم آپؑ کی گھر کی کنیز ہے وہ کہتی ہیں کہ آپ علیہ السلام کی ولادت کو دس دن گزر گئے تھے کہ میں اندر گئی..... جہاں مولاؑ موجود تھے میں نے چھینک ماری تو مولاؑ نے فرمایا **رحمك الله** کہ اللہ آپ پر رحمت کرے۔ کیونکہ مستحب ہے کہ جب کسی کو چھینک آئے۔ تو سننے والے کہیں کہ **یرحم کم الله**۔

ایک کنیز جب اپنے مولاؑ سے یہ سنتی ہے تو بہت خوش ہوئی..... مولاؑ نے فرمایا کہ میں آپ کو اس چھینک کی بشارت نہ دوں اور اس کا فائدہ نہ بتا دوں۔ تو کنیز نے کہا کہ مولاؑ آپ ضرور بتائیں۔ تو امامؑ نے فرمایا کہ جس کو چھینک آ جائے وہ سمجھ لے کہ تین دن تک قریب نہیں آئیگی۔ یہ مولاؑ نے اپنی کنیز کو یہ خوشخبری دی۔

جنت میں حقیہ داخل ہوں گے:

''کامل ابن ابراہیم'' یہ امام حسن عسکری علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھا وہ چلا اس کا پروگرام یہ تھا کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں جا کر ان سے کچھ سوال پوچھے گا۔ ایک سوال تو مفوضہ کے حوالے سے تھا کہ مفوضہ ان کو کہتے ہیں جن کا عقیدہ یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے سب کچھ اہل بیت علیہم السلام کو دیا ہے.... خود فارغ ہو گیا ہے خلق کرنا روزی دینا ہر شے ان کے ہاتھ میں ہے اور اللہ جو ہے وہ معطل ہے ان کو مفوضہ کہتے ہیں اور یہ بھی ان کے دلائل سن سن کے تھوڑا متزلزل تھا گویا اس نے سوچا ہوا تھا کہ جب امامؑ سے ملوں گا تو ان سے پوچھوں گا اور یہ بھی پوچھوں گا کہ آپ کے بعد امام کون ہے؟ اور خود اس عقیدہ پر تھا کہ اس کے ذہن میں یہ بھی تھا کہ وہی جنت میں جائے گا جو میری طرح کا عقیدہ رکھتا ہو اور ہر ایک جنت میں نہیں جائے گا وہ کہتا ہے کہ کچھ اور افراد کے ہمراہ میں بھی مولاؑ کے گھر جا کے بیٹھ گیا اور وہاں پر ایک پردہ لٹکا ہوا تھا اس کے ساتھ جگہ تھی، وہاں پر میں بیٹھ گیا اور میں مولاؑ کا انتظار کرنے لگا..... اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ پردہ ہٹا اور ایک چھوٹا سا بچہؑ جس کی عمر تقریباً چار سال تھی، تشریف لے آئے اور آتے ہی مجھے کہا کہ اے

کامل ابن براہیم .....تو میں کانپ گیا کہ یہ بچہ علیہ السلام مجھے میرے نام سے پکار رہا ہے مجھے گویا کہ اندر سے الہام ہوا اور ذھن کے اندر ہی یہ بات آئی تو میں نے فوراً کہا۔ لبیک یا سیدی ..... کہ حاضر ہوں میرے سردار فرمایئے تو ..... انہوں نے فرمایا کہ توں اللہ کے ولی کے پاس سوال کرنے آیا ہے کہ جنت میں وہی داخل ہوگا جو آپ کی طرح کی معرفت رکھتا ہے اور وہ کہے جو تم کہتے ہو تو میں نے کہا کہ واللہ میرے ذھن میں یہ بات تھی تو امامؑ نے فرمایا کہ پھر تو جنت میں جانیوالے بہت کم ہوں گے تم جو کہتے ہو کہ میرے جیسا نظریہ رکھنے والے جنت میں جائیں ..... کیونکہ یہ شخص عالم تھا اور بہت پختہ یقین کا مالک تھا اور تفصیلی طور پر عقیدہ رکھتا تھا۔ اس کے بعد امامؑ فرماتے ہیں خدا کی قسم جنت میں حقیہ داخل ہونگے یعنی وہ لوگ داخل ہونگے جو حق پر ہونگے اور ان کو حقیہ کہا جائے گا پوچھا میرے سردار وہ کون ہیں؟۔

امامؑ نے فرمایا..... وہ ایسے لوگ ہیں جو کہتے ہیں حق علی علیہ السلام کیساتھ ہے اور جب بھی یہ لوگ بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں۔ مولا علی علیہ السلام کے حق کی قسم، مولا علی علیہ السلام کی فضیلت کی قسم وہ ایسے لوگ ہیں جنھیں مولا علی علیہ السلام کے حق کی تفصیلی معلومات نہیں ہیں۔ اور نہ ہی ان کی فضیلت کی تفصیلات جانتے ہیں۔ لیکن جب بات کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ انھیں مولا علی علیہ السلام سے شدید محبت ہے یہ وہ لوگ ہیں جو بات بات پر مولا علی علیہ السلام کو یاد کرتے ہیں۔ امامؑ فرماتے ہیں ایسے لوگ جنت میں جائیں گے۔

یعنی مولا امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) نے اسے سمجھا دیا کہ جتنی بڑی معرفت ہوگی اتنا ہی بڑا درجہ ہوگا لیکن جنت میں صرف وہ لوگ نہیں جائیں گے جو تو نے سوچ رکھے ہیں بلکہ وہ سیدھے سادھے مومنین جو علی علیہ السلام کی محبت میں غرق ہیں اور بات بات پر علی علیہ السلام کا حق علی علیہ السلام کا حق حق علی علیہ السلام کا ..... علی علیہ السلام کی فضیلت اور علی مولاؑ کا سارا ذکر کرتے رہتے ہیں یہ مستضعف لوگ بھی جنت میں جائیں گے جنت انہی کے لئے ہے اگر جنت میں جانے کے لئے معرفت کا وہ اعلیٰ مقام رکھا گیا ہوتا ہے جو تم نے خیال کر رکھا

ہے..... پھر تو تھوڑے ہی لوگ جنت میں جائیں گے۔ یعنی جنت میں جانے کے لئے معرفت کا اعلیٰ معیار رکھ دیا جائے تو پھر بہت کم تعداد میں لوگ جنت میں جائیں گے۔

اور اس کے بعد مولاؑ اس سے فرماتے ہیں۔ پھر تم اس لئے بھی آئے ہو کہ مفوضہ کے بارے میں پوچھو۔ کیونکہ وہ سوالات لے کر آیا تھا اور یہ بھی ایک سوال تھا مفوضہ کے بارے میں تو مولاؑ فرماتے ہیں کہ وہ جھوٹے اور کاذب ہیں کیونکہ ہمارے دل جو ہیں وہ اللہ کی مشیت کے ظرف ہیں۔ جب اللہ کی مشیت ہوتی ہے تو اس وقت ہم چاہتے ہیں یعنی ہمارا دل اللہ کے ارادہ کا مرکز ہے اور اور اللہ کے ارادے کے بغیر اور اس کی چاہت کے بغیر ہماری چاہت ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم کچھ نہیں چاہتے مگر جو کچھ اللہ چاہے یعنی جو کچھ مفوضہ کہتے ہیں وہ غلط کہتے ہیں..... تھوڑی دیر بعد امام حسن عسکری علیہ السلام آئے تو مولاؑ اندر چلے گئے وہ کامل کہتا ہے کہ میں بیٹھا ہی تھا تو مولاؑ نے مجھ سے پوچھا اے کامل کیوں بیٹھے ہو؟ کیونکہ جو سوال تم لے کر آئے تھے میرے بعد جو حجتؑ ہیں انھوں نے آپ کے سوالات کا جواب دے دیا ہے..... اب تمھارے بیٹھنے کا کیا فائدہ تو وہ اُٹھا اور سلام کر کے چل دیا..... دیکھیں کہ اس طرح امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کا تعارف آنے والے لوگوں کو اور خواص کو کرایا گیا تا کہ یہ بات کسی پر مخفی نہ رہے اور شک کرنے والے جو ہیں ان کا توڑ کیا جائے۔

احمد بن اسحاق، امام حسن عسکری علیہ السلام کے خاص اصحاب میں سے ہیں یہ بھی اسی سلسلے میں گئے کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کے بعد جو خلیفہ ہیں ان کی معرفت حاصل کریں۔ مولاؑ نے اگرچہ امامؑ کی ولادت کے بعد اس کو خط لکھا تھا پھر بھی مزید اطمینان قلب کے لئے..... تو اس وقت امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی عمر تین سال تھی کہتے ہیں کہ میں جیسے ہی پہنچا تو امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا کہ یا احمد بن اسحاق اللہ تبارک تعالیٰ زمین کو حجت سے خالی نہیں چھوڑتا۔ جب سے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے آدمؑ کو خلق کیا۔ ہر دور میں ایک حجت خداؑ موجود رہتی ہے جس کے ذریعے سے خداوند تبارک و

تعالیٰ اپنے دلائل کو بندوں میں تمام فرماتا ہے اور اللہ تبارک تعالیٰ اپنی زمین کو اپنی حجت سے خالی نہیں چھوڑے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے۔ اور پھر فرماتے ہیں۔ اور جو حجت خدا ہوتا ہے۔ وہ اللہ کا نمائندہ ہوتا ہے۔ وہی اللہ کی رحمت کا مرکز ہوتا ہے۔ اسی کے ذریعے اللہ زمین والوں سے بلائیں ٹالتا ہے۔ اور اسی کے ذریعے سے بارش کو نازل کرتا ہے اور اسی کے ذریعہ سے زمین کی برکتیں نکالتا ہے..... میں نے پوچھا۔ کہ مولاؑ آپ کے بعد کون ہیں؟۔ تو مولا اندر گئے۔ اور اپنے کاندھے پر مولاؑ کو اٹھا کر لے آئے۔ تو جب لے آئے تو میں نے عرض کیا اس کی کوئی نشانی ہے کہ جس سے میرا دل مطمئن ہو جائے۔ تو جیسے ہی میں نے یہ کہا۔ تو امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) جنکی اسوقت تین سال عمر ہے..... بابا کے کاندھے پر سوار ہیں۔ انہوں نے فصیح عربی میں بولنا شروع کیا۔ اور فرمایا۔ **انا بقیة الله فی الارض**. کہ اللہ کی زمین میں اللہ کا بقیہ میں ہوں۔ اور اللہ کے دشمنوں سے انتقام لینے والا میں ہوں۔ اور اس کے بعد فرمایا۔ کہ اے احمد بن اسحاق آج تم نے اس طرح سے مشاہدہ کرلیا ہے۔ اس کے بعد پھر اس طرح کی تلاش میں نہ نکلنا۔ یہ بات مولاؑ نے کہہ دی۔ اس کے بعد امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ اللہ کے امر میں سے ایک امر ہیں۔ یہ اللہ کے راز میں سے ایک راز ہے۔ اور اللہ کے غیب میں سے ایک غیب ہیں جو بات میں نے آپ کو دے دی ہے۔ اسکو لے لو اور اسکو چھپا کے رکھو۔ اور شکر گزاروں میں سے ہو جاؤ۔ کل روز حساب انشاءاللہ بلند مقامات میں آپ ہمارے ساتھ ہوں گے۔

امام حسن عسکری علیہ السلام نے امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی ولادت کے وقت بھی آپ کو خط لکھا تھا یعنی احمد بن اسحاق کو امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی ولادت کے وقت خط لکھا تھا..... یعنی یہ بڑی شان والے شخص ہیں۔ آپ نے انہیں لکھا تھا کہ ہمارے ہاں بیٹا ہوا ہے۔ اور یہ خبر آپکے ہاں مستور رہے اور لوگوں میں بھی یہ خبر نہ پھیلے۔ ہم نے یہ اپنے قریب ترین افراد کو اس کی قرابت کی وجہ سے بتائی ہے۔ اور رشتہ کی وجہ سے اور

اپنے دوست کو بتائی ہے اس کی دوستی کیوجہ سے.....اور اسی حوالے سے ہم نے یہ خبر آپ کو بھی بتائی ہے تا کہ اللہ آپ کو اس کے ذریعے سے خوشی نصیب کرئے جس طرح اللہ تبارک وتعالی نے ہمیں اس سے خوش کیا ہے۔ اور یہ چند واقعات تھے..... امام حسن عسکری علیہ السلام کے دور کے.....امامؑ نے کس طرح اپنے بعد جو حجت ہیں اور جو بقیۃ اللہ ہیں۔ان کا کس طرح لوگوں سے تعارف کرایا۔

نماز کی تاخیر کے بارے امامؑ کا فرمان:

زہری نامی ایک شخص ہے کہتا ہے میں نے امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) سے ملا قات کی۔تو امامؑ نے یہ جملے فرمائے ان جملوں میں چونکہ ہمارے لیے بھی نصیحت ہے۔ اس لیے میں اس جگہ بیان کرتا ہوں یعنی امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) نے فرمایا ملعون ہے۔نماز عشاء کو لیٹ اور دیر سے پڑھنے والا.....اسی طرح آپ نے آگے فرمایا..... ملعون ہے وہ شخص جو نماز عشاء کو اتنا لیٹ کرے..... کہ پورے آسمان پر ستارے چھا جائیں۔یعنی نماز عشاء کو موخر کرنے والا اگر چہ آدھی رات تک نماز قضا تو نہیں ہوتی مگر مولاؑ فرماتے ہیں..... کہ وہ ملعون ہے۔ملعون ہے وہ شخص جو صبح کی نماز کو اتنا لیٹ کرے۔کہ ستارے آسمان سے گم ہو جائیں۔اگر چہ سورج نکلنے سے پہلے تک نماز صبح ادا کی نیت سے پڑھ سکتے ہیں۔مگر مولاؑ فرماتے ہیں۔کہ ایسا شخص ملعون ہے جو جان بوجھ کر نماز صبح کو اتنا موخر کرے کہ سارے ستارے چھپ جائیں۔اب آپ خود فیصلہ کریں جو بالکل نماز ہی نہیں پڑھتے انھیں امام علیہ السلام کن الفاظ سے یاد فرمائیں گے۔

لمبی عمر کیسے؟:

امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے حوالے سے مختصر تذکرہ یہ بھی ہو جائے.....کہ لوگ بڑی حیرانگی سے پوچھتے ہیں۔کہ اتنی لمبی عمر کیسے؟ مجھے بڑی حیرانگی ہے۔یہ لوگ ایسا سوال کیوں کرتے ہیں۔اور خود کو مسلمان بھی کہتے ہیں قران کو بھی مانتے ہیں جبکہ حضرت

خضرؑ کو اس وقت تقریباً 7000 سات ہزار سال گزر گئے ہیں ..... سارے مسلمان حضرت خضرؑ کی زندگی کے قائل ہیں دیکھیں اللہ تبارک وتعالی نے حضرت خضرؑ کو زندہ رکھا ہوا ہے اس لئے کہ وہ نبی ہیں یا ان پر کوئی کتاب اُترنی ہے ..... نہیں وہ نبی ہیں اور نہ ہی ان پر کوئی کتاب اترنی ہے۔ کیا حضرت خضرؑ کی اطاعت کسی زمانے میں واجب ہونی ہے اس لئے اللہ تعالی نے انکو زندہ رکھا پھر کیا حضرت خضرؑ کے ذمے کچھ کام ہیں؟ جو وہ برابر کر رہے ہیں ..... ہاں ایسا ہی کچھ ہے جس کی مثال قرآن مجید میں موجود ہے۔ حضرت موسیٰؑ پیغمبر تھے ..... حضرت خضرؑ تو پیغمبر نہیں ہیں۔ حضرت خضرؑ کے بارے میں تو قرآن یہ کہہ رہا ہے کہ وہ عبد صالح ہیں۔ نیک بندے ہیں۔ لیکن اللہ کا نیک بندہ ایسا ہے کہ اللہ نے انکے ذمہ ڈیوٹیاں لگائی ہوئی ہیں۔ کہ حضرت موسیٰ سے وہ ہیں ..... بلکہ ان کے زمانے سے پہلے کے ہیں۔ حضرت خضرؑ کشتی میں بیٹھے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ بھی ساتھ تھے لیکن کشتی والے تو ان کو نہیں پہچانتے تھے کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔ آپ نے کشتی کا سوراخ کر دیا کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا تھا کہ تم ان کی شاگردی میں جاؤ جب کہ حضرت موسی علیہ السلام اولعزم پیغمبر ہیں۔ کلیم خدا اور بڑے رعب و دبدے والے ہیں۔ سب جانتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام خدا کا بڑا لاڈلا نبی ہے۔ حضرت موسی حضرت خضرؑ کی خدمت میں گئے تو حضرت خضر علیہ السلام نے کہا میں آپ کو شاگرد تب بناتا ہوں کہ آپ نے کوئی بات نہیں کرنی۔ موسیٰ نے وعدہ کیا کہ میں چپ رہوں گا ..... اب نئی کشتی تھی جس میں دونوں سوار تھے حضرت خضرؑ نے جب اس میں سوراخ کر دیا برمہ انکے پاس تھا۔ گویا وہ لوہاروں والا تھیلا ان کے پاس ہوگا اس میں سے برما نکالا اور سوراخ کر دیا ..... حضرت موسیٰ یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ وہ خاموش نہ رہ سکے اور کہنے لگے کہ لو بھائی آپ نے تو اس بیچارے کی کشتی کو خراب کر دیا ہے خدا کا شکر کہ کسی نے دیکھا نہیں۔ ورنہ پکڑ لے جاتے اور وہ ہمیں مارتے بھی سہی۔ اب کشتی سے نیچے اُترتے ہی حضرت موسیٰؑ نے خضرؑ سے کہا بھائی یہ آپ نے کیا کیا؟ آپ ذرا اس واقعہ کے بارے سوچیں کہ

حضرت خضرؑ عبد خدا ہیں۔ یہ کیسا بندہ ہے کہ ایک نئی کشتی ہے اس نے اس میں سوراخ کر دیا ہے..... حضرت خضرؑ نے حضرت موسیٰؑ کے جواب میں کہا۔ کہ میں نے نہیں کہا تھا کہ آپ نے نہیں بولنا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اچھا ٹھیک ہے..... آپ ایک غلطی معاف کر دیں۔ آئندہ نہیں بولوں گا آگے چلے کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں پر کچھ بچے کھیل رہے تھے۔ ایک بڑا ہی خوبصورت بچہ..... حضرت خضرؑ نے خنجر نکال کر اس پر وار کیا اور قتل کر ڈالا..... یہ دیکھ کر حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ یہ تم نے کیا کیا؟ آپ نے اچھی بات نہیں کی آپ تو بچے مار رہے ہیں حضرت خضر علیہ السلام نے کہا میں نے آپ سے وعدہ نہیں لیا تھا؟ کہ بولنا نہیں ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ دوسری غلطی ہے معاف کر دیں پھر غلطی نہیں کریں گے آگے گئے ایک بستی میں پہنچے رات ہوگئی تھی۔ وہاں پر کسی نے انھیں کھانا تک نہیں دیا۔ بستر نہیں دیا رہنے کی جگہ نہیں دی۔ صبح اٹھے اور جیسے ہی وہاں سے چلے تو دیکھا کہ ایک دیوار گر رہی ہے..... حضرت موسیٰؑ ماشاء اللہ طاقت ور جوان تھے حضرت خضرؑ نے فرمایا لو بیلچہ اور گارھا بناؤ، یہ دیوار بنانی ہے کام شروع ہوگیا اور دیوار تیار ہوگئی..... حضرت موسیٰؑ نے کہا یہ بداخلاق لوگ ہیں کیا ان سے اجرت نہ لو گے..... اتنی ساری دیوار بنوائی ہے..... مجھ سے حضرت خضرؑ نے کہا۔ تم ہمارے شاگرد نہیں بن سکتے جاؤ فارغ ہو۔ قرآن ہے کوئی قصہ کہانی یا ناول تو نہیں..... قرآن ہے۔ اور ایک اولعزم پیغمبرؑ ہیں، نبیؑ ہیں صاحب کتاب ہیں، حضرت موسیٰؑ ..... حضرت خضر علیہ السلام تو صاحب کتاب نہیں ہیں..... اس کا مطلب ہے کہ نبیؑ کے ہوتے ہوئے ایک ایسا شخص بھی ہو سکتا ہے جسکے پاس اللہ کا عطا کردہ علم ہو اور اللہ کی حکمت سے وہ واقف ہو۔ اور نبی اس حکمت سے واقف نہ ہو..... اور پھر یہ تو ایک سفر ہے۔ کہ حضرت خضر علیہ السلام نے ایک سفر میں اتنے سارے کام کر دیئے تو اس کا مطلب تو یہ نکلتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کی تو بس ڈیوٹی ہی یہی رہی ہوگی اور اب بھی ہے۔ آج تو موسیٰؑ نے یہ ساری کاروائی دیکھ لی کیونکہ خدا کا حکم تھا۔ کہ جاؤ اور ہمارے بندوں سے ملو ورنہ خضر علیہ السلام تو ادھر ہی گھوم

رہے ہیں۔ اور وہ کچھ نہ کچھ کام کر رہے ہیں اس لئے تو کہتے ہیں کہ جب حضرت خضر علیہ السلام کا نام آئے تو کہہ دیا کرو..... کہ'' **السلام علیك یا خضر علیه السلام، اسلام علیك یا عبد الصالح**''۔ ہمارا بھی سلام ہوا ے حضرت خضرؑ !

حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ سے نتیجہ:

میں یہاں پر کہتا ہوں۔ دیکھیں دو باتیں ہیں ایک بات تو یہ ہے اصل حکمت کا تو خدا کو علم ہے..... لیکن بظاہر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک عبد کو ہزاروں سال سے زندہ رکھا ہوا ہے۔ یہ بتانے کیلئے کہ جب میں اپنی آخری حجتؑ کو، اپنے آخری نمائندے کو، لمبی عمر دوں گا تو لوگوں کیلئے یہ تعجب اور حیرانگی کا سبب نہ بنے..... جب خضرؑ اتنے عرصے سے زندہ ہیں..... تو آخری حجتؑ بھی زندہ رہ سکتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اولعزم پیغمبرؑ کو ان کے پاس بھیجا گیا۔ کہ جاؤ ان سے جا کر پڑھو اور سیکھو لیکن میرا امامؑ وہ ہے کہ جس کے پاس خضرؑ کو بھیجا جاتا ہے..... کہ تم جاؤ اور ان کی خدمت میں رہو۔ اور ان کے امور کو انجام دو۔

کثیر تعداد میں روایات ہیں جن سے پتہ چلتا ہے..... کہ حضرت خضرؑ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری حجتؑ کے انس کیلئے اور ان کی تنہائی کو دور کرنے کیلئے زندہ رکھا ہوا ہے وہ امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے خادموں میں سے ہیں امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے جو خادمین ہیں، امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے جو خواص ہیں، ان میں سے ایک حضرت خضرؑ ہیں اور حضرت خضرؑ عام طور پر مولاؑ کے ہمراہ ہوتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور لمبی عمر:

دوسرے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں جو لوگوں میں تھے اس کے بعد آسمان پر چلے گئے، کوئی طیارہ انہیں لے کر نہیں گیا کیا کسی نے دیکھا کہ وہ کیسے گئے؟ کوئی راکٹ تھا جو انھیں بلندی کی طرف لے گیا ہو لیکن سارے مسلمان قائل ہیں کہ وہ زندہ ہیں اور قرآن بھی یہی

بیان کر رہا ہے۔ حضرت عیسیٰ کی اس وقت کتنی عمر ہو گی؟ ظاہر ہے اس وقت ان کی عمر دو ہزار سال تو ہو گی..... کیونکہ ابھی سن 2000ء چل رہا ہے 25 دسمبر کو ان کی ولادت ہوئی ہے اور ابھی اپریل کا مہینہ ہے اس حساب سے آپ کی ولادت کو دو ہزار سال چار مہینے ہونے والے ہیں اس طرح آپ دو ہزار سال چار مہینے کے ہو گئے ہیں اور میرے امامؑ کی اس وقت عمر تو ابھی گیارہ سو چھیاسٹھ سال پانچ ماہ ہوئی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر تو ان سے بہت زیادہ ہے ہاں جب حضرت عیسیٰ موجود ہیں اور سب یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ نے یہ دعا مانگی تھی کہ اے اللہ مجھے آخری پیغمبرؐ کی اُمت سے قرار دے اور اللہ تعالی نے حضرت عیسیٰ کی یہ دعا قبول کی تھی اور اس کے لئے حضرت عیسیٰؑ کو یہ سعادت حاصل ہو گئی کہ وہ آخری پیغمبرؐ کے آخری وصی علیہ السلام کے پیچھے نماز ادا کریں گے۔ بھئی جو ماموم ہے وہ تو زندہ ہے اور جس نے امام بننا ہے اس کی لمبی عمر میں اعتراض کرتے ہو.....، جب کہ امام علیہ السلام کی عمر ان سے کم ہے پھر یہ کہنا کہ ان کی عمر اتنی لمبی کیسے ہو سکتی ہے؟

پھر حضرت الیاسؑ اور حضرت ادریسؑ ہیں ان دونوں کی بھی زندگیوں کے مسلمان قائل ہیں۔ اور وہ تو حضرت عیسیٰؑ سے بھی بڑے ہیں اور مسلمانوں کی اکثریت اس بات کہ قائل ہے کہ وہ بھی زندہ ہیں، اور امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی خدمت کے لئے زندہ ہیں اچھا تو یہ الٰہی نمائندگان کے حوالے سے ہے۔

ابلیس کی لمبی عمر:

ابلیس بھی تو ایک مخلوق ہے جو جنات میں سے ہے اس کی اتنی لمبی عمر ہے، اس نے حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ مقابلہ کیا، اس نے حضرت آدمؑ کو سجدہ نہیں کیا اور ان سے دشمنی کی..... جنت ارضی کی نعمتوں سے باہر نکلنے پر مجبور کر دیا۔ اور پھر اللہ تعالی سے مہلت مانگی کہ قیامت تک اس کو مہلت مل جائے..... خدا نے اسے مہلت دے دی، جب اللہ تعالی ایک شر کے منبع کو اتنی لمبی عمر دے دیتا ہے وہ اپنے آخری وصی علیہ السلام کو اتنی لمبی عمر

کیوں نہیں دے سکتا۔

دجال کی لمبی عمر:

دجال کے بارے میں ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دجال کے اوصاف بتائے اور کہا کہ یہ آخری زمانے میں ہوگا..... اور اہل سنت ہمارے بھائیوں کی تمام کتابوں میں یہ بات واضح درج ہے کہ حضرت عمر دوڑتے دوڑتے آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایک بچے کو دیکھ کر آیا ہوں ..... جس میں وہ سارے اوصاف موجود ہیں، جو آپ نے بتائے ہیں۔ اگر آپ کہیں تو میں اسے قتل کر آؤں! رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! کہ اگر تو وہ وہی دجال ہے جس کا میں نے کہا ہے تو اس کو تم قتل نہیں کر سکتے ہو..... کیونکہ ان کو میرے بیٹے مھدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) نے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آ کر قتل کرنا ہے یعنی میرے بیٹے مھدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی قیادت میں اس کو حضرت عیسیٰؑ قتل کریں گے اور اگر وہ دجال نہیں ہے اور اس کو تم قتل کرو گے تو مجرم ٹھہرو گے یعنی دجال کی عمر اس وقت 1421 سال کے قریب کی سمجھ لو ہو گئی ہے کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو خبر دی تھی وہ اس وقت پیدا ہو چکا تھا اب خداوند تعالیٰ نے دجال کو بھی رکھا ہوا ہے..... مسلمان دجال کے بھی قائل ہیں ادھر اعتراض نہیں کرتے ..... کہتے ہیں یہ بات حدیثوں سے ثابت ہے اور جب آخری امامؑ کی بات آتی ہے تو یہاں ان کو مصیبت پڑ جاتی ہے..... کہتے ہیں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

نوجوانوں سے بات:

ہمارے نوجوان ہیں جب دوسروں سے باتیں سنتے ہیں تو وہ پریشان ہو جاتے ہیں کہ دیکھو یہ کیسا عقیدہ ہے، کیسا نظریہ ہے۔؟ حالانکہ دنیا میں مختلف لوگوں کی عمریں بڑی بڑی تھیں..... لیکن معلومات نہ ہونے کی وجہ سے مخالفین کے اعتراضات سے نوجوان نسل پریشان ہو جاتی ہے۔

لمبی عمر کے لوگ:

مثلاً عوج بن عنق تین ہزار چھ سو سال اور اس کی والدہ تین ہزار سال کے ہو گزرے ہیں۔ یہ تاریخ کے مشہور نام ہیں میں فقط وہ نام پڑھ رہا ہوں ان کی تفصیل چھوڑ رہا ہوں۔ ذوالقرنین تین ہزار سال از ھاق یورسل بارہ سو سال اور نوح ساڑھے تیرہ سو سال اور بعض روایات میں ہے..... کہ دو ہزار سات سو پچاس سال یعنی دونوں روائیتیں ہیں۔ افلاطون ایک ہزار سال از ھاق ثانی ایک ہزار سال ایک ایران کا بادشاہ گزرا ہے جس نے عید نوروز شروع کرائی تھی اس کی عمر 3500 سال تھی۔ تین ہزار پانچ سو سال لقمان حکیم جس کی حکمتیں قرآن مجید میں بھی ہیں۔ تین ہزار پانچ سو سال اریحان بن دونق ایک ہزار سات سو سال وہ مصر کے ایک عزیز کا بابا تھا اور خود دونق، جودیاں کا بابا ہے، اس کی ہے تین ہزار سال اور ابن شکم ایک ہزار سال یہ سب تاریخ نے بتایا ہے۔ پھر یہ کہ انسان جتنا علم حاصل کر لے مثلاً جو ممیاں پڑی ہیں..... مصر میں انھوں نے جسم پر ایک قسم کا مصالحہ لگایا ہے جس سے وہ ابھی تک پڑی ہیں اور حتیٰ کہ غذا بھی ابھی تک ان کے ساتھ پڑی ہے یعنی ہزاروں سال گذر گئے ہیں وہ ایسے ہی پڑے ہیں۔ اللہ نے جو نعمتیں دی ہیں اس کی نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے اسی انسان نے ایک ایسا نسخہ ایجاد کیا ہے کہ جس سے انسان کا یہ جسم جو ہے وہ بوسیدہ نہیں ہوتا اسی طرح صحیح و سالم پڑا ہے اگرچہ اس سے روح نکل چکی ہے لیکن اس کا جسم اسی طرح تر و تازہ ہے اللہ تعالی نے اس انسان کو خلق کیا ہے یہ تو اپنے نسخے اور اپنے جسم کو ہزاروں سال صحیح سالم رکھ سکتا ہے..... اور وہ ذات جو اس کی خالق ہے وہ اپنی آخری حجت علیہ السلام کو باقی نہیں رکھ سکتی۔

اصحاب کہف کی باتیں:

پھر اصحاب کہف تین سو سال بغیر کھانے پینے کے سوئے رہے اور جب اُٹھے تو تھوڑی سی نقاہت محسوس کی جیسے انسان سونے کے بعد محسوس کرتا ہے۔ جیسے حضرت عزیر، جو پچاس سال کے تھے تو خدا نے انہیں موت دے دی وہ ایک بستی سے گزر رہے تھے وہاں انہوں نے بوسیدہ ہڈیاں دیکھیں وہ تو اللہ کے نبیؑ تھے۔ ایسے ہی دل میں خیال پیدا ہوا اور کہا اللہ تبارک وتعالیٰ ان بوسیدہ ہڈیوں کو کیسے زندہ کرے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے اسے وہیں پر مار دیا اور سو سال بعد حضرت عزیر اٹھتے ہیں تو کیا دیکھتے ہیں کہ کھانا اسی طرح تر و تازہ پڑا ہوا ہے اور گھر آئے تو بیوی ڈیڑھ سو سال کی ہو چکی تھی ..... بیٹا سو سال کا ہو چکا تھا۔ اور خود وہی پچاس سال کے تھے ورنہ تھے تو وہ بھی ڈیڑھ سو سال کے ..... یہ واقعات بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہمیں بیشتر یقین پیدا ہو جائے کہ یہ جو ہمارا عقیدہ ہے اس میں شک کا شائبہ تک نہیں ہے ..... یہ ایک حقیقت ہے، حق اس طرح ہے کہ جس طرح دن اور یہ اس طرح ہے کہ جس طرح روشن سورج اور یہ ایک واضح حقیقت ہے اور اس پر ایمان لانا اسلام کا حصہ ہے اس لئے کہا ہے کہ جو امام مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے وجود کا قائل نہ ہو وہ کافر ہوا .....

غیبت کے فوائد:

اس جگہ ایک سوال اور ہے کہ غیبت کا کیا فائدہ ہے۔ کیونکہ جہاں بھی عمر کے حوالے سے سوال کئے جاتے ہیں وہاں یہ بھی پوچھتے ہیں۔ کہ غیبت کیوں ہے اس حوالے سے ایک جواب وہ ہے کہ جسے خود امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) نے دیا ہے ..... آپ فرماتے ہیں (سورہ مائدہ آیت نمبر ۱۰۱) میں خداوند کا ارشاد ہے، اے وہ جو ایمان لائے ہو! تم بہت ساری چیزوں کے بارے سوال مت کیا کرو کیونکہ اگر وہ تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمھیں اچھا نہیں لگے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی حکمت ہے اور اللہ تعالیٰ کی

حکمت کے بارے میں پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے..... پھر آپ فرماتے ہیں کوئی بھی میرے آباواجداد سے کوئی بھی نہیں ہے جسے اپنے زمانے کے سرکش اور ظالم حکمرانوں سے پالا نہ پڑا ہو۔لیکن جب میں خروج کروں گا تو میرے اُوپر کسی بھی طاغوت کی بیعت نہیں ہوگی..... اور کسی بھی طاغوت کی حکومت کے قوانین میرے اوپر لاگو نہیں ہوئے ہوں گے۔

یہ سوال کہ غیبت کا فائدہ کیا ہے تو اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ غیبت کے حوالے سے اس کی حقیقی وجہ اور حکمت کو بیان نہیں کیا جا سکتا البتہ احادیث میں کچھ وجوھات کا ذکر ہوا ہے ان کو ہم اس جگہ ذکر کرتے ہیں ایک امام زمانہ علیہ السلام کی حدیث ملاحظہ ہو جس میں فرماتے ہیں

میری غیبت کے دوران لوگوں کو فائدہ ایسے حاصل ہوگا۔

(۱) جس طرح سورج کو بادل چھپائیں یا سورج بادلوں کی اوٹ میں چلا جائے سورج کی غیبت کے باوجود زمین اس سے فائدہ اٹھاتی رہتی ہے، زمین اس سے مستفید ہوتی ہے..... حضرت حجت علیہ السلام بھی اسی طرح مخلوق کو فائدہ دے رہے ہوں گے انکے ذریعے بارش ہوتی ہے، ان کے ذریعے زمین انگوری اگاتی ہے..... ان کے ذریعے لوگوں کو حیات اور زندگی ملی ہوئی ہے انہی کے ذریعے کائنات کا پورا نظام چل رہا ہے۔

(۲) پھر فرمایا کہ میں زمین والوں کے لئے اس طرح امان ہوں جس طرح ستارے آسمان والوں کے لئے امان ہیں..... پھر فرمایا دیکھو اس بابت سوال کا دروازہ بند کر دو اگر یہ جواب تمھارا مقصد پورا نہیں کرتے تو اس سے زیادہ حق نہیں ہے۔اور نہ ہی یہ تمہارا معاملہ ہے جو میں نے تم کو بتا دیا ہے۔اس کے بعد مزید باتیں مت کرو۔ پھر فرمایا اس کے متعلق سوال نہ کرو کہ غیبت کیا ہے؟ اور کیوں ہے؟ جو میں نے بتا دیا ہے وہ کافی ہے اور جو کام تمہارے کرنے کا ہے..... وہ دعا ہے تم سب میرے ظہور کی جلدی کے لئے دعا کیا کرو، اس دُعا میں تمہاری کامیابی ہے، اسی دعا میں تمھاری فتح ہے، باقی وجوہات وہ

ہیں جیسا کہ پہلے بھی روایات میں آ چکا ہے۔

(۳) کہ اگر ظاہر ہوتے تو زمانے کے طاغوت آپ کو زندہ نہ چھوڑتے لیکن اللہ تعالی یہ چاہتے تھے کہ اپنی آخری حجت (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کو کسی بھی طاغوت کے ہاتھوں میں درجہ شہادت پر فائز نہ کریں اور یہ آخری وقت تک زندہ رہیں ..... تا کہ پوری دھرتی پر عدل الٰہی کا نفاذ کریں اس لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں لوگوں کے درمیان سے پردہ میں لے لیا ہے اور لوگوں سے قوت شناخت چھین لی یعنی وہ لوگوں میں ہیں لیکن وہ انہیں پہچان نہیں سکتے (۴) ایک اور وجہ یہ ہے کہ آپ کے شیعوں کی آزمائش کی جائے ان کو چھلنی سے گزارا جائے۔ جس طرح آٹے کو چھلنی کے ذریعے صاف کیا جاتا ہے اور خالص جدا ہو جائے ناخالص سے یہ آپ سب کی تطہیر کے لئے ہے۔ یعنی آپ لوگوں کو خالص کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو غائب کر رکھا ہے۔

(۵) ایک اور بات جو امام کے قول میں بھی تھی کہ طاغوت کی حکومت کے قوانین آپ پر لاگو نہ ہوں ..... یعنی کسی کی بیعت میں آپ نہ ہوں۔

(۶) امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر غضب فرماتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے علیحدہ کر دیتا ہے۔ تو گویا کہ یہ اللہ کے غضب کی نشانی ہے کہ اللہ تعالی نے اپنی آخری حجت (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کو ان لوگوں کے درمیان سے غائب رکھا ہوا ہے۔

(۷) سورہ یوسف آیت نمبر ۱۱۰ میں فرماتے ہیں کہ ہمارا جو قائم علیہ السلام ہے اس کی غیبت لمبی ہو گئی ..... اس لئے کہ حق باطل سے باہر نکل آئے اور ایمان گدلے پن سے جدا ہو جائے اور جن کی طینت خبیث ہے اور بظاہر شیعہ بنے ہوئے ہیں وہ مرتد ہو جائیں اور جن کے بارے میں یہ خوف ہے کہ وہ منافقت کریں گے ان کا خاتمہ ہو جائے۔ تین باتیں ہیں استخلاف والی آیت سورہ قصص آیت نمبر ۵ میں ہے کہ خلیفہ بناؤں گا محروموں کو ان کو قدرت دوں گا ..... تو اس وقت یہ لوگ منافقت نہ کر پائیں گے۔ لہذا امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے دور سے پہلے ان کے علیحدہ کرنے کے لئے اور خالص ناخالص سے جدا ہو

جائیں اور خالص ہی باقی رہ جائیں ..... یہ غیبت کی بعض وجوہات ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام بیان فرماتے ہیں کہ اس امر کی غیبت ہے اور جس کا ہونا ضروری ہے..... اس کی ایک وجہ ہے لیکن ہمیں اجازت نہیں ہے کہ وہ راز کھول کر بیان کریں۔

تیسری بات یہ ہے کہ اس حجت کی غیبت کی حکمت بھی ہے جو گذشتہ امتوں میں اللہ کے نمائندے غائب رہے ..... وہ حکمت اور وجہ ظاہر نہیں ہوگی مگر جب وہ ظہور فرمادیں گے جس طرح حضرت خضر نے کشتی میں سوراخ کیا، بچے کو قتل کیا، دیوار تعمیر کی اور اجرت نہ لی ان کاموں کا جو فائدہ تھا اور اس عمل کی جو مصلحت تھی اس وقت ظاہر ہوئی جب دونوں ایک دوسرے سے جدا ہوئے۔

اسی طرح موجودہ غیبت کی جو حکمت ہے اور اس کے جو فائدے ہیں وہ اس وقت تک ظاہر ہونگے جب حضرت حق (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) تشریف لائیں گے..... اور اس وقت لوگوں کو پتہ چلے گا کہ ان کے غائب رہنے کے کیا کیا فائدے تھے؟

اسی حوالے سے ایک روایت رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے جو اہل سنت کی کتابوں میں بھی موجود ہے..... آپ فرماتے ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے رسول بنا کر بھیجا قسم اُٹھا رہے ہیں تا کہ بات پکی ہو جائے اور لوگوں کے اذھان میں بیٹھ جائے اور لوگ کسی قسم کا شک نہ کریں۔ میرے اس آخری بیٹے کی غیبت کے زمانے میں لوگ ان کے وجود سے فائدہ اُٹھائیں گے اور اس کی ولایت کے نور سے روشنی کسب کریں گے..... جس طرح لوگ سورج سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ اے خدا ہمارے ہمارے امام کو جلد اذن خروج عطا فرما تا کہ یہ جو ظلم کی رات ہے ختم ہو!

امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) نے اپنے خاص موالی معروف عالم دین شیخ مفیدؒ کو ایک خط میں اپنی غیبت اور ظہور کے متعلق ارشاد فرمایا ہے..... جن میں شیعوں سے مخاطب ہیں۔

آپ فرماتے ہیں' یہ ہمارے شیعہ خدا ان کو توفیق دے کہ وہ اللہ کی اطاعت کریں اگر انکے دِل وفاداری پر اکھٹے ہو جائیں اور اس عہد کیساتھ جو عہد انہوں نے پرانا

ہمارے ساتھ باندھا تھا تو ہماری ملاقات ان سے موخر نہ ہوتی اور ان کے لئے یہ سعادت آسان ہو جاتی بوجہ اس امداد کے جو وہ حق معرفت ادا کرتے۔ اور ان کی صداقت ان کے عمل سے ظاہر ہوتی اور یہ جو آپ دیکھتے ہیں کہ ہماری مدد ان کو نہیں ملتی اور وہ اس سعادت سے محروم ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے پاس ان کے وہ امور آتے ہیں جنھیں ہم ناپسند کرتے ہیں ..... اس تناظر میں مولاؑ نے ایک اور جگہ بیان کیا ہے کہ اگر شیعہ اچھے عمل کریں اور شیعہ جو بات کرتے ہیں اسکے مطابق ان کے اعمال بھی ہوتے اور ان کے اعمال واقوال میں تضاد نہ ہوتا تو وہ زیادہ سعادت مند ہوتے اور یہ ہمارے ظہور کی تاخیر بھی نہ ہوتی ..... اور برکتیں ان کو گھیر لیتیں یعنی اس بیان میں مولاؑ گلہ بھی کر رہے ہیں اور دُعا بھی فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان شیعوں کو توفیق دے کہ وہ اللہ کی اطاعت کریں۔

مصائب:

اُمت مسلمہ نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی ایک فرمان کی بھی قدر نہیں کی آپ دیکھیں مدینہ ہے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بار بار تاکید کی تھی ..... کہ میری بیٹی فاطمہ (صلواۃ اللہ علیہا) میرا حصہ ہیں جس نے ان کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وقت آخیر ہے بی بیؑ کے زانو پر رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر ہے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نیند آ گئی تھوڑی دیر کے لئے بی بیؑ کے زانو پر سو گئے آرام فرما رہے ہیں کہ دروازے پر کوئی آ کر اجازت طلب کرتا ہے بی بیؑ فرماتی ہیں کہ اندر آنے کی اجازت نہیں ہے وہ آنے والا تھوڑی دیر بعد دوبارہ آواز دیتا ہے بی بیؑ فرماتی ہیں کہ میں نے بتایا ہے کہ میرے بابا آرام فرما رہے ہیں۔

تیسری دفعہ پھر اس کی آواز آتی ہے بی بیؑ یہ آواز سن کر گھبرا جاتی ہیں ..... اور بی بیؑ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک کر رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخسار پر پڑتے ہیں ..... رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آنکھ کھول کر پوچھتے ہیں بیٹی علیہ السلام میری زندگی میں کیوں رو رہی

ہو۔ بی بیؑ فرماتی ہیں کہ کوئی دروازے پر آیا ہے بار بار اندر آنے کی اجازت مانگ رہا ہے میں نے کہا کہ میرے بابا آرام کر رہے ہیں ..... لیکن وہ پھر بھی اندر آنا چاہتا ہے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں بیٹا فاطمہ علیہ السلام یہ تو تیری شان ہے یہ تیرے در کی عظمت ہے کہ آنے والے جناب عزرائیل علیہ السلام ہیں جو آپ کے احترام کے لئے دروازہ پر رک گئے ہیں اور اندر آنے کے لئے آپ سے اجازت مانگ رہا ہے..... لیکن وہ وقت بھی آئیگا کہ یہی دروازہ ہوگا اس دروازہ پر مسلمان آئیں گے آگ اور لکڑیاں لے کر آئیں گے اور جناب سیدہ زہرہ (علیہا السلام) اندر سے کہیں گی کہ کیا تم اس دروازے کو جلانا چاہتے ہو..... جس پر میرے بابا آ کر رُک جاتے تھے۔ اس گھر کو کیوں آگ لگانا چاہتے ہو؟ جس میں حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام ہیں لیکن آنے والے رحم نہیں کریں گے اسی زور سے دروازہ ماریں گے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی در و دیوار کے درمیان میں آجائے گی ..... اور بی بیؑ کی چیخ نکل جائے گی اور فرمائیں گے کہ اے فضہ دوڑ کر آؤ ..... مجھے سہارا دو میرا محسن شہید ہو گیا۔

الا لعنة الله على القوم الظالمين

سيعلم الذين ظلموا اى منقلب ينقلبون

مجلس نمبر 10

عنوان :۔ معرفت امام زمانہ علیہ السلام

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم :۔

﴿من مات ولم یعرف امام زمانه علیه السلام **مات میتة جاهلیة﴾**

جو اپنے امام کی معرفت کے بغیر مرا وہ جہالت کی موت مرا

ہماری گفتگو چل رہی ہے معرفت امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) ..... اس گفتگو میں ہم نے کوشش کی ہے کہ آخری حجتؑ خدا اور امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے خصوصیات سے ایسی معلومات آپ تک پہنچائیں کہ جن سے امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی معرفت ہمیں حاصل ہو جائے ہم نے اب تک جو کچھ بیان کیا ہے ..... اس سے یہ بات قطعی ثابت ہو گئی کہ حضرت حجت حق علیہ السلام اس دور میں موجود ہیں اور اسی جہاں میں موجود ہیں البتہ ہم انہیں پہچانتے نہیں ہیں ..... آپ اسی طرح لوگوں میں آتے جاتے ہیں زیارات کے لئے تشریف لاتے ہیں، حج کے موسم میں موجود ہوتے ہیں، قبرستانوں میں تشریف لاتے ہیں، مجالس عزا اور ماتمی جلوسوں میں شرکت فرماتے ہیں۔ لوگوں سے ملاقات کرتے ہیں، بازاروں سے گزرتے ہیں، مسجدوں میں آتے ہیں ..... لیکن ہم ان کو پہچانتے نہیں ہیں اور اس حوالے سے جو شکوک وشبہات ذہن میں آتے ہیں۔ روایات سے ان کا جواب ہمیں مل گیا ہے۔

معرفت کی اقسام:

معرفت دو قسم کی ہوتی ہے ایک اجمالی وابتدائی معرفت اور وہ یہ ہے کہ انسان اس امامؑ کے بارے میں یہ جانتا ہو کہ ان کا خاندان کیسا ہے؟ انکی ولادت کب ہوئی؟ انکے

فضائل کیا ہیں؟ انکے اسمائے مبارکہ کیا ہیں.....؟ اب تک ہم نے اسی پہلو کو بیان کیا ہے اگر چہ اسی پہلو پر اور بھی بیان کیا جا سکتا ہے۔ لیکن ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

معرفت کی دوسری قسم جو کہ انتہائی اہم ہے..... اور وہ یہ ہے کہ ہماری ذمہ داریاں اس امامؑ کے حوالے سے کیا ہیں؟ کیونکہ فقط یہ جان لینا کافی نہیں ہے کہ امامؑ کا حسب ونسب کیا ہے یا ان کے فضائل کون سے ہیں..... کیونکہ وہ معرفت جو انسان کو ہلاکت سے بچائے گی وہ کون سی معرفت ہے یہ اس بات کو سمجھ نیکی ضرورت ہے۔ مثلاً ہم کہتے ہیں کہ جو اس حالت میں مرجائے اور اپنے زمانے کے امامؑ کی معرفت نہ رکھتا ہو..... وہ جہالت اور کفر کی موت مرا یعنی اگر حجت خدا علیہ السلام کی پہچان نہیں رکھتا اور اس پہچان کے بغیر مرگیا وہ کفر کی موت مرا کیا اس معرفت سے مراد یہ ہے کہ وہ کس خاندان کا بیٹا ہے؟ ان کی جائے ولادت کہاں ہے؟ ان کے فضائل کا پتہ ہو وہ جو اعمال سرانجام دیتا ہے ان کا پتہ ہو۔ اگر یہی معرفت ہے..... تو پھر میں کہتا ہوں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں پیدا ہوئے، مکہ والے ان کو جانتے تھے۔ آپ نے چالیس سال تک اپنے اخلاق کی عظمت ان سے منوائی۔ وہ آپکو اچھی صفات کے لحاظ سے بھی پہچانتے تھے..... وہ آپؐ کی شکل و صورت سے بھی واقف تھے اور خاندان کے لحاظ سے بھی آپ کو پہچانتے تھے انہوں نے دیکھا کہ آپؐ کے ہاتھ پر سنگ ریزے کلمہ پڑھ رہے ہیں، انہوں نے دیکھا کہ آپؐ کے ہاتھ کے اشارے سے چاند دو نیم ہو رہا ہے، انہوں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چل رہے ہیں..... اور بادل آپؐ کے سر پر سایہ کر رہا ہے، کون سی چیز ہے جو انہوں نے نہ دیکھی ہو؟ تو مکہ والے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچانتے تھے..... اگر معرفت سے یہی مراد ہے تو یہ معرفت تو وہ رکھتے تھے۔ تو کیا اس معرفت نے انکو ہلاکت سے بچالیا..... یا کفر سے بچایا..... اس سے پہلے کی بات کریں حضرت عبدالمطلب بھی حجت خدا تھے اپنے زمانے میں..... انکے دور میں ابرھہ یمن سے ہاتھیوں کا ایک غول لیکر کعبۃ اللہ کو ڈھانے کے لئے آیا۔ اس دور میں ہاتھی آج کے ٹینک کی طرح تھے۔ کعبہ کو تباہ کرنے کے لئے

انھوں نے مکہ سے باہر پڑاؤ ڈالا۔ اوران کے فوجی حضرت عبدالمطلبؑ کے اونٹ اور اونٹنیاں چوری کر کے لے گئے۔ حضرت عبدالمطلبؑ جو مکہ کے بھی سب سے بڑے سردار ہیں اور بنی ہاشمؑ کے بھی بڑے ہیں۔ کعبہ کی تولیت بھی ان کے ذمہ ہے، زمزم کے بھی آپ انچارج ہیں ..... حاجیوں کے لئے انتظامات آپکے ذمے ہیں۔ یعنی اس علاقے کے سربراہ آپ ہیں ..... آپؑ ابرھہ کے پاس جاتے ہیں۔ اس کے فوجیوں نے ابرھہ کے پاس جا کر اطلاع دی کہ مکہ کے سردار آئے ہیں۔ اس نے بڑا احترام کیا اس کے بعد پوچھا کیسے تشریف لائے ہیں؟ ..... کہا آپکے سپاہی ہماری اونٹنیاں اور اونٹ چوری کر لائے ہیں وہ ہمیں واپس کر دیں۔ تو اس نے یہ سن کر کہا ..... ہم تو آئے ہیں آپ کا کعبہ گرانے اور آپ آئے ہیں اپنی اونٹنیاں واپس کرانے کتنا چھوٹا سوال کیا ہے۔ تو حضرت عبدالمطلبؑ نے اطمینان سے فرمایا کہ میں ان اونٹ اور اونٹنیوں کا مالک ہوں اور کعبہ کا مالک وربّ موجود ہے۔ میرے اونٹ مجھے واپس کر دو۔ اس کعبہ کا ایک مالک ہے جب جاؤ گے تو وہ خود ہی اپنے گھر کو بچائے گا۔ اس وقت تو ان کو یہ بات سمجھ نہ آئی ..... میں کہتا ہوں اے مسلمان! تم آج رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباواجداد کے ایمان میں شک کرتے ہو اور کہتے ہو کہ وہ مسلمان نہیں تھے۔ آؤ دیکھو اور حضرت عبدالمطلبؑ کی بات سنو۔ کس قدر خدا پر اعتماد ہے، ظاہر ہے یہ کسی ابوجہل نے تو یہ بات نہیں بولی اور نہ کوئی اور ہیں۔ بلکہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جداعلی علیہ السلام کی زبان سے یہ جملے نکلے ہوئے ہیں۔ کہ کعبہ کا رب موجود ہے تاریخ گواہ ہے کہ ابرھہ کے لشکریوں کے ساتھ کیا ہوا۔؟ ایک ایک ہاتھی کو تباہ کرنے کیلئے ابابیل کا لشکر خدا کی طرف سے آیا اور ہر ایک ابابیل تین بم اپنے ہمراہ لے آیا ..... ہاں چھوٹا سا دانہ چنے سے کم اور مسور کی دال سے تھوڑا سا زیادہ ..... سجیل جہنم کا نچلا طبقہ ہے۔ ''سجیل'' اسکی کنکریاں ہیں۔ وہ ایسے مخصوص قسم کے بم تھے کہ ایک ایک ابابیل نے تین تین کو فی النار کیا اور ایسا کیا کہ بھسم ہو گئے۔ سورہ الفیل گواہی دے رہی ہے ..... میں کہتا ہوں کہ حضرت

عبدالمطلبؑ کو سب سچا مانتے تھے۔ان کا اتنا بڑا معجزہ بھی دیکھا تھا۔ بلکہ یہ مسلمانوں کی بد بختی ہے کہ سورہ الفیل گواہی دے رہی ہے مگر وہ کہتے ہیں کہ وہ مسلمان نہیں تھے، یہ کیسے مسلمان ہیں؟ عجب ہے۔حضرت ابوطالبؑ کے بارے میں دیکھو ان کے متعلق کیسی باتیں کرتے ہیں ..... تاریخ میں لکھا ہے بارش نہیں آ رہی مکہ میں قحط پڑ گیا، پانی ختم ہوگیا، حیوان مر رہے ہیں، خشک سالی ہوگئی ہے سب حضرت ابوطالبؑ کے پاس آئے اور حضرت کی دعا سے بارش ہوئی اور قحط دور ہوا۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ مکہ والوں کو پتہ تھا اس لئے تو انہوں نے دعا کا کہا چاہیئے تو یہ تھا کہ وہ دعا کے لئے عتبہ کو کہتے ..... ولید کے دادا کو کہتے ..... یزید کے پردادا کو کہتے .....اور عتبہ کے دادا پردادا کو کہتے وہ سب اپنے زمانے کے بڑے بنے ہوئے تھے۔ مکے والے کسی کے دادا کو کہہ دیتے۔ جو بعد میں مسلمان ہوگئے ان کے دادا کو کہتے۔حضرت ابوطالبؑ کے علاوہ بھی آپ کے نو بھائی تھے۔حضرت حمزہؓ کو کہہ دیتے۔حضرت عباسؓ کو کہہ دیتے بنی ہاشم کے اور تھوڑے افراد تھے کسی اور کو کہہ دیتے۔اب سارے مکہ والے کس کے پاس آتے حضرت ابوطالبؑ کے پاس آتے ہیں کہ بارش نہیں ہو رہی دعا مانگو اب دیکھو یہ واقعات ہیں جو تاریخ کے حقائق ہیں ..... جو لکھے ہوئے ہیں اور تاریخ میں حضرت ابوطالبؑ کی دعا بھی لکھی ہوئی ہے تاریخ میں ہے حضرت ابوطالبؑ کوہ ابوقبیس پر گئے، ساروں کو ساتھ لے کر گئے اور دعا کی۔ دعا میں آپ یہ جملے فرماتے ہیں کہ الٰہی بحق محمدؐ و علی علیہ السلام و فاطمہ (صلواۃ اللہ علیہا) یعنی ان تین ذوات مقدسہ کا نام لیتے ہیں، رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لیتے ہیں .....حضرت علی علیہ السلام و بی بی فاطمہ (صلواۃ اللہ علیہا) کا نام لیتے ہیں جو ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے اور کہتے ہیں کہ اے اللہ! اس وادی کو بارش سے مالا مال کر دے! ابھی یہ جملہ بولا ہی تھا، دعا کے جملے ختم ہی ہوئے تھے کہ ہر طرف سے بادل امڈ آئے اور بارش شروع ہوگئی۔ ساری وادی جل تھل ہوگئی۔ میں کہتا ہوں کہ وہ سارے لوگ حضرت ابوطالبؑ کے اس اعجاز کو دیکھتے ہیں ..... اسکی خوبیوں سے واقف ہیں۔ جانتے ہیں ان کے بارے میں اعتراض نہیں

کرتے یعنی وہ جو مکہ والے بدو ہیں ابو طالبؑ کے بارے وہ کوئی بات نہیں کرتے۔ جو بھی مشکل پڑے ابو طالبؑ کے پاس جاتے ہیں۔ لیکن ان کا یہ جاننا اور ان کا اس طرح واقف ہونا..... اس بات نے کیا انکو بچایا؟ ظاہر ہے اس بات نے ان کو کفر سے نہیں بچایا۔

بات یہ ہو رہی ہے کہ معرفت سے مراد کیا ہے؟ کیا معرفت سے مراد یہی ہے..... کہ ہمارے امامؑ کا خاندان کونسا اور کیسا ہے؟ ہمارے امامؑ کے فضائل کیا ہیں؟ ہمارے امامؑ کے اوصاف کیا ہیں؟ یہ ہمیں پتہ چل گیا تو ہم نے معرفت حاصل کر لی۔ بس یہی معرفت ہے؟ بھئی یہ ایک سوال ہے..... معاف رکھنا شیعوں کی آج کل بات بھی یہی ہے کہ ''**ذکر علی عبادہ**''۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ علیؑ کا ذکر عبادت ہے لیکن وہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت علیؑ کے فضائل سن لیں گے۔ ان پر خوشی کا اظہار کر لیں گے۔ اور نعرہ لگا دیں گے..... اور جنت بھی حاصل کر لیں گے اور میں کہتا ہوں اگر جنت اتنی سستی ہے تو ہم کتنے نعرے لگائیں گے اور خوشی کا اظہار کریں گے۔ ذرا غدیر خم کے میدان کی طرف دیکھو کہ ایک لاکھ چالیس ہزار حاجیوں کا مجمع ہے۔ سخت کڑکتی دھوپ ہے ظہر کا وقت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم خدا سے سب کو بٹھایا ہے سب بیٹھے ہوئے ہوں گے میں کہتا ہوں کہ ایسے سر جھکا کے بیٹھے ہوں گے۔ کوئی اپنے سر پر سایہ کر رہا ہوگا۔ سخت دھوپ ہے اور ایک لاکھ چالیس ہزار کا مجمع ہے اور بعض نے دو لاکھ سے بھی زیادہ لکھا ہے۔ تو ایک لاکھ چالیس ہزار خود سوچیں کتنا مجمع ہوگا..... یہ سب حج کر کے آ رہے ہیں اور بڑے بڑے صحابی رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہیں۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور اتنا بلند کیا اتنا بلند کیا کہ ایک نور جب دوسرے نور کے ہاتھ میں پہنچا تو زمین و آسمان کے فاصلے ختم ہو گئے اور ایک ایسی روشنی ظاہر ہوئی۔ اس وقت ٹیلی ویژن تو نہیں تھے لیکن خدائی نظام تھا کہ ان دونوں نوروں کے ملنے سے ایسی روشنی ظاہر ہوئی کہ آخری کونے میں بیٹھے ہوؤں کو بھی علی علیہ السلام اور علی علیہ السلام کا آقا محمدؐ نظر آئے اور یہاں تک کہ دونوں نوروں کی نورانیت کا بھی سب نے مشاہدہ کیا۔ اس وقت

حالت کیا تھی، ہر ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا وہ دیکھو علی علیہ السلام دوسرے نے کہا وہ دیکھو علی علیہ السلام، تیسرے نے کہا وہ دیکھو، علی علیہ السلام چوتھے نے کہا وہ دیکھو علی علیہ السلام۔ مجھے بتاؤ کہ جب ایک لاکھ چالیس ہزار کہہ رہے ہوں گے کہ علی علیہ السلام تو ہر طرف علی علیہ السلام علی علیہ السلام نہیں ہوگا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

"من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ" جس کا میں مولا ہوں اس کے علی علیہ السلام مولا ہیں، اے اللہ اس کو دوست رکھ جو علی علیہ السلام کو دوست رکھے اور اس کی مدد کر جو علی کی مدد کرے، اس سے دشمنی رکھ جو علی علیہ السلام سے دشمنی رکھے اور اس کو رسوا کر جو علی علیہ السلام کو چھوڑ دے!..... اس وقت بڑے بڑے اصحاب سب سے پہلے آئے اور مبارک دیتے ہیں اور بعض نے با آواز بلند کہا مبارک ہو..... اے ابوالحسن مبارک ہو..... آپ ہمارے بھی مولا بن گئے ہیں اور ہر مومن مرد کے بھی مولا بن گئے ہیں۔ میرے مولا ہوئے اور ہر مومن عورت کے بھی مولا بن گئے ہیں۔ کئی دن تو وہاں پر پڑاؤ لگا رہا..... خیمے لگے رہے اور رات دن بیعت ہوتی رہی۔ مردوں نے بھی اور عورتوں نے بھی بیعت کی اور عورتیں جو ہیں وہ پانی میں آکر ہاتھ ڈالتی تھیں ہاں یہ تو اس وقت سب نے مولا علی علیہ السلام کے فضائل دیکھے یا نہیں..... کیا خیال ہے ہم سے تو زیادہ وہ مولا علی علیہ السلام کو جانتے تھے اور ہم تو محروم دیدار ہیں، وہ تو دیدار بھی کر رہے تھے کیا اس معرفت نے انھیں فائدہ دیا، مدح تو وہ مولا علی علیہ السلام کی کر رہے تھے..... تو کیا جنھوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح کی اور بعد میں گڑبڑ ہوگئی تو کیا مدح والے شعران کو جنت میں لے جائیں گے وہ جنت میں کیوں نہیں جائیں گے.....؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ حقیقی معرفت نہیں رکھتے ہیں..... ہم اس قسم کی معرفت کو ابتدائی معرفت کہتے ہیں یہ معرفت کافی نہیں ہے، بلکہ یہ مقدمہ ہے اگلی معرفت کا اصل معرفت یہ ہے کہ آپ کو پتہ ہو کہ جو حجت خدا علیہ السلام ہیں وہ مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔؟ میرے ذمے کیا کام ہے؟ یعنی پہلے معرفت ہو اور پھر اس پر عمل ہو اگر وہ جانتا ہی نہیں ہوگا کہ مولا کے لئے کیا کرنا ہے؟ مولا کی اطاعت کیسے کرنی ہے تو

وہ کفر کی موت مرے گا..... یہی مرحلہ کافی سخت ہے اسی پر آ کر سب بھٹک جاتے ہیں، اگلے بھی یہیں آ کر بھٹک گئے اور آج بھی، یہاں بھی معاملہ اسی جگہ پر گڑبڑ ہے۔

پس ہر دور میں امامؑ رہے ہیں۔ اس دور کے لوگ آئمہ علیہم السلام کے بارے میں ابتدائی معرفت رکھتے تھے بلکہ اس دور کے اکثر لوگ اور اس زمانے کے جابر اور ظالم حکمران تھے۔ البتہ حکمران کو یہ پتہ تھا کہ یہ جو ہستیاں ہیں ان کو کائنات پر تصرف حاصل ہے لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر کاربند ہیں اور فضل کی اس منزل پر فائز ہیں کہ اس وقت انتقام پر نہیں آئیں گے اس لئے تو وہ ان پر ظلم وزیادتی کرتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان کے پاس جو تصرف کائناتی ہے اسے وہ استعمال نہیں کریں گے اور کئی دفعہ ایسا ہوا مثلاً منصور دوانقی نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو بڑھاپے کے عالم میں بلایا۔ وہ ملعون بہت غصہ میں ہوتا ہے اور کہتا ہے..... کہ جیسے ہی امامؑ آئیں گے میں ان کو قتل کر دوں گا۔ مگر جیسے ہی مولا اندر داخل ہو جاتے ہیں یہ تخت سے اتر جاتا ہے..... اور ہاتھ چومنے شروع کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ "**یاسیدی یا مولای**" اے میرے سیدؑ حکم کریں میں آپ کا غلام اور نوکر ہوں اور اپنی جگہ پر بٹھاتا ہے اور جو خوشبو جات اس کے پاس تھیں اس سے وہ آپ کی ڈاڑھی کو خوشبو لگاتا ہے۔ ہتھیار دے کر اور بڑے احترام سے مولاؑ کو دروازے پر رخصت کرنے کے لئے آتا ہے جب مولا چلے جاتے ہیں تو وزراء نے کہا تم تو آج کہہ رہے تھے کہ میں آج امامؑ کا کام تمام کرتا ہوں اور غصے میں بپھرے ہوئے تھے پھر تمہیں کیا ہوا تو اس نے کہا بھئی دیکھتے نہیں ہو کہ جیسے ہی وہ اندر آئے..... سامنے سے ایک اژدہا آ گیا اور مجھے کھانے لگا میں نے بھاگ کر جان بچائی بادشاہ وقت ہے منصور دوانقی..... لیکن اس خاندان کے اعجازات کو جانتا ہے یہ چند مثالیں بیان کی ہیں کہ یہ کیا ہیں۔ یہ سب باتیں معرفت میں تو آتی ہیں لیکن یہ معرفت بخشش کا وسیلہ نہیں ہے یہ معرفت کی ابتدائی معلومات ہیں یہ ہر کوئی لے سکتا ہے، ہندو بھی لے سکتا ہے، کافر بھی لے سکتا ہے، عیسائی بھی لے سکتا ہے، ایک مسلمان بھی لے سکتا ہے،..... یہ معلومات غیر رشتہ دار کو

بھی ہیں، یہ کوئی ہنر نہیں ہے، یہ معلومات حاصل ہونا اور اسی پر جو لوگ اکتفا کرتے ہیں اور خطیب صاحب منبر پر بیٹھ کر مولا علی علیہ السلام کے فضائل اور معجزات ذکر کر کے تان تو اس بات پر آ کر ٹوٹتی ہے کہ مولا علی علیہ السلام اتنے بہادر تھے فلاں سے زیادہ طاقتور تھے، نہ ان کے علم کی بات، نہ ان کے تقویٰ کی بات، نہ ان کے عفو و درگزر کی بات، نہ ان کی فصاحت و بلاغت کی بات، نہ اس کی بات جو انہوں نے قیامت تک کیلئے ترقی کے واسطے حیات بخش نسخے عطا کئے ہیں ..... نہ ان کی بات، ان کی دعاؤں کی بات، جو ہمارے ہاں ہوتا ہے یہی کچھ یہاں کا پتہ نہیں، میں اپنے پاکستان کی بات کر رہا ہوں۔ کہ وہاں تو منبر پر یہی باتیں ہوتی ہیں۔ یہی باتیں کرتے ہونگے نہ یہ کہ مولا علی علیہ السلام کیا فرماتے ہیں، کیا کرتے ہیں؟ آج شب جمعہ ہے مثلاً یہی دُعائے کمیل مولا علی علیہ السلام نے اپنے شاگرد کمیل کو تعلیم کی دعائے کمیل سے کتنے شیعوں کا رابطہ ہے، کتنے شیعہ ہیں جنھوں نے مولا علی علیہ السلام کے خطبات و بیانات کی معرفت حاصل کی ہو..... دعائے کمیل معارف الٰہی کا خزانہ ہے، دعائے کمیل میں عبد بننے کا نسخہ ہے۔ دُعاء کمیل میں خدا کی معرفت اور پہچان کرائی گئی ہے، دعائے کمیل ایک علمی سمندر ہے لیکن ہمارا اس سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے، دعائے کمیل سے کیوں رابطہ نہیں اس لئے کہ ہم سطحی شیعہ ہیں، یہی بس چھلکے پر خوش ہونے والے مغز سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے، چھلکا کتنا خوبصورت ہوتا ہے بادام کا چھلکا دیکھ لیں کہ کتنا خوبصورت ہوتا ہے، ہم ہیں چھلکے والے، مغز سے ہمارا کوئی تعلق نہیں، ظاہر پر اکتفاء ہے حقیقت اور اصل سے تعلق نہیں، یہ سب سن لیے فضائل اور خوش ہوئے اور جنت مل گئی ..... نعرہ لگا لو بھئی ایسے ہی جنت مل جانی ہے تو سارے اعمال بے کار ہیں ..... یہ ساری ہدایات، یہ ساری دعائیں، یہ ساری باتیں، جو آئمہ علیہم السلام نے فرمائی ہیں یہ اخلاقیات یہ نہج البلاغہ یہ قرآن اور سب سے بڑا قرآن جو ہمارے سامنے ہے، سب کہتے ہیں ایسا ہی ہے بھئی ایسا نہیں ہے ..... معاملہ آسان نہیں ہے حساب ہوگا خدا نے ہمیں انسان بنایا ہے ..... ہم سے سوال کیا جائے گا کیا تمھارے نزدیک ولایت علی

علیہ السلام فقط زبان پر نعرہ کی حد تک تھی یا دل میں بھی تھی ولایت علی علیہ السلام اگر دل میں آ گئی تو گناہ کی طرف نہیں بڑھیں گے جس دن معرفت امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) ہمارے دِل میں آ گئی جس دن معرفت کا نور ہمارے دل میں آ گیا اور ہمارا دل مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی محبت سے آباد ہو گیا اور ہمیں یقین ہو گیا کہ میرا امامؑ موجود ہے تو پھر بات کچھ اور ہو گی لیکن حقیقت میں ہمیں اس کا یقین نہیں ہے۔ اگر مجھے امامؑ کا یقین ہے، تو مجھے آپ بتائیں کہ ایک بچہ اگر دیکھ رہا ہے کہ مجھے میرا بابا دیکھ رہا ہے تو کیا وہ غلط کام کرے گا؟ ظاہر ہے وہ بابا کے ڈر سے یا اس کی حیاء سے غلط کام نہ کرے گا، آپ کو معلوم ہے کہ میں غلط کام کر رہا ہوں لوگ جا کر میری بیوی کو بتائیں گے بیویوں سے تو لوگ ڈرتے ہیں ..... آپ کے دوست ہیں سب یہی چاہتے ہیں کہ دوستوں میں ان کی عزت ہو اور پتہ چلتا ہے کہ یہ کام میں نے کیا تو میرے دوستوں تک اطلاع پہنچ جائے گی۔ دوستوں میں شرمندہ نہ ہو جاؤں۔ اس وجہ سے میں وہ کام نہیں کرتا، کتنا افسوس ہے ہم کتنے بے حیاء اور بے شرم ہو گئے ہیں کہ سارے اعمال میرے امامؑ کے پاس جاتے ہیں ..... میرے امامؑ میرے اعمال پر گواہ ہیں۔ میرے امامؑ میرے اعمال پر ناظر ہیں پھر کیسے؟ ..... کیسے کہہ رہا تھا کہ میں امامؑ کی معرفت رکھتا ہوں تو معرفت کی بات ہے جب حاصل ہو جائے اور ہونا بھی ایسا ہی چاہیے تو پھر ایک عارف امامؑ کہتا ہے میں دکان پر بیٹھا چیزیں دیا کرتا تھا میرے تصور میں یہ بات بیٹھ گئی کہ لینے والے کسی دن خود امامؑ نہ آ جائیں میں یہ چیزیں دے رہا ہوں ..... کسی دن سودا لینے والے امامؑ نہ ہوں اسی بات پر میں نے طے کیا کہ کسی قسم کا سودا دینے میں خیانت نہیں کروں گا، اصل تو تصور کی بات ہے، دل میں ایمان ہو، یقین کی منزل پر انسان فائز ہو، لیکن ہم یقین کی منزل پر فائز نہیں ہیں، لہٰذا یقین حاصل کرنے کے لئے کچھ کریں۔ میں نے پہلے بھی بتایا کہ امام خمینیؒ نے اس بارے میں بڑی علمی بحث کی ہے اور انھوں نے بتایا ہے کہ ہم مسلمان ہیں مومن نہیں ہیں ایمان ہم میں نہیں ہے ایمان ہم میں آ جائے۔ لہٰذا ایمان لانے کے لئے انھوں نے ایک نسخہ بتایا ہے

کہ اگر یہ انسان اپنا لے تو کوئی حرج نہیں ہے یعنی اگر اپنے اندر تبدیلی محسوس کرو تو دوسرا کام پھر شروع کرنا اور وہ نسخہ سورہ حشر کی آیت نمبر اٹھارہ سے آخر تک ہے ان آیات کو پڑھو..... پڑھنے کو تو ہم نے قرآن اتنا پڑھا ہمارے اوپر کچھ اثر ہی نہیں ہوتا جبکہ قرآن کہہ رہا ہے کہ اگر قرآن پڑھا جائے تو پہاڑ اپنی جگہ سے چل پڑیں گے، قرآن پڑھیں تو شفا مل جائے گی، قرآن پڑھو تو غائب کی چیزیں ملیں گی، قرآن پڑھو تو یہ نور ہے آپ کو روشنی دے آپ کے لئے بند دروازے کھولے ہمارے لئے تو نہیں کھلے..... روز ہی پڑھتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم اسے زبان سے پڑھتے ہیں، دِل سے نہیں پڑھتے، کوئی آیت قرآن ہمارے دل میں نہیں اُتری۔

امام خمینیؒ فرماتے ہیں کہ رات کا آخری حصہ انتخاب کرلو طلوع فجر اور طلوع آفتاب کے درمیان کا وقت ہو تو بہتر ہے۔ آدھ گھنٹہ فقط آدھ گھنٹے تک ان آیات کو دیکھتے رہو، فقط آدھا گھنٹہ ان کے معنی کو پڑھو..... قبر میں بھی تو جانا ہے سب ادھر ہی جا رہے ہی ہمیں بھی تو جانا ہے تو کل کے لئے کچھ کرلو۔ لیکن قرآن ہمارے دل میں نہیں ہے، دِل میں تو اتارنا ہے، اسکے لئے پریکٹس کرلو، جس طرح ماں ایک بچے کو ایک ایک لفظ بولواتی ہے اور وہ بولنا سیکھ جاتا ہے اسی طرح اپنے دل کو بولنا سکھاؤ تاکہ دل کی زبان حرکت میں آئے..... اس کی زبان چلے خود دل بولے جب دل میں ایمان کا نور آگیا تو پھر سب راستے کھلتے جائیں گے اور گناہ سے بھی بچتے جائیں گے خوف بھی آتا جائیگا۔ پھر نور ایمان بھی ہمارے دلوں میں آجائیگا آج شب جمعہ ہے آج کا صدقہ خدا ہمارے دِلوں کو معرفت کے نور اور ایمان سے بھر دے۔

تو خلاصہ کلام یہ ہوا کہ بحث سے بحث نکلتی گئی اور بات لمبی ہوتی گئی ہماری کوشش تو یہی ہوتی ہے کہ بحث کو سمیٹیں مگر باتیں درمیان سے نکل آتی ہیں۔

معرفت کے بارے میں عرض کر رہا تھا کہ اصل معرفت کیا ہے یہ تو ہم نے جان لیا کہ معرفت کیا ہے۔؟ سنیں اس کے بارے میں اپنے بچوں کو بھی سنائیں شائد ہمیں اپنی

گمشدہ میراث مل جائے۔ مومن تلاش میں رہتا ہے مومن کی نشانی ہی یہی ہے حکمت مومن کی گم شدہ میراث ہے وہ اسے جہاں سے بھی ملے لے لیتا ہے چاہے بدکار فاجر اور فاسق کے پاس ہی کیوں نہ ہو۔

روایت میں ہے.....اس بات کو ایک مثال سے سمجھاتا ہوں کہ ایک زرگر کو اگر پتہ چلے کہ وہاں گند میں کوہ نور کا ایک ہیرا پڑا ہے تو وہ اپنے سفید لباس کی پرواہ کئے بغیر وہاں جائے گا اپنے آپ کو اس گند اور کثافت سے گندہ کرے گا اور ہیرا حاصل کرلے گا..... اسی طرح حکمت بھی مومن کی گم شدہ میراث ہے جب وہ دیکھتا ہے کہ اچھی بات ہے اگر چہ وہ ایک یہودی کے پاس ہی کیوں نہ پڑی ہو وہ اسے وہاں سے نکال کر لے آتا ہے.....مومن مومن کا ہمدرد ہوتا ہے جب اسے پتہ چلتا ہے کہ ایک اچھی بات اس کے پاس ہے تو وہ چاہتا ہے کہ دوسروں تک اسے پہنچائے۔ آپ بھی یہ کوشش کریں ان باتوں سے زیادہ سے زیادہ لوگ مستفید ہوں اور یہ فیض فقط چند افراد تک محدود نہ رہے اور ہمیں بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

بہر حال ہمیں یہ بتاؤ کہ ہمارے امامؑ ہم سے کیا چاہتے ہیں ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں؟ ہمیں اس دور میں کیا کرنا چاہیئے؟ ہم کہاں کھڑے ہیں کیا ان ذمہ داریوں میں سے کوئی ایک ذمہ داری ہم ادا کر رہے ہیں یہ مجلس اس لئے ہوتی ہے، ہمارے ہاں تو مجلس میں جانا ایک مجبوری سمجھا جاتا ہے اسے ایک رسم سمجھا جاتا ہے کہ بس بزرگ ایک رسم ڈال گئے ہیں اور بعض دفعہ تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ جو بانی ہوتا ہے وہ مجلس سنتا ہی نہیں ہے بس انتظام کر دیتا ہے جبکہ مجلس ایک رسم نہیں ہے اور نہ ہی عادت ہے بلکہ یہ عبادت ہے بلکہ افضل عبادات سے ہے اور عبادت کے لئے نیت شرط ہے اور اس نیت میں خلوص بھی شرط ہے پھر یہ بھی حکم ہے کہ ہر مجلس سے استفادہ کریں اور کوشش ہو کہ ہمیں نئی نئی چیزیں ملیں اور دوسروں تک بھی ان چیزوں کو پہنچائیں۔ جیسا کہ سورہ بقرہ کی آیت نمبر 214 میں ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ جتنی بھی باتیں اس بارے ہیں ان سے استفادہ

کیا جا سکتا ہے۔

تم نے تو خیال کر لیا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے اور ان کی طرح تمھارے ساتھ نہیں ہو گا جو تم سے پہلے لوگوں کے ساتھ ہو چکا ہے ان پر سختیاں آئیں مشکلات آئیں ان کو بد بخت ہونا پڑا ان پر زلزلے آئے ان کو جھنجوڑا گیا ان سے امتحان لیا گیا اور اس قدر سختیوں میں آ گئے کہ وہ کہہ اٹھے اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ..... اللہ کی مدد کب آئے گی؟ ..... یعنی اتنی مشکلات میں وہ گھر گئے آپ سمجھتے ہیں یہ کہہ دو آپ کو کوئی مشکلات نہیں ہوں گی ..... کچھ نہیں ہو گا نہ امتحان ہے نہ آزمائش ہے نہ مصیبت نہ مشکل ہے خود بخود سب ٹھیک ہو جائیگا اور اتنی آسانی سے ہو جائیگا اور پھر فرماتے ہیں کہ اللہ کی مدد قریب ہے (انشاءاللہ) ایسا دور بھی آئے گا جب مشکلات نہ ہوں گی .....

امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان:

کہ امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جاہل کہہ اُٹھیں گے کہ اللہ کو آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضرورت ہی نہیں ہے اگر ہوتی تو ان کے لیے کچھ حالات ٹھیک کر دیتا اس قدر مایوسی اور بغاوت کے اندر لوگ چلے جائیں گے ..... پھر امامؑ فرماتے ہیں کہ فرج تو ہو گی لیکن لمبی غیبت کے بعد ..... تا کہ اللہ کے علم میں آ جائے یعنی اللہ کو علم ہے، لیکن وہ چاہتا ہے کہ وہ جان لے کون ہے جو اطاعت کرتا ہے غیبت میں اور کون ہے جو غائب پر ایمان رکھتا ہے (سورہ الملک کی آیت ۳۰ ہے امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے حوالے سے) ..... کیا تم نے نہیں دیکھا ہے کہ جب تمھارا خوشگوار اور لذیذ حیات بخش پانی جو ہے وہ غائب ہیں بس وہ کون ہیں جو سامعین کو رائے دیں ..... دیکھیں پانی جو ہے وہ حیات کا ذریعہ ہے ظاہری حیات کا اور امامؑ حقیقی زندگی کا وسیلہ ہیں۔ اس لئے یہ روایت میں ہے کہ یہ آیت امامؑ کے بارے میں اتری ہے اور یہ آیت تمھارے امامؑ کے بارے میں ہے کہ جب تمھارے امامؑ غائب ہوں گئے تو کون ہے جو تمھارے امامؑ کو لائیگا ..... جو آسمان اور زمین کی خبریں دیں گے، حلال اور حرام کی باتیں کریں گے۔

پھر مولاؑ فرماتے ہیں کہ اس آیت کی تاویل ابھی نہیں آئی..... کب آئیگی جب حضرت حجت (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) تشریف لائیں گے تو حضرت حجت علیہ السلام ہیں حقیقی زندگی عطا کرنے والے..... یعنی آپ کا لقب ہے (ماء)..... معین، خوشگوار پانی خوشگوار ہمیشہ علم کا چشمہ، ہدایت کا چشمہ، نورانیت کا چشمہ اور اس چشمہ نے ضرور ظاہر ہونا ہے اور وہ موجود ہیں لیکن ہمارا ہاتھ اس تک نہیں پہنچ سکتا کیونکہ ہم خود کثیف ہیں گندے ہیں اور جب کوئی کثیف آدمی ہو تو کثافت کو صاف کرنے کے لئے کہاں جاتا ہے صاف چشمے کی طرف جاتا ہے پانی تو موجود ہے لیکن ہم اپنے آپ کو پاکیزہ بنانے کے لئے اس کی طرف نہیں جاتے ہیں.....۔

اس طرح امامؑ کے القاب میں سے ہے البئر المعطلہ ..... ایسا شاداب اور خوشگوار کنواں، جس کو لوگوں نے چھوڑ دیا ہے اس سے پانی بھرنا، اس سے فیض لینا، چھوڑ دیا ہے وہ موجود ہیں..... لیکن ہم اس سے فیض لینا نہیں چاہتے، اپنے دل کی بیماریوں کی شفا طلب کرنے..... اس کی خدمت میں نہیں جاتے اس کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیئے لیکن ایسا ہم نہیں کر رہے۔

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں ہمارا شیعہ نہیں بنتا مگر وہ جو اللہ کی اطاعت کرے اللہ کی اطاعت کے راستے سے ہمارے پاس آؤ جس نے اللہ کی اطاعت کی وہ ہمارا دوست اور ولی ہے اور جس نے اللہ کی نافرمانی کی وہ ہمارا دشمن ہے اور وہ ہمارے ساتھ بغض رکھنے والا ہے۔

امام امیر المومنین علیہ السلام کا بیان:

امام امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں فرج اور کشادگی اور حضرت حق کی آمد اور عدل وانصاف کے قیام کا انتظار کرو اور مایوس نہ ہو، پھر فرماتے ہیں..... جو ہمارے امر کو لیتا ہے اصل معرفت یہی ہے جو ہمارے امر کو لیتا ہے اور سمجھتا ہے جو ہم سے امر لیتا ہے ہم سے آڈر لیتا ہے..... ابلیس سے نہیں لیتا ہمارے وجود پر، ہمارے امامؑ کی حکومت نہیں ہے

ہمارے نفس کی حکومت ہے..... کیا تم نے اس شخص کو نہیں دیکھا ہے جس نے اپنا معبود اپنی خواہشات کو بنا لیا ہے یعنی اس کا نفس اس پر حکومت کر رہا ہے اس پر ابلیس کی حکومت ہے۔

جب امامؑ کی حکومت ہوگی تو بات بھی امامؑ کی ہی چلے گی مولاؑ فرماتے ہیں کہ جو ہمارا اثر لیتا ہے وہ قیامت کے دن ہمارے ساتھ ہوگا۔ حظیرۃ القدس میں ہوگا حظیرۃ..... القدس جنت میں ایک جگہ ہے جو آئمہ علیہم السلام سے منصوب ہے۔

پھر فرماتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک ہمارا بہترین عمل انتظار فرج ہے اللہ کے نزدیک محبوب ترین..... ہمارا سب سے پسندیدہ اور محبوب ترین عمل کونسا ہے؟..... انتظار فرج، اللہ کی زمین پر اللہ کے نظام کا قیام..... اللہ کی زمین پر عدل اور انصاف کی حکومت اللہ کی زمین پر ظلم اور ستم کا خاتمہ۔

پھر فرماتے ہیں اور جو اس دن کے انتظار میں ہے کہ اللہ کی دھرتی پر اللہ کا نظام قائم ہوگا..... انصاف کا قیام ہوگا اور حضرت حق (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) تشریف لائیں گے اور ہر طرف اَمن اور سلامتی کا دور ہوگا جو اس کی انتظار میں ہے اس کی مثال ایسے ہے کہ جیسے وہ راہ خدا میں اپنے خون سے لت پت ہو اللہ تبارک تعالیٰ ہمیں بیداری دے ہمیں خواب غفلت سے جگائے.....۔

مصائب:

توسل کرتے ہیں جناب ابوالفضل عباس علیہ السلام سے..... کیونکہ حضرت عباس علیہ السلام کا بہت وسیلہ دُینا سریع وسیلہ ہے آج ایک آدمی ملا جس کی اولاد نہیں ہے آپ سب مل کر حضرت ابوالفضل عباس علیہ السلام کی خدمت میں اس مومن آدمی کے لئے درخواست پیش کریں جناب ابوالفضل عباس علیہ السلام کا لقب ہے سقا پیاسوں کو پانی پلانے والا کربلا کے پیاسوں کا سقا..... کربلا کے پیاسوں کا ماشکی مولا حسین علیہ السلام کے بچوں کے لئے پانی لینے دریائے فرات پر پہنچتے ہیں سامنے دریا ہے لیکن خود پانی نہیں پیا بلکہ فرماتے ہیں کہ یہ

کیسا انصاف ہے..... کہ آقا کے بچے پیاسے ہوں اور غلام پانی پیئے گھوڑے کو اشارہ کیا کہ وہ پانی پیئے مگر اس نے کہا مولا اُمت نے قدر نہیں کی۔ میں کیسے پانی پیوں میرے آقا کا گھوڑا پیاسا ہے..... عباس علیہ السلام حسین علیہ السلام کے بچوں کے لئے پانی لے کر چلے لیکن خدا کی قسم عباسؑ کی بڑی کوشش تھی کہ پانی خیمے میں پہنچ جائے..... اسی راستے میں عباسؑ کا ایک بازو قلم ہوا عباس علیہ السلام کا دوسرا بازو بھی قلم ہوا اب عباسؑ کے پاس دفاع کا کوئی ذریعہ نہیں..... عباسؑ کو چاروں طرف سے دشمن نے گھیر لیا تیروں کی بارش ہے ام البنین (صلواۃ اللہ علیہا) کا بیٹا اکیلا ہے پھر بھی کوشش ہے..... کہ انہی کٹے ہوئے بازوؤں کیساتھ پانی خیام تک پہنچ جائے کہ اتنے میں ایک تیر آ کر عباس علیہ السلام کی مشک میں لگا پانی زمین پر گر گیا، عباسؑ کی چیخ نکل گئی ہوگی کہا ہوگا۔

ہائے افسوس:

اب تو بازو بھی نہیں ہیں اور مشک بھی سالم نہیں ہے..... عباس علیہ السلام نے گھوڑے سے کہا کہ اب واپس خیمے نہیں جانا واپس دریائے فرات کی طرف چلو عزادارو عباس علیہ السلام اکیلے ہیں ہر طرف سے تیروں کی بارش ہے کوئی تلوار کا وار کرتا ہے کوئی تیر مارتا ہے کوئی بھالہ مارتا ہے کسی نے آ کر عباس علیہ السلام کی پیشانی پر تیر مارا عباس علیہ السلام گھوڑے پر سنبھل نہیں سکے..... جب کوئی گھوڑے سے زمین پر آتا ہے تو اپنے ہاتھوں کا سہارا لیتا ہے..... عباس مولاؑ کے ہاتھ سلامت نہیں ہیں سینوں میں تیر لگے ہوئے ہیں نیزے پیوست ہیں عباس علیہ السلام سجدے کی حالت میں زمین پر آئے بی بی زھراء (صلواۃ اللہ علیہا) نے آ کر اپنے بیٹے کو سنبھالا ہوگا۔

روایت میں ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو آواز آئے گی کہ پردہ کرو پردہ خاتون قیامت اپنا کیس پیش کرنے ارحم الراحمین کے دربار میں آ رہی ہیں..... جناب سیدہ علیہا السلام تشریف لائیں گی تو کس حالت میں ایک تو آپ کے پاس ننھے اصغر علیہ السلام کا

کرتہ ہوگا اور پتہ ہے عزادارو دوسری چیز کون سی ہوگی؟..... بی بی پاکؑ کے پاس اپنے بیٹے عباسؑ کے کٹے ہوئے بازو ہونگے یہ دو چیزیں بی بیؑ دربار الٰہی میں لائیں گے آپ سب رو کر اپنے مولا عباسؑ کو وسیلہ بنائیں۔ غازی مولاؑ جس طرح آپ اپنے آقا حسین علیہ السلام کے لئے مشکلیں حل کیا کرتے تھے..... ہم گنہگار اور سیاہ دل یہاں بیٹھے ہیں ہمارے دلوں میں ایمان آجائے امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی معرفت کا نور ہمیں مل جائے پتہ ہے بی بی زہراء (صلواۃ اللہ علیہا) عرش الٰہی کے پایہ کو پکڑ کر ہلا ہلا کر کہیں گی کہ اے احکمَ الحاکِمین اے عادل بادشاہ اے میرا ربّ مجھے بتا کہ میرے عباس علیہ السلام کا کیا قصور تھا؟ میرا عباس علیہ السلام تو میرے بچوں کے لئے پانی لینے گیا تھا اے خدا مجھے انصاف عطا فرما! یا اللہ عباس علمدار علیہ السلام کا صدقہ ہمیں اپنے امامؑ کی معرفت نصیب ہو!

الا لعنة الله على القوم الظالمين

سيعلم الذين ظلموا اى منقلب ينقلبون

مجلس نمبر 11

عنوان : معرفت امام زمانہ علیہ السلام

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

﴿من مات ولم یعرف امام زمانه علیہ السلام **مات میتة جاهلیة﴾**

جو اپنے امام کی معرفت کے بغیر مرا وہ جہالت کی موت مرا

امام زمانہؑ کی معرفت کے بغیر اعمال قبول ہیں نہ اسلام قبول ہے جو شخص اس حالت میں مرتا ہے کہ وہ امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی معرفت نہیں رکھتا تو وہ جہالت کی موت مرتا ہے..... ہماری اب گفتگو ہو رہی ہے کہ ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں۔؟

ہماری ذمہ داریاں:

(ا) سب سے اہم اور بنیادی ذمہ داری یہ علم ہونے کے بعد کہ زمانے کے امامؑ موجود ہیں وہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارہویں جانشین ہیں ان کے یہ القاب ہیں..... یہ اسمائے مبارکہ ہیں اور وہ زندہ ہیں اسی جہاں میں موجود ہیں.....اسی زمین پر موجود ہے وہ ہمارے پروگراموں میں تشریف لاتے ہیں وہ بعض مومنین کے نماز جنازے میں شریک ہوتے ہیں۔ وہ قبرستانوں میں تشریف لاتے ہیں..... وہ حج کے موسم میں حج پر تشریف لے جاتے ہیں ہر شب جمعہ کربلا میں تشریف لے جاتے ہیں آئمہ علیہم السلام کے مزاروں پر پہنچتے ہیں اس طرح امامؑ زادگانوں کے مزاروں پر پہنچتے ہیں یہ سب علم ہو گیا اس کے بعد یہ اہم فریضہ ہے جس کی طرف کل اشارہ کیا تھا وہ فریضہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے اور یہ واجب سمجھیں جو ہماری ذمہ داری بنتی ہے وہ یہ ہے کہ جو ہمارا علم ہے جو ہماری

واقفیت ہے اور جو معلومات ہیں ہم اس علم کو اور ان معلومات کو یقین میں تبدیل کریں اس علم کو ہم ایمان میں تبدیل کریں کیونکہ کسی بات کا علم ہونا اور ہے اور اس پر ایمان ہونا اور ہے..... دونوں میں فرق ہے بعض دفعہ انسان کو کسی چیز کا علم ہوتا ہے مگر اس پر اس کا ایمان نہیں ہوتا ایمان کا تعلق دل سے ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کچھ عرب کے بدو آئے اور ان بدوؤں نے کہا کہ ہم ایمان لے آئے ہیں۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کا حکم ہوا اے رسولؐ ان سے کہہ دو کہ یہ کہیں ہم اسلام لے آئے ہیں۔ ابھی تک ایمان ان کے دلوں میں داخل نہیں ہوا.....۔

آیت میں لفظ قلوب ہے یعنی داخل نہیں ہوا ایمان دلوں میں یعنی ایمان کا دل سے تعلق ہے اور اسلام کا تعلق زبان سے ہے..... جو بھی آپ زبان سے اقرار کریں گے وہ اسلام ہے اسلام کیا ہے؟ زبان سے اقرار ہے توحید کا، رسولوں کا، فرشتوں کا، کتابوں کا، قیامت کا، قبر میں سوال و جواب کا، یہ سب عقائد ہیں..... ان کا اقرار کرنا اسلام ہے اور یہی جو ہم اقرار کرتے ہیں اور اگر یہی اقرار دل تک پہنچ جائے..... جن کو یہ زبان ادا کر رہی ہے اس کو دل کی زبان بھی ادا کرے تو وہ ایمان ہے۔ ''**الایمان ھوا الایقان فی القلب** ''یعنی دل سے یقین، پھر جب اس بات کا یقین ہو جائے تو اس پر عمل بھی کیا جاتا ہے میں آپ کو ایک مثال دوں..... کہ آپ جانتے ہیں کہ خودکشی کرنا حرام ہے شرعاً جرم ہے یہ گناہ کبیرہ ہے ہم یہ جانتے بھی ہیں اور اس پر ہمارا یقین بھی ہے کوئی ایسا کرے گا.....؟ کہ چالیسویں منزل سے نیچے چھلانگ لگائے گا؟ اس لئے نہیں لگائے گا کہ اس کو یقین ہے اگر میں نے چھلانگ لگائی تو میں مر جاؤں گا اور شرعاً بھی خودکشی حرام ہے کوئی اپنے سینے پر پسٹل رکھ کر نہیں چلائے گا..... کیونکہ اس کو یقین ہے کہ گولی سیدھے میرے سینے سے گزر جائے گی کیونکہ اس اقدام کا جو نتیجہ ہے اس پر یقین ہے اب آیت قرآن ہے.....

قرآن کہہ رہا ہے کہ تم میں سے بعض بعض کی غیبت نہ کریں۔ کیا تم میں سے کوئی

پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے ..... کہتے ہیں کہ مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند نہیں کرتے جب تم مردہ بھائی کا گوشت کھانا ناپسند کرتے ہو تو غیبت بھی تو مردہ بھائی کے گوشت کھانے کے مترادف ہے..... اور امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جہنمی کتوں کی غذا ہے یعنی ان باتوں کے سچ ہونے میں کوئی شک نہیں ہے کیونکہ قرآن ہے جو صریح طور پر فرمارہا ہے اور پھر آئمہ علیہ السلام کے فرامین ہیں اور پھر جو کچھ قرآن مجید میں غیبت کے بارے میں ہے۔ اس پر یقین نہیں ہے چونکہ یقین نہیں ہے لیکن ہم کرتے ہیں ..... غیبت کے مزے لے کر کرتے ہیں غیبت کیا ہوتی ہے کہ ایک مومن میں ایک عیب موجود ہے اور وہ عیب جو موجود ہے اس کا تذکرہ کرنا۔ فرض کیا غلام حیدر میں ایک عیب ہے اور جعفر کو اسکا علم نہیں ہے غلام رسول اٹھے اور انھوں نے جا کر جعفر کو بتا دیا جعفر نے اس سے کہا یہ کیا کہہ رہے ہو تو اس نے کہا میں سچ بول رہا ہوں یہ واقعاً ایسا ہے..... خدا کہتا ہے کہ میں نے اسی سچ سے روکا ہے..... اس سچ کو نہیں بولنا۔ کیوں نہیں بولنا؟ یہ تو خدا کو پتہ ہے وہی مالک ہے مالک کہتا ہے کہ میرے بندے کا عیب جو ہے جس پر میں نے پردہ ڈالا ہوا ہے اگر کسی وجہ سے آپکو پتہ چل جائے تو حرام ہے..... کہ آپ میرے بندے کے عیب کو دوسروں کو جا کر بتائیں یہ جرم ہے ایسا کرو گے تو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھاؤ گے جہنمی کتوں کی غذا بنو گے۔

اور بہت ساری روایات ہیں مثلاً رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کوئی آیا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اسکو کھانا دو اس نے کہا میں تو روزے سے ہوں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمھارے منہ سے گوشت کھانے کی بو آرہی ہے..... اس نے کہا میں نے تو گوشت نہیں کھایا..... کہا..... ابھی ایک مومن بھائی کی غیبت کر کے آرہے ہو۔ یہ تو اللہ نے پردہ رکھا ہوا ہے۔

جیسا کہ امام حسین علیہ السلام کا فرمان ہے اور غیبت کے بارے میں تو فرمایا گیا کہ زنا سے بھی زیادہ سخت جرم ہے لیکن ہم ہیں کہ ساری روایتیں جانتے ہیں مولوی سے سنتے ہیں

قرآن میں پڑھتے ہیں کتابوں میں دیکھتے ہیں لیکن کیا بات ہے؟ پھر بھی اس جرم کا ارتکاب کرتے ہیں، وجہ یہ ہے کہ ہمیں اس پر یقین نہیں ہے اپنے سینے پر پسٹل کی گولی نہیں چلاؤں گا کیونکہ خودکشی حرام ہے بھئی اس کا یقین ہے لیکن یہاں مجھے غیبت والے جرم کے نتیجے کا یقین نہیں ہے۔ یعنی یہ کہ مجھے نظر آجائے کہ میری شکل کتے کی شکل بن رہی ہے مجھے نظر آنے لگے کہ میرا مردہ بھائی ہے اور میں اس کا گوشت نوچ رہا ہوں۔۔۔۔ یعنی یہ یقین مجھے نہیں ہے۔

اب امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کا وجود حتمی اور یقینی ہے۔ یہ سب معلومات ہمیں ہیں اب اس کو یقین کی طرف بدلنا ہے۔

مومن کی نشانیاں:

مومن کی نشانیوں سے ہے (۱) وہ اللہ پر توکل کرتا ہے یعنی توکل کرنے کا مطلب کسی کو وکیل کرنا یعنی وہ اللہ کو وکیل کرتا ہے اچھا ذرا سوچیں ..... یہ وکیل بنانا کیا ہوتا ہے؟ کسی کو وکیل کب بنایا جاتا ہے جب اس میں چار شرائط ہوتی ہیں جب آپ کے کاروباری جھگڑے ہوتے ہیں اور اس میں آپ کسی کو وکیل بناتے ہیں تو اس میں چار خصوصیات دیکھتے ہیں پہلی بات تو یہ دیکھتے ہیں کہ یہ جو وکیل رکھنا ہے اس کے مسائل سے آگاہ ہے یعنی وہ مہارت رکھتا ہے، دوسری بات یہ ہے کہ یہ جو علم رکھتا ہے اس کے استعمال کی بھی قدرت رکھتا ہے کہ اس کیس کو ثابت کر سکے ..... دلائل دینے کی اس میں طاقت ہو اور تیسری بات یہ ہے کہ جو قدرت اس کے پاس ہے عدالت میں جا کر وہ اسے استعمال بھی کریگا یا کوئی چیز رکاوٹ بن جائے گی ..... یا وہ اس قدرت اور صلاحیت کو استعمال نہیں کر سکے گا۔ ایسا وکیل آپ نہیں کریں گے جو جج کے سامنے اپنی صلاحیت استعمال نہ کر سکے چوتھی بات یہ ہے کہ وکیل جو آپ کر رہے رہیں دیکھیں گے وہ کنجوس تو نہیں ہے یعنی اپنی صلاحیت کو استعمال کرنے میں کنجوسی تو نہیں کرے گا بلکہ بھرپور تیاری کر کے جائے گا ..... جب یہ چار شرائط پوری ہونگی تو پھر آپ ایسے شخص کو وکیل کریں گے یعنی جب ہم دنیاوی

کاموں کا وکیل بناتے ہیں تو اس میں ان چار شرائط کا ہونا ضروری ہوتا ہے لیکن جب کسی کو وکیل بنالیا جاتا ہے تو پھر اس پر کیسا بھروسہ کرتے ہیں ظاہر ہے پورا پورا بھروسہ کرتے ہیں سب کچھ اسے دے دیتے ہیں پورا اختیار اسے دیتے ہیں۔ بھئی کتنا افسوس ہے کہ اللہ کو ہم اس عام وکیل جتنا بھی نہیں سمجھتے خدا میرا وکیل ہے خدا کو وکیل بناؤ جس نے اللہ کو وکیل بنایا اللہ اسکے لئے کافی ہے..... اللہ عالم ہے قادر ہے اپنی قدرت استعمال کرسکتا ہے کرتا بھی ہے اور بخیل بھی نہیں ہے وکیل بنانے والی ساری شرائط موجود ہیں شرائط تو چاروں بدرجہ اتم موجود ہیں..... مگر ہماری حالت یہ ہے کہ شفا لیتے ہیں ڈاکٹر سے، پیسے لیتے ہیں تاجر سے اور سیر ہونے کے لئے روٹی سے سیر ہوتے ہیں..... قرآن مجید میں انبیاء کی بات سنو وہ کہتے ہیں کہ اللہ مجھے کھانا کھلاتا ہے، اللہ مجھے پانی پلاتا ہے اللہ مجھے روزی دیتا ہے، مزدوری تو وہ خود کرتا ہے لیکن کہتا ہے روزی اللہ دیتا ہے حقیقت بھی یہی ہے قرآن مجید میں ہے کہ اللہ ہی ہے جو پھول میں خوشبو دیتا ہے اللہ ہے جو پھل کو رونق دیتا ہے ہم میں یہ توفیق نہیں ہے کہ ہم ان سب نعمتوں کی نسبت خدا کی طرف دیں..... یعنی یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں ہیں ہم ان کی نسبت خدا کی طرف نہیں دیتے اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم منزل یقین پر فائز نہیں جو علم ہے وہ ہمارا علم ہی ہے ایمان میں تبدیل نہیں ہوا ہم ابھی اسلام پر کھڑے ہیں ایمان کی طرف نہیں گئے..... امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے بارے میں جتنی معلومات ہیں وہ ہمارا علم ہے۔ اس علم کو ہم نے یقین میں بدلنا ہے تاکہ ایمان حاصل ہو جائے..... جب مولاؑ کے بارے ایمان حاصل ہو جائے گا تو پھر میں داڑھی نہیں منڈواؤں گا..... کیونکہ مجھے خیال آئے گا کہیں میرے مولاؑ دیکھ نہ رہے ہوں..... کہیں مولاؑ کی پکڑ میں نہ آجاؤں ناراض ہو کر مجھے بددعا ہی نہ دے دیں کہ بدبخت میرا ہو کر کم از کم چہرے کو تو خوبصورت رکھ مرد کی داڑھی مرد کے لئے خوبصورتی ہے..... اسی طرح پھر جھوٹ نہیں بولوں گا کسی کو اذیت نہیں دوں گا۔ خمس کا مال نہیں کھاؤں گا کہتے ہیں کہ بعض بندگان خدا تہران میں کسی کے گھر دعا مانگ رہے تھے اور

بڑے واسطے دے رہے تھے..... بعد میں ان دعا مانگنے والوں میں سے کسی نے دیکھا کہ مولاؑ تو تشریف لے آئے ہیں لیکن اندر تشریف نہیں لا رہے..... مولاؑ باہر کھڑے ہیں اس نے مولاؑ سے اسی گریہ کی حالت میں عرض کیا مولا آپ اندر کیوں نہیں تشریف لاتے تو مولاؑ نے فرمایا اس گھر میں نقص ہے، خرابی ہے یہ غصبی مکان ہے میں اس گھر میں نہیں آسکتا تو اس نے عرض کیا کہ پھر مولاؑ ہم اٹھ کر باہر آجائیں تو مولاؑ نے فرمایا کہ آپ کو آنے کی اجازت نہیں ہے تاکہ گھر کا مالک رسوا نہ ہو جائے..... تو دیکھیں کہ مولاؑ تو اتنا مومنین کا اتنا خیال کرتے ہیں اور اس سے فرماتے ہیں کہ جب محفل ختم ہو جائے تو اس کو بتا دینا مومن کہتا ہے کہ پروگرام کے بعد جب میں نے اس کو بتایا تو پتہ چلا کہ اس نے غیر مخمس مال سے یہ مکان خریدا تھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جب یقین ہو جائے کہ میرے امامؑ موجود ہیں اور میرے اعمال پر گواہ ہیں تو پھر میرے اعمال یہ نہیں ہوں گے جو اس وقت ہیں۔ پس علم اور ہے اور یقین اور ہے جب یقین آجائے تو عمل اس کا لازمہ ہے ایمان کے ارکان بتائے گئے ہیں۔

"الایقان فی القلب والعمل بالجوارح و اقرار باللسان" اور "الایقان فی القلب اور العمل بالجوارح" اسلام کے لئے کوئی شرط نہیں اس میں زبان کا اقرار کافی ہے۔ مثلاً ہمیں پتہ ہے کہ وہاں پر آگ جل رہی ہے تو ہم اس میں پاؤں نہیں رکھیں گے کیونکہ ہمیں علم ہے کہ آگ ہے اور آگ جلاتی ہے لیکن ایک شخص ہے جو وہاں پاؤں رکھ دے گا..... کیوں؟ جبکہ اس کو علم ہے کہ آگ جلاتی ہے لیکن اسے یقین نہیں ہے جب یقین ہوگا تو یقین کا لازمہ عمل ہے۔ جب کسی کو آگ کا یقین ہو تو وہ آگ پر ہاتھ نہیں رکھتا۔ اپنی انگلی تک نہیں رکھتا جب کسی کو پتہ ہو کہ تار میں بجلی ہے اور مجھے پکڑے گی اور جلا دے گی وہ بجلی کی ننگی تار کو ہاتھ نہیں لگائے گا..... لیکن جس کو علم نہیں ہے وہ بجلی کی تار پر اپنا ہاتھ رکھ دے گا کیونکہ وہ بجلی سے ناواقف ہے، اس کے نتیجہ سے ناواقف ہے اسی طرح ہمیں یہ علم ہے کہ ہمارے امامؑ موجود ہیں۔ آپ کا وجود عقلی دلائل سے ثابت ہے..... نقلی دلائل سے

ثابت ہے قرآنی آیتوں سے ثابت ہے حدیثوں سے ثابت ہے اب یہ علم حاصل ہو گیا ہے تو اس کو یقین میں بدل دیں۔ اب سوال ہے ہر ایک کے ذھن میں پیدا ہو رہا ہو گا کہ اب کیا کریں کہ یہ معلومات ایمان میں تبدیل ہو جائیں اس کے لئے ایک نسخہ عرض کرتا ہوں۔ آپ کوشش کریں انشاء اللہ آپ کا علم بہت جلد یقین میں بدل جائے گا..... ہمیں بھی دعاؤں میں یاد رکھیں کہ..... خدا ہمیں بھی توفیق دے میں تو ایک بیان کرنے والا ہوں خدا ہمیں بھی ایسا بنائے کہ ہم بھی اس یقین کے منزل پر فائز ہوں وہ نسخہ یہ ہے۔

یہ امامؑ کے القابات ہیں آپ علیہ السلام کے جو اسماء ہیں ان میں سے کوئی ایک اسم مبارک لے لیں کوئی سا بھی جو مثلاً آپ کا دل چاہے۔

صاحب العصر علیه السلام، ولی العصر علیه السلام، ولی الله علیه السلام، حجة الله علیه السلام، بقیة الله علیه السلام، یا امام زمان علیه السلام، یا بقیة الله علیه السلام فی الارض، یا بقیة الله الاعظم علیه السلام، یا قائم آل محمد صلی الله علیه وآله وسلم۔ ، یا یوسف زهراء صلواة الله علیها علیها الصلواة والسلام الرحمة الواسعه، یا اباصالح، یا ابالغیث، یا مهدی یا خاتم الاوصیاء، یا ایتها الطلعة الرشیدة،حق جدید، شریك القرآن خلیفة الرحمن، مولائے کریم، امام الانس والجان قامع الکفر والطغیان.....

آپ کوئی ایک اسم مبارک لے لیں اور اسے خوبصورت کسی کاغذ پر لکھ لیں یا لکھا ہوا لے لیں یا صاحب الزمان (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) بہت خوبصورت لکھا ہوا ملتا ہے یا بقیۃ اللہ لکھا ہوا ہوتا ہے یا قائم آل محمدؐ اس طرح .....اگر نہیں ہے تو خود لکھ لو..... رات کے آخری حصہ کا انتخاب کرو..... دو رکعت نماز حاجت پڑھ کے تصور میں یہ ہو کہ اپنے امامؑ کے بارے میں جو معلومات ہیں کہ وہ ولی کائنات ہیں وہ قطب کائنات ہیں یعنی جتنی کائنات ہے ذرے سے لے کر کہکشاں تک سب پر تصرف اس ولی حق کا ہے.....اس ولی کا اختیار ہے اور یہ سب کچھ اس کے قبضہ میں ہے۔ آئمہؑ کا فرمان ہے کہ ہمارے لئے

کائنات ایسے ہے جیسے ہاتھ کی ہتھیلی وہ تو ولی اللہ الاعظم ہیں ..... یہ سارا تصور میں ہو کہ وہ امامؑ جن کو اللہ تعالی نے کائنات پر احاطہ کلی عطا کیا ہے۔ وہ اللہ تعالی کی رحمت اترنے کا مرکز ہیں۔ جس کے ذریعے اللہ بارش برساتا ہے، اپنی روزی کو لوگوں تک پہنچاتا ہے۔ جس کے ذریعے سمندروں میں پانی ہے جن کے ذریعہ لہروں میں روانی ہے..... جن کے ذریعے پھولوں میں خوشبو ہے۔ جن کے ذریعے ہوا ہے جن کے ذریعے یہ سورج میں چمک دمک ہے..... ستاروں میں ضیاء ہے اور چاند کی چاندنی ہے اور کہکشاں کی خوبصورتی ہے جن کے ذریعے سے سارا نظام حرکت میں ہے وہ قلب کائنات ہیں ..... وہ مرکز کائنات ہیں ..... وہ محور کائنات ہیں ..... وہ قطب کائنات ہیں، یہ سارا کچھ تصور میں لے آئیں اور پھر اس اسم مبارک پر اپنی نظریں جمائیں۔ توجہ الی اللہ رہے کہ مولاؑ پر ایمان کا نور میرے دل میں اُتر جائے ..... جس طرح مجھے اپنی اولاد کے وجود کے بارے یقین ہے، جس طرح مجھے یقین ہے کہ یہ امام بارگاہ ہے جس طرح مجھے یقین ہے کہ یہ مسجد ہے جس طرح مجھے یقین ہے کہ یہ میرا گھر ہے اور میں نہیں بھولتا ہوں اسی طرح مجھے یقین ہو جائے کہ میرے امامؑ موجود ہیں اس کام کے لئے زیادہ سے زیادہ آدھا گھنٹہ اور کم از کم پندرہ منٹ ضرور دیں اور ان اسماء مبارکہ پر آپ کی نظر رہے اور یہ سارے تصورات ذہن میں ہوں تو پھر جذب کی کیفیت انشاء اللہ خود بخود پیدا ہو جائیگی ..... تنہائی ہو گی آپ اکیلے ہوں گے ..... کوئی دیکھنے والا نہ ہو گا ..... سب کاموں سے آپ فارغ ہوں گے فقط ولی امر کی طرف توجہ ہو گی اس کی طرف آپ کا رُخ ہو گا۔ جس کے قبضہ میں آپ کا دل بھی ہے اور جس کے قبضہ میں آپ کا وجود بھی ہے اور اس کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے کہ وہ ایک نظر کرم آپ کی طرف کرے اور آپکا دل جو ہے امامؑ کے وجود کی برکت سے امامؑ کے نور سے منور ہو جائے اور آپ اس طرح امامؑ کے وجود کو محسوس کرنے لگیں ..... جس طرح آپ اپنے وجود کو محسوس کرتے ہیں یعنی جس طرح یہ ساری کائنات آپ دیکھ رہے ہیں اسی طرح آپ اپنے امامؑ کو جان لیں جب آپ اس منزل پر آجائیں گے تو وہ ساری

روایات جواس دور کے مومنین کے لئے ہیں..... کہ ان کی بڑی شان ہے، ان کی بڑی عظمت ہے اوران کا اپنے امامؑ کے وجود پر اس طرح پختہ یقین ہوگا..... کہ اگر انگارہ ہتھیلی پر رکھ دیا جائے تو اس کو پکڑنا مشکل ہوگا لیکن ان کے لئے اس دین پر قائم رہنا آسان ہو جائے گا تمام تر مشکلات کے باوجود..... روایات میں ہے کہ وہ مومنین اس طرح پختہ یقین ہونگے کہ انگارے جسے انسان نہیں پکڑ سکتا مگر اس کو پکڑ لے گا جس طرح خاردار جھاڑی میں جا کر ہاتھ ڈالے لیکن اسے محسوس نہیں ہوگا اس دور کے مومنین کے بارے میں ہے کہ جو امامؑ کے پیروکار ہیں وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند ہونگے..... وہ فولاد کی مانند ہوں گے انکو نہ تو ظلمت اور تاریکیوں کے جھکڑ ادھر ادھر کر سکتے ہیں اور نہ نفاق کی آندھیاں اسے اپنی جگہ سے ہلا سکتے ہیں نہ کفر کے بادل انہیں گمراہ کر سکتے ہیں بلکہ وہ ایمان کی ایک پختہ چٹان ہونگے۔ اور اس عزم اور یقین کیساتھ اس دنیا میں رہ رہے ہونگے کہ وہ ان لوگوں میں ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ ان لوگوں میں نہیں ہوتے ان کا ربط اور تعلق ادھر ہوتا ہے کیونکہ وہ مشیت امامؑ اور مشیت ایزدی میں فنا ہو چکے ہوتے ہیں لہذا وہ مہاجر الی اللہ اور مہاجر الی الامام ہوتے ہیں وہ صبر کے ساتھ وقت گزار رہے ہوتے ہیں اور حضرت مہدی عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی آمد کا انتظار کر رہے ہوتے ہیں۔

یہ چند روایتیں ہیں جو اس دور میں امام علیہ السلام کی رعیت کے متعلق ہیں لیکن یہ وہی لوگ ہیں جو یقین کی منزل پر فائز ہوں۔

غیبت کے زمانہ میں رہنے والے مومنین کے فضائل:

حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔

مجھے جبرائیلؑ نے خبر دی ہے کہ ان پر ظلم کیا جائے گا..... ان کا ایمان باقی رہے گا حتیٰ کہ ان کے قائم قیام کریں گے اور جب قیام کریں گے تو ان کی بات بلند ہو جائے گی اس وقت اُمت ان کی محبت میں اکٹھی ہو جائے گی اور اس وقت انکو برا کہنے والے کم

ہونگے ۔ جوانہیں ناپسند کرے گا وہ ذلیل اور رسوا ہو جائے گا اور انکی مدح کرنے والے زیادہ ہونگے ، یہ اس وقت ہو گا جب شہر بدل چکے ہونگے بندے کمزور پڑ گئے ہوں گے ..... مایوسی عام ہو چکی ہو گی ایسی مایوسی میں مھدی علیہ السلام جو کہ میری اولاد سے ہیں وہ اُٹھیں گے اور اللہ تبارک تعالیٰ حق کو ان کے لئے ظاہر کر دے گا اور ان کی تلواروں سے باطل بجھ جائے گا ۔

دوسری جگہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں میرے فرزند نے ضرور آنا ہے اور پوری دھرتی پر عدل وانصاف کا قیام انہوں نے کرنا ہے ..... تمھیں بشارت ہو اور اللہ کا وعدہ جو ہے اس میں خلاف نہیں ہے اور اللہ کا جو فیصلہ ہے اس کو ٹالا نہیں جا سکتا اور وہ حکیم وخبیر ہے اور اللہ کی فتح ونصرت بڑی نزدیک ہے ۔

امیر المومنین علیہ السلام اس دور کے شیعہ اور محبین کے بارے میں فرماتے ہیں اس زمانے میں ہمارے شیعہ جو ہیں ..... وہ اس دور کے لوگوں کے ہاں کافر ہونگے لوگ انکو کہیں گے کہ یہ کافر ہیں اور کہیں گے کہ یہ لوگ گھاٹے میں ہیں ، نقصان میں ہیں ۔

مولا علی علیہ السلام فرماتے ہیں ۔ لیکن وہ اللہ کے ہاں فائدہ اور نصرت اٹھانے والوں میں سے ہیں اور خاسرین میں سے نہیں ہیں ..... بلکہ عارفین سے ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہیں اور جو منافقین ہیں انکو نقصان ہوا ہے ۔

آپ علیہ السلام فرماتے ہیں مومن پر ایک زمانہ آئیگا کہ مومن اپنی بکری سے بھی زیادہ ذلیل اور رسوا ہو گا ۔

امیر المومنین علیہ السلام سے خطاب کرتے ہوئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں یا علی علیہ السلام آپ کے حوالے سے میں نے بہت وصیتیں کی ہیں لیکن یہ امت کسی ایک وصیت پر بھی عمل نہیں کرے گی ..... اور یہی لوگ امت میں سے اشقیاء ہونگے البتہ جو صاحب تقویٰ ہونگے پاک ہونگے اور آزمائے ہوئے ہوں گے ان کی تعداد ایسے ہو گی کہ جیسے سیاہ رنگ کا بیل ، سیاہ گھپ اندھیرے میں اور وہ بھی سیاہ رات میں ہو اور اس

کے اوپر ایک سفید بال ہو تو اسے تلاش کرنا کس قدر مشکل ہو جاتا ہے.....اس طرح میری اُمت کے اندر میرے فرمان کا لحاظ رکھنے والے اور پاس رکھنے والے کم ہوں گے۔

پھر حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تبارک تعالیٰ کو یہ حق ہے کہ وہ ان لوگوں کو جنت میں داخل کرے جنکے زمانے میں انکے امامؑ موجود تو ہیں لیکن وہ اپنے امامؑ کی جگہ سے واقف نہیں۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے نماز پر، روزے پر، حج پر، زکواۃ پر، اور ولایت پر، پھر فرماتے ہیں ولایت کی طرح کسی بھی چیز کی طرف دعوت نہیں دی گئی ہے لیکن لوگوں نے چار کو لے لیا.....اور ولایت کو چھوڑ دیا۔

پھر فرماتے ہیں اگر کوئی شخص دن کو روزہ رکھے رات کو عبادت کرے اور اسی حالت میں مر جائے اور وہ بغیر ولایت کے اللہ کے سامنے جائے، تو نہ اس کا روزہ قبول ہے نہ اس کی نماز قبول ہے اس کے لئے سیدھی جہنم ہے۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں یقین کے حوالے سے سب سے زیادہ عظیم وہ لوگ ہیں جو آخری زمانے میں آئیں گے انھوں نے اپنے نبیؐ کو نہیں دیکھا انکے زمانے کے امامؑ ان میں حاضر نہیں ہونگے .....یعنی پردہ میں ہونگے لیکن وہ سفیدی پر جو سیاہی ہے اس پر ایمان لائیں گے۔ یعنی کاغذ پر جو کچھ لکھا ہوا ہے اسی پر وہ ایمان لے آئیں گے۔

یہ سب باتیں.....ان کی معلومات کے حوالے سے نہیں ہو رہیں بلکہ ایمان اور یقین کے حوالے سے بات ہو رہی ہے۔

حدیث میں ہے حضرت حجت علیہ السلام کے نظریے پر کوئی ثابت نہیں رہے گا مگر وہ شخص جس کے دِل کو ایمان کے لئے آزمالیا گیا ہو اصل چیز ہے جس کی طرف بار بار تاکید کی جارہی ہے.....ارشاد ہے کہ وہ زمانہ ایسا ہوگا جو غیبت کا دور ہوگا۔ مومن کا دل اندر ہی اندر پگھلتا جائے گا جس طرح پانی میں نمک گھلتا ہے اور یہ کس وجہ سے ہوگا؟ اس کی یہ

حالت اس برائی کی وجہ سے ہوگی جسے وہ دیکھے گا کیونکہ برائی کو وہ ختم نہیں کر سکے گا اور اگر ختم کرنا بھی چاہے گا تو وہ قدرت نہیں رکھتا ہوگا اور مومن ان لوگوں میں ڈر کے چلے گا اور اگر وہ بولے گا تو وہ اسے کھا جائیں گے.....اور وہ پریشانی میں رہے گا۔اور اگر چپ رہے گا تو اسی غصے کی حالت میں وہ مرجائیگا یعنی اس مومن کی بات ہو رہی ہے جس کا ایمان مکمل ہے جو یقین کی منزل پر فائز ہے۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کے سامنے فرمایا اے اللہ تو مجھے میرے بھائیوں سے ملاقات کروا دے۔تو اصحاب نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا تم میرے بھائی نہیں ہو بلکہ تم میرے اصحاب ہو میرے بھائی آخری زمانے میں آئیں گے..... وہ مجھ پر اس حالت میں ایمان لائیں گے کہ انھوں نے مجھے دیکھا نہیں ہوگا۔اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کی پہچان کروائی ہے مجھے ان کے نام بتائے ہیں ان کے آباء اجداد کے نام بتائے ہیں..... اور ان کی ماؤں کے نام بھی بتائے ہیں قبل اس کے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے آباء کے صلب سے باہر لے آئے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں، وہ لوگ ایمان پر اس طرح پختہ ہوں گے کہ خاردار جھاڑی کو اندھیرے میں پکڑنے سے کس قدر تکلیف ہوتی ہے اور انسان کس طرح اذیت محسوس کرتا ہے اور اسے پکڑنے پر قادر بھی نہیں ہوتا لیکن وہ اس پر قادر ہونگے..... ایک انگارے کو ہاتھ میں پکڑنا کس قدر مشکل ہے اس سے بھی زیادہ مشکل ہوگا اس دور میں دین پر قائم رہنا لیکن وہ اس پر قائم رہیں گے۔

مولاؑ فرماتے ہیں کہ یہی وہ لوگ ہیں جو تاریکیوں کے چراغ ہیں انکے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے گا انکے ذریعے اللہ ہر فتنہ کو دور کرے گا۔پھر فرماتے ہیں خوشخبری ہے ان کے لئے جو صبر کرنے والے ہیں حضرت علیہ السلام کی غیبت میں خوشخبری ہے انکے لئے جو آپ کی محبت پر قائم ہیں اور یہ وہ ہیں کہ جن کی۔۔۔۔تو ثیق اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمائی ہے کہ **ھدی للمتقین الذین یومنون بالغیب۔**

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس آیت میں متقین سے مراد علی علیہ السلام کے شیعہ ہیں اور وہ جو غائب پر ایمان لاتے ہیں ..... وہ وہ ہیں جو حضرت حجت اللہؑ پر ایمان لائے ہیں اور جو ان کے قیام کا اقرار کرتے ہیں ..... یعنی ایمان لے آتے ہیں غائب کے قیام پر، حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے آخری فرزند (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے ظہور سے پہلے یہ لوگ اپنے ایمان اور دین پر قائم ہوں گے اور کوئی ان کو اپنے ایمان سے ہٹا نہیں سکیں گا اور یہ ہر دور میں ہدایت کے لئے کوشاں رہیں گے اور لوگوں کو دعوت حق دیتے رہیں گے اور دعوت حق کے لئے تکلیفیں برداشت کرتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ ہر دور میں یہ مقابلے میں رہیں گے اور حق کو لوگوں کے سامنے بیان کرتے رہیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا امر ان پر آ پہنچے گا ..... اور حضرت حجت حق (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) تشریف لے آئیں گے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اے اللہ ہمیں ان لوگوں سے بنا جو کہ **یومنون بالغیب** ہیں ..... نہ کہ **یعلمون بالغیب** ہیں۔

عقائد کے بارے میں سارے آگاہ ہوتے ہیں کہ غائب کون ہے آئمہ علیہم السلام کے بارے میں سارے آگاہ ہیں اسلام کے بارے میں سارے آگاہ ہیں توحید کے بارے میں سارے آگاہ ہیں ابلیس بھی توحید کے بارے میں آگاہ تھا ..... لیکن اس پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔ حضرت حجت حق (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے بارے میں ہم آگاہی حاصل کر چکے ہیں لیکن اس آگاہی کو ہم نے ایمان میں تبدیل کرنا ہے

مصائب:

اللہ تبارک تعالیٰ کے حضور جاتے ہیں۔ وسیلہ اس شیر خوار کا دیتے ہیں جس کے لئے امام حسین علیہ السلام ان ظالموں کے پاس پانی مانگنے کے لئے جاتے ہیں۔

اے علی علیہ السلام کے شیعو:

اے امام حسین علیہ السلام کے عزادارو!

مولاؑ نے آپکو مشکل وقت میں یاد کیا ہے ..... مولا حسین علیہ السلام کربلا میں فرماتے

ہیں اے میرے شیعو! کاش تم کربلا میں ہوتے اور اپنے امامؑ کو دیکھتے میں کس طرح اپنے شیر خوار بچے کے لئے پانی مانگ رہا تھا..... کسی شریف کے لئے سوال کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے اور ایسے لوگوں سے سوال کرنا جو کمینے ہوں پست فطرت ہوں میں قربان جاؤں مولا حسین علیہ السلام پر یہ کہ آپ کربلا میں کتنی مشکل میں تھے کہ آپ نے کربلا میں ان کمینوں سے سوال کیا اور کہا کہ دیکھو میرا اصغر علیہ السلام تین دن کا پیاسا ہے..... جان بلب ہے..... ایک قطرہ پانی کا مل جاتا تو اس سے کچھ نقصان تو دشمن کا نہیں ہوتا تھا لیکن مولاؑ فرماتے ہیں کہ کاش شیعو..... آپ دیکھتے کہ میں کس طرح ان سے پانی مانگ رہا ہوں لیکن انہوں نے پانی دینے سے انکار کردیا۔ حرملہ ملعون نے تین گوشہ اور تین نوک والا تیر چلایا۔

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ عجیب تیر تھا، تیر کا تصور تو ایک نوک کا ہوتا تھا لیکن مولاؑ فرماتے ہیں ..... کہ یہ عجیب تیر تھا جو ایک کان سے دوسرے کان تک علی اصغر علیہ السلام کی ننھی سی گردن کو ذبح کر گیا..... یہ ظالم تیر تو نہ تھا بلکہ یہ تین خنجر سے بھی زیادہ تیز دھار تھا..... جو علی اصغر علیہ السلام کے گلے کیساتھ مشابہت نہیں رکھتے تھے مولا حسین علیہ السلام کا بازو بھی زخمی ہو گیا مولا حسین علیہ السلام نے اپنے اصغر علیہ السلام کا خون اپنے ہاتھوں میں لیا اور اپنی داڑھی کو خضاب کیا اور پھر فرمایا میں اسی حالت میں اپنے ربّ سے ملاقات کروں گا.....اور پھر فرماتے ہیں کہ میرے لئے یہ بڑی مصیبت آسان ہے کہ میرا ربّ الرحمان دیکھ رہا ہے اور قیامت کے دن بی بی زہراء (صلواۃ اللہ علیہا) بھی عرش کا پایہ ہلا کر کہیں گے کہ اے احکم الحاکمین میرے اصغر علیہ السلام کا کیا قصور تھا اسے کس جرم میں ذبح کیا گیا اور وہ بھی اسی طرح جیسے حیوانوں کو ذبح کیا جاتا ہے۔

الا لعنة الله على القوم الظالمين

سيعلم الذين ظلموا اى منقلب ينقلبون

مجلس نمبر 12

عنوان :۔ معرفت امام زمانہ علیہ السلام

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم :۔

﴿من مات ولم یعرف امام زمانه علیہ السلام **مات میتة جاهلیة﴾**

جو اپنے امام کی معرفت کے بغیر مرا وہ جہالت کی موت مرا

ہماری گفتگو چل رہی ہے معرفت امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) اور اب بحث ہم کر رہے ہیں کہ ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں؟ قیامت کے دن ہمیں ہمارے زمانہ کے امامؑ کیسا تھ پکارا جائیگا قیامت کے دن حوض کوثر پر جب انشاء اللہ ہم جائیں گے تو گویا ہم اپنے زمانے کے امامؑ کی قیادت میں ہوں گے..... ہمیں انشاء اللہ امامؑ کے ہاتھ سے کوثر پیش کیا جائے گا۔ دُعائے ندبہ میں اگر آپ نے توجہ کی ہو تو یہ جملے موجود ہیں کہ اے امام زمانہ علیہ السلام ہمیں اپنے جدامجد کے کاسہ سے کوثر پلانا..... اے مولاؑ ہمیں اپنے ہاتھ سے حوض کوثر پر کوثر پلانا۔ کل میں نے عرض کیا تھا کہ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ جو کچھ ہمیں معلوم ہے اس پر ایمان لے آئیں اپنی معلومات کو اپنے دل کی طرف منتقل کریں اور یہ سب سے اہم فریضہ ہے اس کے لئے ہم مسلسل مشق کریں، پریکٹس کی ضرورت ہے اپنا جائزہ لینے کی ضرورت ہے میں نے کل اس پر بڑی تفصیل سے گفتگو کی ہے۔

دوسری بات میں چاہتا ہوں کہ آج زیادہ گفتگو امام علی زین العابدین علیہ السلام کے حوالے سے کروں کیونکہ امام چہارم کی ہستی وہ ہستی ہیں جن کے متعلق اگر کئی عشرے پڑھے جائیں تو کم ہیں لیکن ہمارے شیعہ انکے بارے میں کچھ زیادہ نہیں جانتے..... پڑھنے والے زیادہ نہیں پڑھتے میں چونکہ ایک دوسرا موضوع شروع کر چکا ہوں اس لئے

چاہوں گا کہ آدھ پون گھنٹہ امام علی زین العابدین علیہ السلام پر گفتگو کروں لیکن اس سے پہلے پھر اسی موضوع کی طرف آتا ہوں جو ہمارے مجالس کا عنوان ہے کہ کچھ اور گفتگو اس حوالے سے آج بھی ہو جائے کیونکہ دن ختم ہو رہے ہیں اور ہم نے اس موضوع کو سمیٹنا ہے۔

دوسری ذمہ داری ہے صبر کرنا۔ صبر کا مطلب ہے، جو ہم نے نظریہ بنایا ہے جو عقیدہ ہم نے بنایا ہے، اس پر عمل کرنے میں مشکل کا سامنا ہوگا اور خاص کر ایسے حالات میں جب ایک ایسا نظریہ اپنایا ہے اور اس نے اپنا ایک ایسا عقیدہ بنایا ہے کہ اس عقیدہ کے مخالفین بہت زیادہ ہیں۔ ایسے وقت میں اس نظریہ پر قائم رہنے پر بڑی مشکلات کا سامنا ہوگا..... آخر یا امامؑ کے بارے میں جو ہمارا نظریہ اور عقیدہ ہے خدا کرے یہ ہمارے دلوں میں راسخ ہو جائے اور نور ایمان ہمیں نصیب ہو جائے۔ جو کہ ہم جیسے بدبختوں کو ابھی تک حاصل نہیں ہوا لیکن ہم کوشش کریں کہ ایسا ہو جائے اور مایوس بھی نہ ہوں۔ کیونکہ مایوسی جرم ہے..... اور ہر وقت اس ذات کی توجہات اور عنایات کی امید رہے۔ اور اگر مولاؑ نظر کرم فرما دیں تو مسئلہ حل ہے لیکن یہ طلب رہنی چاہیئے اور ہمیں اپنی بیماری کا علم ہونا چاہیئے کیونکہ بیماری ہم میں ہے اور ہم نے اس کو دور کرنا ہے۔ دور تب کر سکیں گے جب اسکی طرف توجہ ہو۔

ایک اور بات میں اس جگہ کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہمارے تمام شیعوں کے ہاں اس امامؑ کے بارے میں بھی نظریہ واضح نہیں ہے..... خود ہمارے شیعہ اپنے امامؑ کے متعلق عجیب وغریب خیالات رکھتے ہیں جو دوران گفتگو سامنے آتے رہیں گے اور ہم اس کی وضاحت آئندہ گفتگو میں کریں گے بہرحال دوسری ذمہ داری یہ ہے کہ تمام تر مشکلات میں ہمیں اس عقیدہ پر قائم اور مستحکم رہنا ہے..... آئمہ معصومین علیہم السلام نے اس بات کی تاکید فرمائی ہے اور صبر کرنے کو اسی حوالے سے ذمہ داریوں میں سے ایک ذمہ داری قرار دیا گیا ہے اور غیبت کے دور میں جو صبر کرنے والے ہیں اور اس دور کی مشکلات کو برداشت کرنیوالے ہیں۔ ان کا بڑا اجر اور ثواب بتایا گیا ہے انہیں ایسا ثواب

ملے گا جس طرح انھوں نے جنگ بدر اور جنگ خندق میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پرچم تلے جہاد کیا ہے اور اس دور کی سختیاں برداشت کی ہوں۔ ایسا اجر ملے گا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ مصائب برداشت کئے ہوں۔ خداوند عالم ہمیں صابرین سے قرار دیں۔

آئمہ علیہم السلام کی کوشش رہی ہے کہ لوگوں کو سمجھائیں کہ اصل دین کیا ہے اور پھر اس پر صبر کرنا..... اور بڑے واضح انداز میں اس بات کو بتاتے رہے اور پہلے بھی میں نے عرض کیا ہے کہ جس مسئلے کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے وہ مسئلہ ولایت ہے کیونکہ تمام عقائد کا مرکز ولایت ہے اگر اس نکتے سے انحراف کیا جائیگا تو باقی نکات کو چھوڑ دیا جائے گا..... اس سلسلے میں کچھ حدیثیں ہیں ان پر توجہ فرمائیں۔

ذمہ داریوں کے حوالے سے آئمہ علیہم السلام کی ذمہ داریاں:

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرا دین، میرے آباء واجداد کا دین جو آپ کو اختیار کرنا چاہیئے، وہ یہ ہے..... یہ بات اپنے ایک صحابی سے آپؑ نے کہی۔ (**لا الہ الااللہ محمد رسول اللہ**) ..... اور جو کچھ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لائے ہیں اس کا اقرار کرنا اور پھر فرماتے ہیں کہ ہمارے ولی سے ولایت رکھنا ہے یعنی جو ہمارا دوست ہے اس سے محبت کرنا اور جو ہمارا دشمن ہے اس سے بیزاری رکھنا..... اس کا مطلب فقط زبان سے برائت کرنا کافی نہیں..... کہ میرا فلاں کیساتھ کوئی تعلق نہیں اور سارے کام ہم اس والے کرتے رہیں۔ ہم یزید پر لعنت بھیجتے ہیں جب مسئلہ عمل کا آتا ہے تو یزید بھی بے نماز اور ہم بھی بے نماز یزید بھی خدا کے احکام کا مذاق اڑاتا تھا، ہم بھی مذاق اڑاتے ہیں۔ یزید کے خاندان کی عورتیں..... بے پردہ بازاروں میں گھومتی تھیں ہماری عورتیں بھی بے پردہ بازاروں میں گھومتی ہیں اور ہم یزید پر لعنت بھیجتے ہیں یزید کے نام پر لعنت بھیجنے سے کچھ نہیں ہوتا یزید کے عمل پر لعنت بھیجو یعنی اس کے عمل کو ناپسند کرو دیکھیں ہمارے ہاں جو نعرہ متعارف ہوا ہے وہ ہے یزیدیت مردہ باد یزید

ایک کردار کا نام ہے اور ہم اس لئے اس کے کردار پر لعنت بھیجتے ہیں اور اس کردار کو ہم مردہ باد کہتے ہیں اور یزید اس لئے داخل دشنام بن گیا کہ وہ مجسم برائی تھا اس لئے ہمیں بھی برائی سے نفرت کرنی چاہیئے ..... اور اہل بیت علیہم السلام کے جتنے بھی دشمن ہیں ان سے ہماری دشمنی ان کے کردار کی وجہ سے ہے اس لئے ہمیں ان کے کردار سے نفرت کرنی چاہیئے ..... اور پہلے فرمان معصومؑ بتایا جا چکا ہے کہ حضرت حجت زمانہؑ ہمارے امر میں سے ایک امر ہیں۔ اس امر کو قبول کرنا اور اس کے احکام کے سامنے سر تسلیم خم بھی کرنا اور آئمہ علیہم السلام سے جو احکام آتے ہیں اگر انکی مصلحت ان کی حکمت کا علم ہو جائے تو ٹھیک ہے وگرنہ فرمان امامؑ سن کر خاموشی اختیار کریں ..... مثلاً غیبت طولانی کیوں ہو رہی ہے؟ ظہور کیوں نہیں ہو رہا؟ تو ہمیں اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہوگا اور بولنا کچھ نہیں ہو گا ..... اور اس کے لئے پہلے بھی اشارہ کر چکا ہوں۔

اس روایت میں مولاؑ فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ہماری ولایت کو فرض نہ کیا ہوتا ہماری مودت کو واجب قرار نہ دیا ہوتا۔ خدا کی قسم جو کچھ بھی ہم کہتے ہیں جو ہم بولتے ہیں وہ وہی ہوتا ہے جو کہ خدا نے فرمایا ہوتا ہے۔

یہی تو فرق ہے کہ ہمارے آئمہ علیہم السلام اور دوسروں کے آئمہ میں۔ دوسرے کے آئمہ جو کہتے ہیں وہ اپنی رائے سے کہتے ہیں۔ جبکہ ہمارے آئمہ علیہم السلام جو کچھ کہتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہتے ہیں۔ اس روایت سے صبر کے متعلق بیان ہوا ہے امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ جب آخری امام (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی امامت کا ایمان نہیں ہوگا ..... فقط اقرار نہ ہو ..... اس امامؑ کے وجود کا علم ہونا کافی نہیں ہے۔ بلکہ آخری امام کے وجود پر مکمل یقین ہو ..... اس آخری امامؑ کی امامت پر کوئی ثابت نہیں رہے گا ..... مگر وہ جن کا یقین مضبوط ہوگا جسکی معرفت درست ہوگی .....

پھر مولاؑ اپنے شیعوں کی حوصلہ افزائی فرماتے ہیں اور آپ کی راہنمائی کرتے ہوئے فرماتے ہیں ..... جو بھی مشکلات آتی ہیں یہ پہلے ہم پر آتی ہیں پھر آپ پر آتی ہیں ہم بھی

تمھارے ساتھ ان مشکلات میں شریک ہوتے ہیں..... پہلے مصائب ہم پر آتے ہیں پھر آپ پر آتے ہیں پہلے خوشی ہمیں ملے گی پھر تمھیں ملے گی یعنی ایسا نہیں ہے کہ اس میں آپ لوگ تنہا ہوں۔ یہ ایک ایسا پیغام ہے جس میں مولاؑ فرماتے ہیں رحمت کرے اللہ اس پر۔ تحبیب کا معنی ہوتا ہے کسی کو کسی کا محبوب بنا دینا یعنی کسی کے دل میں کسی کی محبت ڈال دینا اسے تحبیب کہتے ہیں اس لئے ہنس مکھ اور جو سب کو محبوب ہوتا ہے اسے حباب کہا جاتا ہے۔ فلاں بڑا حباب ہے یعنی ایسا ہے کہ دوسروں کے دل میں اپنی محبت ڈال دیتا ہے..... خود کو دوسرے کا محبوب بنا دیتا ہے۔

(من جبنا الی الناس) خدا رحمت کرے اس پر جو ہمیں لوگوں کا محبوب بنائے یعنی لوگوں کے سامنے ہمارے فضائل، ہماری خوبیاں ہماری انسانیت کے لئے، دین کے لئے، اسلام کے لئے جو خدمات ہیں بیان کرو، ہمارا کردار ان کے سامنے بیان کرو تا کہ وہ ہم سے پیار کرنے لگیں یعنی لوگوں میں ہمیں محبوب بناؤ..... اور رحمت ہو اس پر جس نے ہمیں لوگوں کے سامنے ایسا پیش نہیں کیا..... کہ لوگ ہم سے نفرت کرنے لگ جائیں..... یہ ایک اہم ذمہ داری ہے۔

پھر مولاؑ فرماتے ہیں اس مضمون کی کئی روایتیں ہیں، کل بھی ایک روایت میں نے آپ کے سامنے پڑھی تھی۔ روایت کے الفاظ ہیں کہ مولاؑ فرماتے ہیں کعبۃ اللہ میں رکن اور مقام کے درمیان جو جگہ ہے یہ تمام جگہوں سے فضیلت والی جگہ ہے اگر کوئی شخص حضرت نوحؑ کی عمر پائے اور اس پوری عمر میں..... دنوں میں روزے رکھے اور راتوں میں عبادت کرے اور وہ بھی رکن اور مقام کے درمیان..... پھر وہ خدا کے پاس جائے یعنی مر جائے..... اگر ہماری ولایت اس کے پاس نہیں تو اس کے پاس کچھ بھی نہیں اور یہ ولایت اس وقت تک کامل نہیں ہے جب تک وہ آخری امامؑ کی ولایت نہ رکھے۔ ولایت کا اقرار کافی نہیں ولایت پر ایمان ضروری ہے..... یقین کے حصول کیلئے کام کریں تا کہ وہ منزل یقین ہمیں مل جائے۔ اور ہمارا اپنے امام پر ایمان ہو جائے۔ میں نے پہلے بھی

بیان کیا ہے..... کہ آخری امامؑ پر ہمیں اس طرح ایمان ہو۔ جس طرح ہمیں اپنے وجود پر ایمان ہے۔ جس طرح ہمیں اپنے بچوں کے وجود پر ایمان ہے..... جس طرح ہمیں اپنی گاڑی کے ہونے پر یقین ہے۔ یہ سب آپکے مشاہدے کی باتیں ہیں، اس حد تک ہمیں یقین ہونا چاہتے۔ اور اس میں کسی قسم کا شک نہیں ہونا چاہیے کیا اپنے وجود کے بارے میں کبھی کسی کو شک ہوا ہے.....؟ یعنی جب اس یقین کی منزل پر پہنچ جاؤ۔ اور یہ جان لو گے کہ وہ موجود ہیں اور ہمارے اعمال پر نظر رکھتے ہیں۔ ہمارے اعمال پر گواہ ہیں تو پھر ہم خمس بھی نہیں کھائیں گے۔ کسی کو اذیت بھی نہیں دیں گے۔ پھر کسی کو گالی بھی نہیں دیں گے۔ پھر نماز بھی ترک نہیں کریں گے..... پھر جھوٹ بھی نہیں بولیں گے۔ کیونکہ ہم اس یقین کی منزل پر فائز نہیں ہیں۔ یعنی ہمارا ایمان ہی نہیں ہے۔ ہمارا علم ہے، ہمیں ایمان حاصل کرنے کی ضرورت ہے..... ایمان آ گیا۔ تو مسئلہ بڑا آسان ہو جائے گا۔ خدا کرے ہمیں وہ ایمان مل جائے۔

امام علی زین العابدین علیہ السلام کا بیان:

حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام اسی حوالے سے فرماتے ہیں۔ جو ہمارے قائم علیہ السلام ہیں..... امامؑ کو اپنے امام قائم علیہ السلام کے بارے بہت شوق تھا۔ آپ ان سے بہت محبت کرتے تھے آپ سے ہر امامؑ کو محبت تھی، اس بارے میں کتابیں بھری پڑی ہیں ہر امامؑ نے کسی نہ کسی طرح ان کی تعریف فرمائی ہے اور اپنے بیٹے کی مدح فرمائی ہے یہی روایت آپ دیکھیں آپ فرماتے ہیں جو ہمارے قائم علیہ السلام کی غیبت میں ہماری ولایت پر ثابت قدم رہیں گے..... اور اسی راستے میں مشکلات اور مصائب برداشت کریں اور اس راستہ سے مشکلات اسے نہ ہٹائیں تو اللہ اسے ستر ہزار شہیدوں کا درجہ عطا فرمائے گا بدر اور احد کے شہدا میں مقام دے گا..... ان لوگوں کی کتنی عظمت ہے، ہم سمجھ ہی نہیں سکتے۔ کتنا اجر و ثواب ہے ان کا ہم درک ہی نہیں کر سکتے..... بشمول حضرت حمزہؓ ان کے برابر ستر ہزار شہیدوں کا ثواب ایسے شخص کو ملے گا جو ہمارے قائمؑ کی غیبت

کے زمانے میں ہمارے قائمؑ پر ایمان رکھے اور ان کی ولایت پر ثابت رہے ہمارے قائمؑ کی غیبت کے زمانے والے لوگ ہمارے قائمؑ کی امامت کے قائل اور انکے ظہور کا انتظار کرنے والے لوگ ہر زمانے کے لوگوں سے زیادہ فضیلت والے ہیں، کیونکہ اللہ تعالی نے انہیں اتنی بڑی عقل دی ہے اور ایسی سمجھ دی ہے ایسی معرفت دی ہے کہ غیبت بھی ان کے لئے مشاہدہ کی مانند ہوگی ..... کہ جیسا کہ وہ دیکھ رہے ہوں اور اللہ تعالی نے ان کو اس زمانے میں یہ مقام اور مرتبہ عطا کیا ہے جیسے وہ حضور کے سامنے تلوار کے ساتھ جہاد کرنیوالے ہوں ..... اور یہ ہمارے سچے شیعہ ہیں اور اللہ کے دین کی طرف دعوت دینے والے ہیں، چھپ کر بھی اور ظاہر بھی۔

اس روایت میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنے قائم یعنی امام زمانہ (عج اللہ تعالی فرجہ الشریف) پر ایمان اور ان کے غیبت کے دور میں انکی ولایت پر برقرار رہنے کا اجر وثواب بتایا ہے اور ہم یہ بات اس لئے پڑھ رہے ہیں کہ ہمارے اندر ایک شوق پیدا ہو اور ہمیں یہ احساس ہو کہ ایک چیز جو ہمارے اندر نہیں ہے وہ ہمارے اندر پیدا ہو جائے۔ اللہ تبارک و تعالی بحق حضرت زین العابدین علیہ السلام ہمیں نورانیت ایمان سے منور کرے اور اپنے زمانہ کے امامؑ کی معرفت عطا کرے!

قیامت کے دن صدا آئے گی کہ ''**این سید الساجدین علیه السلام، این زین العابدین**'' علیہ السلام تو یوں میدان محشر سے اوصیاء، انبیاء اور اولیاء کی صفیں چیرتے ہوئے حسین علیہ السلام کے بیٹے علی علیہ السلام سامنے آئیں گے اور اعلان ہوگا یہ ہیں سجدہ گزاروں کے سردار، عبادت گزاروں کی زینت، ہر امام سجدہ گزار رہے ہیں اللہ کے سامنے، لیکن جو سجدے علی زین العابدین علیہ السلام نے کئے ہیں وہ انکا خاصہ ہیں اس لئے انکا لقب سید الساجدین علیہ السلام ہوگیا۔

روایت میں ہے آپ بہت ہی طولانی سجدے کیا کرتے تھے کہ آپ کی پیشانی پر کھرنڈ پیدا ہو جاتے تھے اور سال میں دو دفعہ آپ ان کو کاٹتے تھے۔ آپ شب و روز

ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے اور اس قدر یتیموں کے غریبوں کے اور مسکینوں کے ہمدرد تھے کہ وہ اپنے کاندھے پر کھانا اٹھا کر غریبوں کے پاس پہنچاتے تھے۔ اپنی اولاد کو نہیں کہتے تھے بلکہ خود اپنے کاندھے پر کھجوریں، آٹا اور دیگر غذا اٹھا کر غریبوں اور محتاجوں کو دے آتے تھے۔

اے شیعان علیؑ ذرا اپنے آئمہ علیہم السلام کی زندگیوں کو تو دیکھو، آئمہ علیہم السلام کس طرح محروموں کی مدد کو جاتے ہیں ..... ہمارا کیا حال ہے؟ ہم جو ان کے شیعہ ہیں ..... کیا ہم میں بھی کبھی ایسی سوچ پیدا ہوئی کہ اپنے دور کے غریبوں اور محروموں کے لئے اس انداز سے تعاون کریں ..... مگر ہماری حالت تو ..... معاف کرنا یہ ہے کہ ہم کسی کو دس روپے دیتے ہیں تو دس دفعہ اس کا اعلان کرتے ہیں اور دکھا دکھا کر دیتے ہیں ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ یتیم اور مسکین کئی دفعہ ہمارے دروازے پر آئیں پھر ہم اس کو دیں اور اپنے آئمہ کی زندگی کو دیکھو کہ آپ کے چچا زاد ہیں امام حسن علیہ السلام سے ہیں ..... آپ اس کے پاس رات کے وقت جاتے ہیں اس کو پیسے دیتے ہیں اس کے گھر جا کر اس کی ضروریات کا سامان رکھتے ہیں اور نقاب اوڑھی ہوئی ہوتی ہے تا کہ وہ پہچانے نہیں یہ سید زادہ دعا دیتا ہے کہ اور کہتا ہے ..... دیکھو علی زین العابدین علیہ السلام میرے چچا کا بیٹا ہے، وہ میری خبر گیری کے لئے نہیں آتا ..... مگر آپ میری خبر گیری کے لئے آتے ہیں، امام یہ سب جملے سنتے ہیں اور یہ نہیں بتاتے کہ میں ہی علی زین العابدین علیہ السلام ہوں اور جب امام کی شہادت ہو جاتی ہے تو اس وقت اس سید زادے کو پتہ چلتا ہے کہ یہ تو میرے امامؑ تھے جو میری خدمت کے لئے آتے تھے اور کبھی مجھے بتایا بھی نہیں ہے کہ میں تمہارا امامؑ ہوں۔

امام زین العابدین علیہ السلام کی ساری زندگی خدمت سے عبارت ہے۔ ہمارے ہر امامؑ نے اپنے دور میں اسلام کی حفاظت کے لئے ایک مخصوص انداز اختیار کیا جو کہ انہی کے دور کے ساتھ مخصوص تھا ..... امام زین العابدین علیہ السلام مجسم اخلاق تھے آپ اخلاق

کا اعلیٰ نمونہ تھے اور اگر کوئی بد بخت آپ کے سامنے آکر آپ کو گالی دیتا تو امامؑ گالی کا جواب گالی سے نہ دیتے..... آپ کے سامنے گستاخی کرتے آپ ان کی زبان میں ان کو جواب نہ دیتے۔ کئی دفعہ ہوا کہ شامی آپ کے پاس آکر آپکو برا بھلا کہتے تھے آپ سننے کے بعد ان سے کہتے اے فلاں شخص..... ۔شائد تو مسافر ہے آپ کا یہاں کوئی جاننے والا نہیں ہے آئیں ہمارے پاس رہائش کا انتظام بھی ہے اور آپ کی غذا کا بندوبست بھی ہوگا۔

آپ کی عفو اور درگذر کی پالیسی ہمارے لئے درس ہے ہمارے اندر تو یہ بات نہیں ہے قرآن میں مومن کی صفات میں سے ہے کہ عفو اور صفح کی صفت کا مالک ہوتا ہے..... عفو کیا ہوتا ہے۔ کسی نے کوئی غلطی کی اس کو معاف کر دینا اور صفح کیا ہوتا ہے۔ صفح ہوتا ہے چشم پوشی کرنا، گویا آپ نے دیکھا ہی نہیں ہے..... اپنے رشتہ داروں میں، غیروں میں، یہ ایک اصول ہے، کسی معاشرے کے پرسکون ہونے کے لئے، امن برقرار رکھنے کے لئے، گھر کے اندر، گھر کے باہر، لغزشوں سے درگزر کرنا اور ان کی خطاؤں سے چشم پوشی کرنا،..... آپ کے جوان بھائی علی اکبر علیہ السلام کا قاتل آپ کے گھر آتا ہے، نقاب اوڑھے ہوتا ہے کہ ایک مہمان بن کر آیا ہے آپ اس کی خدمت کرتے ہیں۔ اس کے لئے کھانا لے آتے ہیں، خود اس کے لئے پانی پیش کرتے ہیں لیکن اس کو بتاتے نہیں جب وہ جانے لگتا ہے تو کہتا ہے شاید آپ نے مجھے پہچانا نہیں..... مولاؑ رو پڑے اور فرمایا میں کس طرح اپنے بھائی کے قاتل کو پہچانتا نہیں ہوں..... لیکن تو میرے گھر چل کر آیا ہے، میرا مہمان بن کر آیا ہے لہذا یہ ہاشمی کرامت کے خلاف ہے کہ ہم اپنے مہمان کو اپنے گھر سے بھگا دیں آپ کے عفو و درگزر کا یہ عالم ہے کہ آپ کی ایک کنیز سے آفتابہ گر پڑا..... اور آپ کا بچہ فوت ہو گیا آپ دیکھیں کہ یہ ایسا گھرانہ ہے جہاں بچوں کو پیار دیا جاتا ہے بچوں کی ضرورت ہے تاکہ نسل باقی رہے ایسے حالات میں ایک بچہ اس کی غلطی کی وجہ سے فوت ہو جاتا ہے امامؑ اس کی طرف دیکھتے ہیں وہ فوراً کہتی ہے (**والکاظمین الغیظ**) یہ سن کر مولاؑ فرماتے ہیں میں نے اپنا غصہ پی لیا، پھر پڑھتی

ہے **والعافین عن الناس** اورلوگوں کومعاف کردیتے ہیں مولاؑ فرماتے ہیں میں نے تجھے معاف کردیا پھروہ اگلا حصہ پڑھتی ہے۔

والله یحب المحسنین اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے، یہ سن کرآپ فرماتے ہیں تو آزاد ہے۔ یہ واقعہ خواتین کے لیے ایک درس ہے کہ آئمہ کے گھر رہنے والی خواتین کس قدر قرآن سے آشنا تھیں۔

ایک دفعہ کسی شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا اندر سے پوچھا گیا کون ہو؟ اس نے جواب دیا ''میں شیعہ ہوں'' مولا یہ سن کر اتنی تیزی سے دروازے کی طرف دوڑے کہ آپؑ کا دامن آپ کے پاؤں سے اُلجھ گیا اور قریب تھا کہ آپ زمین پر گر پڑتے اور آپؑ تیزی سے گئے کہ میرا شیعہ دروازے پر آیا ہے..... لیکن جب دروازے پر جا کر دیکھتے ہیں تو فوراً اُلٹے پاؤں واپس آتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم اس نے تو جھوٹ بولا ہے۔ یہ تو ہمارا شیعہ نہیں ہے یعنی امامؑ اپنے شیعوں کو دیکھنے کے کتنے شتاق ہیں لیکن اگر ایک شیعہ بدکرداری سے اپنے آپ کو امامؑ کے سامنے پیش کرتا ہے تو امامؑ کو تکلیف ہوتی ہے۔

ایک شخص جو روزانہ مسجد نبوی میں بیٹھ کر مولا کو برا کہتا ہے، گالی بکتا ہے.....اور آپ کو روحانی اذیت دیتا تھا۔ لیکن امامؑ اس سے بدلہ نہیں لیتے تھے..... آپ کے عزیز و اَقارب اور اصحاب آپؑ سے کہتے ہیں کہ مولاؑ ہمیں اجازت دیں ہم اس کو سیدھا کردیں گے یہ کیوں روزانہ گستاخی کرتا ہے مولاؑ نے فرمایا نہیں اسے کچھ نہیں کہنا۔ ایک دن مولاؑ نے فرمایا کہ چلیں فلاں شخص کے پاس اس کو بدلہ دیں آپ علیہ السلام کے اصحاب نے کہا ہم تو کئی دفعہ کہہ چکے ہیں..... چلیں نا مولاؑ ..... اس کی کیا ہمت کہ وہ مسجد میں بیٹھ کر ایسی باتیں کرے اور آپ کی شان میں گستاخی کرے۔

مولاؑ انھیں ساتھ لے کر چل پڑے، معلوم کیا گیا وہ کہاں پر ہوگا.....تو بتایا گیا کہ وہ کھیت میں ہوگا اور مولاؑ اس وقت یہ آیت پڑھ رہے تھے **والکاظمین الغیظ والعافین**

عن الناس جوآپ کے ساتھ چل رہے تھے وہ سمجھ گئے مولا اسے کچھ نہیں کہیں گے، اس کے پاس جاتے ہوئے مولاؑ اس کے کھیت کے درمیان سے گزرے وہ یہ دیکھ کر وہیں سے چیخنا چلانا شروع کر دیتا ہے لیکن مولاؑ چلتے رہے اور اس کے پاس پہنچ گئے۔ مولاؑ نے اس کو سلام کیا اس نے بے رخا سا جواب دیا مولاؑ نے اس سے پوچھا بھئی اس کھیت میں کتنے کا بیج ڈالا ہے..... وہ کہتا ہے سو درہم کا، مولاؑ نے کہا کتنی امید ہے وہ بداخلاق تھا اس نے یہی کہنا تھا کہ مجھے کیا پتہ..... بداخلاقی سے جواب دیا اور بتایا اتنی مقدار تو واپس آ ہی جائے گی تو مولاؑ نے اس کو دو سو درہم کی تھیلی دی اور کہا کہ یہ تمہاری فصل بھی اپنی جگہ باقی ہے اور یہ بھی لے لو پھر واپس آ گئے..... ایک دن گزرا تھا کہ سب نے دیکھا وہی شخص ہے مسجد میں بیٹھ کر آپؑ کی اور آپؑ کے خاندان کی تعریفیں کر رہا ہے، جب اصحاب نے یہ بات مولاؑ کو آ کر بتائی تو مولاؑ نے کہا اب بتاؤ وہ رویہ بہتر تھا جو تم کہتے تھے یا یہ رویہ جو میں نے اختیار کیا۔

اسی طرح مروان کے گھر والوں کو آپ نے پناہ دی۔ مروان کو کہیں پناہ نہ ملتی تھی جب مدینے پر حاکم شام کے مخالفین کا قبضہ ہوا تو کوئی بھی بنی امیہ کے خاندان والوں اور بنی مروان کے خاندان والوں کو پناہ دینے کے لیے تیار نہ تھا..... اور تازہ تازہ آپ شام سے واپس آئے تھے ان کے سب مظالم دیکھ کر آئے تھے لیکن کرامت ہاشمی تھی کہ جب مروان آپ کے پاس آتا ہے یہ واقعہ حرہ کے دوران کی بات کر رہا ہوں۔ انتہائی شرمندگی کے عالم میں..... مولاؑ فرماتے ہیں آپ اپنی تمام خواتین کو ہمارے گھر میں بھیج دیں۔ کوئی مسئلہ نہیں کئی مہینے تک چھ سات سو خواتین کو مولاؑ اپنے گھر میں شامل کر کے ان کی حفاظت کرتے رہے کن کی خواتین؟ خاندان بنوامیہ کی خواتین..... یہ تھا..... آپ کا جود اور آپؑ کا کرم کہ اس طرح آپؑ اپنے دشمن سے ڈیل کرتے تھے۔

آپ کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ آپ کی دو سو درہم کی اور تین سو درہم کی تھیلیاں مشہور تھیں جس کو ایک دفعہ امام علی زین عابدین علیہ السلام کی سخاوت مل جاتی وہ پھر کبھی

غریب ومحتاج اور فقیر نہیں ہوتا تھا۔ یہ تو امام کی وہ روش ہے جسے اکثر بیان کیا جاتا ہے۔
اب میں یہاں بتانا چاہتا ہوں کہ امام علی زین العابدین علیہ السلام کے حوالے سے صرف ایک بات جو ہمارے ذہنوں میں ہے کہ ہمارا امام لاچار امامؑ مجبور امام بھئی امام مجبور نہیں ہوتا، امامؑ نہ لاچار ہوتا ہے امامؑ نہ بے چارہ ہوتا ہے..... افسوس ہے بعض شعرا بھی یہ بات کہہ جاتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ گستاخی ہے، امام لاچار نہیں ہوتا امامؑ تو مرکز کائنات ہیں۔ امامؑ کے تو ایک ارادے سے قالین پر جو شیر کی تصویر ہوتی ہے وہ شیر بن جاتا ہے تو امامؑ لاچار کہاں سے ہوتا ہے؟ امامؑ بے چارہ کیسے ہوتا ہے؟.....

اور امام علی زین العابدین علیہ السلام کے لیے جو بیماری کا مرحلہ ہے وہ بھی مختصر ہے اور یہ بھی مصلحت خداوندی کے تحت تھا..... ورنہ امامؑ کوفہ کے سفر میں، شام کے سفر میں، مریض تو نہیں تھے اور ہم نے تو بیماری اس امامؑ کی صفت بنا دی ہے اور کہتے ہیں بیمار کربلا اور بیمار امامؑ اس لئے بزرگ علماء کا یہ کہنا ہے کہ ہم امامؑ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔

امامؑ بیمار نہیں ہوتا بلکہ وہ تو ایک کیفیت تھی جو مصلحتاً کربلاء میں روز عاشورا آپ پر طاری ہوئی جس کی ایک حکمت تھی اور اس کا ایک رازِ الٰہی تھا۔ اور ہمارے ارباب منبر تو ماشاالله بہت کچھ کہہ جاتے ہیں کہ امامؑ پر غشی طاری ہوگئی اور امامؑ کو پتہ ہی نہیں چلا کہ سب شہید ہو گئے کیونکہ امامؑ یہ سب کچھ برداشت نہیں کر سکتے تھے..... اور آخر میں مولا حسین علیہ السلام آئے اور مولا حسین علیہ السلام کو یہ بتانا پڑا کہ یہ ہو گیا اور وہ ہو گیا میں کہتا ہوں ایسی بات نہیں ہے..... وہ امامؑ ہیں اور امامت منتقل ہو رہی ہے۔ ایک امامؑ سے دوسرے امامؑ کی طرف، اس جگہ ایک امامؑ کا حکم تھا اور وہی حکم خدا بھی تھا اور مصلحت خدا وندی بھی یہی تھی کہ جس نے بعد میں امامت کا منصب سنبھالنا ہے انہوں نے کربلا کی جنگ میں حصہ نہیں لینا ان کی ڈیوٹی کہیں اور ہے، جو امام زین العابدین کی ذمہ داری کربلا کے شہدا سے زیادہ سخت تھی..... اور وہ بہت بڑا امتحان تھا جو امام علی زین العابدین علیہ السلام نے دیا امامؑ کبھی مجبور نہیں ہوتے اور اگر مجبور ہوتے تو کوفہ میں جب اسیر تھے تو

اسی دربار سے کربلا کیسے آ گئے لاشیں دفن کرنے کے لئے.....؟ کہاں مجبور تھے؟ جو بات میری سمجھ میں آتی ہے..... وہ یہ ہے کہ مصائب جو بھی آئے وہ اختیاری تھے اور اگر اختیاری نہ ہوتے تو پھر کوئی فضیلت ہی نہ تھی..... اور وہ تو اس حیوان نما انسان کو انسان بنانے کے لیے آئے تھے۔ اسے سمجھانے کے لیے آئے تھے۔ امامؑ اور نبی علیہ السلام رؤف اور رحیم ہوتا ہے وہ اللہ کی رحمت کا مظہر ہوتا ہے اس انسان کو بھٹکتے ہوئے دیکھ کر اس کا دل کڑھتا ہے وہ خود تکلیف کو برداشت کرتا ہے..... تا کہ یہ انسان صحیح ہو جائیں لیکن یہ بد بخت انسان حیوانات کے درجے پر پہنچ جاتا ہے۔ اور اس مہربان اور کریم امامؑ کی جس کی بدولت اسے سب کچھ مل رہا ہے..... ان کو بھی اذیت دینے سے باز نہیں آتا اور بعض یہ سمجھتے بھی تھے کہ ابھی امامؑ چاہیں تو ابھی سب کچھ ختم ہو جائے لیکن امامؑ کے اس احسان کو نظر انداز کرتے ہوئے آپ کو اذیت دیتے تھے۔ امام علی زین العابدین علیہ السلام نے اسلام کو آگے پہنچانا تھا..... یعنی جتنا اسلام پہنچ چکا ہے اس سے اسے آگے پہنچانا اس امامؑ کا کام تھا اور ہر امامؑ کا ایک اپنا انداز ہوتا ہے جو اسی امامؑ کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے۔ اور پہلے سے مختلف ہوتا ہے اور دوسرے امامؑ نے وہ انداز اختیار نہیں کرنا ہوتا۔

امام علی علیہ السلام نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اسلام کو آگے پہنچایا اور آپؑ کا ایک اپنا طریقہ تھا اسلام پہنچانے کا اس کے بعد امام حسن علیہ السلام نے اپنے انداز میں اسلام کا اگلا مرحلہ بتایا..... اور جب امام حسین علیہ السلام کی باری آئی تو انہوں نے اپنے انداز سے اسلام کو آگے بڑھایا۔ امام حسین علیہ السلام نے امام حسن علیہ السلام والا طریقہ اختیار نہیں کیا اور امام حسین علیہ السلام جو راستہ اختیار کر چکے اس کا تکرار امام علی زین العابدین علیہ السلام نے نہیں کیا..... امام علی زین العابدین علیہ السلام کا اپنا انداز تھا اسلام کو پہنچانے کا اور وہ دعا کا انداز تھا یہ وہ طریقہ تھا جسے آپ سے پہلے جو امامؑ گزرے ہیں انہوں نے نہیں اختیار کیا..... صحیفہ سجادیہ جس کو زبور آل محمد کہا جاتا ہے امام علی زین العابدین علیہ السلام کی دعاؤں کا مجموعہ ہے۔ اللہ تعالی نے امام علی زین العابدین علیہ السلام کو

ایک معجزہ عطا کیا تھا۔ وہ معجزہ آواز کا معجزہ تھا۔ ہر امامؑ کی آواز خوبصورت ہوتی ہے کیونکہ اسے عام انسانوں پر ہر لحاظ سے فضیلت ہوتی ہے۔ مگر امام علی زین العابدین علیہ السلام کی یہ خصوصیت تھی کہ جس طرح حضرت داؤدؑ جب اللہ کی مناجات شروع کرتے تھے تو آپ کے ساتھ پہاڑ بھی، پرندے بھی، آپ کے ساتھ کائنات کی ہر چیز بول رہی ہوتی تھی، حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام کو بھی اللہ تعالی نے لحن داؤدی عطا فرمایا تھا۔ بلکہ آپؑ تو فخر داؤد تھے، جب آپ قرآن کی تلاوت کر رہے ہوتے تھے تو لوگ مشکیں اُٹھائے ہوئے کھڑے رہتے تھے اور اس وقت تک آگے نہیں بڑھتے تھے جب تک امام علی زین العابدین علیہ السلام وہ تلاوت اور مناجات مکمل نہیں کر لیتے تھے۔

اور وہ دور وہ تھا جب اسلام کو نقصان پہچانے کے لئے یزید اور مروان جیسے بنی امیہ اور مروانیوں کی حکومت تھی۔ ایسا ظالم دور تھا کہ اس میں اسلام کو عام انداز سے پہنچانا اور پڑھنے پڑھانے سے اس کام کو کرنا بڑا مشکل تھا بلکہ یہ موقع بہت ہی کم ملا کہ آپ آ کر شاگردوں کو درس پڑھائیں۔

اگر چہ وہ درس والا سلسلہ آپ کا بھی جاری رہا لیکن اس کا دائرہ محدود اور مخصوص افراد کے لئے تھا اسلام کے جو پیچیدہ مسائل تھے مثلاً مسئلہ توحید، امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد ملحدین کا راج ہو گیا اور وہ لوگوں کو آ کر مسجد نبویؐ میں بیٹھ کر الحاد کا درس دیتے تھے اور لوگوں کو اسلام کا باغی بناتے تھے اس اثناء میں سید الساجدین امام علی زین العابدین علیہ السلام اپنا کردار ادا کرتے تھے جب گھنٹوں مخالفین کے لیکچر چلتے اور وہ لوگوں کو گمراہی میں پہنچا دیتے تو امام علی زین العابدین علیہ السلام مسجد میں تشریف لے آتے اور مسجد نبوی میں بیٹھ کر وہاں دعا کے لیے ہاتھ بلند کرتے ..... اور اس طرح سے اللہ تعالی کی بارگاہ میں مناجات شروع کرتے، وہ مناجات شروع ہوتے ہی پورا مجمع ساکت ہو کر وہاں بیٹھ جاتا اور اس مناجات کے ایک ایک لفظ لوگوں کے دلوں میں اتر جاتا تھا اور ادھر مولاؑ کی دعا ختم ہوئی اور ادھر جس نے الحاد کا درس دیا ہوتا تھا اس کے تمام دلائل کا

جواب اس دعا کے ذریعہ پورا ہو جاتا۔ اس لیے مصر کے علماء نے صحیفہ سجادیہ کے بارے میں کہا ہے کہ جس طرح چودھویں صدی میں مارکس ازم اور سوشل ازم اور الحادی نظریات کا دور ہے۔ اگر ہمارے پاس امام علی زین العابدین علیہ السلام کی دعاؤں کا مجموعہ صحیفہ سجادیہ کی شکل میں موجود نہ ہوتا تو ہم ان کمیونسٹوں اور اس دور کے ملحدین کا مقابلہ نہ کر سکتے، یہ امام علی زین العابدین علیہ السلام کا احسان ہے کہ وہ دعاؤں کی کتاب چھوڑ گئے ہم صحیفہ سجادیہ کو فقط دعاؤں کی کتاب سمجھتے ہیں..... اس میں توحید کے لیے عقلی، فکری اور منطقی دلائل ہیں، ہم اسے دعاؤں کی کتاب سمجھتے ہیں جب کہ یہ فقط دعائیں نہیں بلکہ اس میں نظام حکومت ہے، اس میں تربیت دی گئی ہے، اسلحہ کی اقسام کی شناخت کرائی گئی ہے..... بلکہ مختلف بیماریوں کے حوالوں سے ان کی شناخت ہے۔ جن جراثیم کی آج دریافت ہو رہی ہیں امام علی زین العابدین علیہ السلام نے ان کی راہنمائی اپنی دعاء اہل ثغور میں کرائی ہے یعنی سرحدی سپاہیوں کے لیے جو آپؑ نے دعا کی تھی وہ دعا کیا ہے؟ وہ تو درحقیقت اسلحہ کی شناخت ہے، وہ دعا کیا ہے؟ وہ درحقیقت جنگی حکمت عملی ہے، وہ دعا کیا ہے؟ جنگی فنون کا درس ہے..... اس دعا میں ایک جملہ ہے ''اے خدا دشمن کے پانی میں بیماری ڈال دے کہ وہ پانی دشمن کی ہلاکت کا سبب بن جائے'' اس وقت تو کسی کو پتہ نہیں تھا کہ جراثیم پانی کے ذریعے آگے سرایت کرتے ہیں۔ آج دنیا نے اس کو کشف کیا ہے، لیکن صدیوں پہلے امام علی زین العابدین علیہ السلام اس کو دعا کی شکل میں بتا گئے ہیں اسی طرح آپ کی منگل کے دن کی دعا ملاحظہ کریں جس کے چند جملے یہ ہیں۔

اے اللہ!

اللّٰهم اَجعَلني مِن حِزبِك فَاِنَّ حِزبِك هم الغَالبون

وَاَجعَلني مِن جندِك فَاِنَّ جندك هم الفَائزون۔

واَجعَلني مِن اَوليائك فَاِنَّ اَولِيائك لَا خَوفٍ عليهم ولَاهم يَحزنون۔

''مجھے اپنی پارٹی کا رکن بنا کہ تیری پارٹی ہی غالب ہے''

کیا یہاں یہ تصور نہیں دیا جارہا کہ ایک حزب الرحمان ہے اور دوسری حزب شیطان ہے اور مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ حزب الرحمان کا رکن بنیں، اس جملہ میں کتنے عمدہ انداز سے ہمیں سیاست کا درس دے رہے ہیں اور پھر فرماتے ہیں کہ

''اے اللہ مجھے اپنی فوج کا سپاہی بنا دے کیونکہ تیری ہی فوج میں رہ کر غلبہ حاصل کرنا ہے''

آگے فرماتے ہیں۔۔

''اے اللہ مجھے اپنے اولیا سے قرار دے دے کیونکہ تیرے اولیاء ہی وہ ہیں جن کو نہ حزن ہوتا ہے نہ ملال ہوتا ہے''۔

پس مجھے یہاں یہ کہنے دیجئے کہ جسے ''لاتحزن'' کے ساتھ روکا گیا ہو وہ ولی خدا نہیں ہوتا، ولی خدا وہ ہوتا ہے..... جس کو نہ حزن ہوتا ہے، نہ خوف ہوتا ہے، مولاؑ نے اپنی دعاؤں کے ذریعہ ہمیں بتایا ہے، والدین کو اولاد کے لیے کیا کیا کرنا چاہیے؟ دعا میں والدین کو سمجھا رہے ہیں کہ تم نے اولاد کے لیے کیا کرنا ہے اور دعا ہی میں اولاد کو سمجھا رہے ہیں کہ تم نے والدین کے لیے کیا کرنا ہے؟۔ دعا ہمیں بتا رہی ہے کہ ہمسائیوں کے ساتھ ہم نے کیا کرنا ہے؟ دعا ہمیں سکھا رہی ہے دعا ہمیں سمجھا رہی ہے کہ امامت اور نبوت کیا ہے؟ ایک ایک دعا پڑھ کے دیکھیں..... ہر دعا کے ایک ایک جملے میں علم ہے، جو کچھ امام علی زین العابدین علیہ السلام ہمیں صحیفہ سجادیہ کی شکل میں دے گئے ہیں یہ آپ ہی کا حصہ ہے.....۔

اس انداز سے انھوں نے اسلام کو آگے پہنچایا ہے۔

آپ دعا میں کہتے ہیں ''اے خدا اس کو معاف کر دے جس نے مجھے گالی دی، جس نے میرے لیے برا سوچا اس پر رحمت نازل کر، جس نے مجھے گالی دی اسے بخش دے''۔

معاشرہ سازی کا ہمیں سبق دے رہے ہیں کہ معاشرہ کیسے بنایا جاتا ہے؟ سوشیالوجی کا ہمیں سبق دے رہے ہیں، اجتماعیات بتا رہے ہیں، سیاسیات بتا رہے رہیں، نفسیات بتا

رہے ہیں، یعنی یہ سارا علم کا خزانہ ہے اور ہم کیسے شیعہ ہیں؟ کہ ہمارا تعلق صحیفہ سجادیہ سے نہ ہو فقط یہی سوچے ہوئے ہیں کہ یہ امامؑ بیمار امامؑ تھے۔

پھر ایک اور کام جو امام علی زین العابدین علیہ السلام نے کیا۔ کیونکہ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ جو کام ایک امامؑ نے کیا وہ دوسرے نے نہیں کیا پہلے بتا چکا ہوں کہ ہمارے پاس وہ اسلام ہے جس کی تشریح ۳۴۳ سال ہوتی رہی ہے، لہذا ہمارے یہاں کوئی کمی نہیں ہے، سب کچھ ہے اور ہر امامؑ نے اسلام کو آگے آ کر بتایا ہے، امام علی زین العابدین علیہ السلام کا ایک کارنامہ یہ ہے کہ آپ رسالہ حقوق ہمیں لکھ کر دے گئے ہیں جو آج انسانی حقوق کا چارٹر بنا ہوا ہے، یہ امامؑ کے رسالہ حقوق سے ماخوذ ہے۔ یہ جو انسانوں کے حقوق کی بات ہوتی ہے۔ حیوانوں کی بات ہوتی ہے۔ زمینوں کے حقوق کی بات ہوتی ہے۔ یہ سب کچھ امام علی زین العابدین علیہ السلام لکھ کر دے گئے۔ اور وہ تحریر آج بھی ریکارڈ میں موجود ہے لیکن غیروں نے فائدہ اٹھایا ہم نے اسے دیکھا ہی نہیں، پڑھا ہی نہیں ہے اور اس کی شروح جو ہیں کئی ہزار صفحے کی ہیں۔ اور ہم نے تو کبھی حقوق کی بات ہی نہیں کی کہ ایک مومن بھائی کے دوسرے مومن بھائی پر کیا حقوق ہیں؟ ہمسائے کے ہمسائے پر کیا حقوق ہیں؟ باپ کے بیٹے پر اور بیٹے کے باپ پر کیا حقوق ہیں؟ سگے بھائی کا سگے بھائی پر اور ایمانی بھائی کا ایمانی بھائی پر کیا حق ہے؟ امامؑ کا کیا حق ہے؟ مولاؑ فرماتے ہیں کہ آنکھ کا کیا حق ہے؟ ناک کا کیا حق ہے؟ زبان کا کیا حق ہے؟ پاؤں کا کیا حق ہے؟، مولا فرماتے ہیں گھر کا کیا حق ہے؟، رعیت کا کیا حق ہے؟ حاکم کا کیا حق ہے؟ یعنی ایک ایک بات کو بتاتے ہیں کہ کون کون سے حقوق ہیں اور ہم خیال کرتے ہیں آج کے لوگوں نے انسانی حقوق کا ایک چارٹ تیار کیا ہے اور یہ موجودہ صدی کا کارنامہ ہے جب کہ ایسا نہیں ہے..... امام علی زین العابدین علیہ السلام یہ سب کچھ ہمیں صدیوں پہلے دے کر گئے ہیں یہ ساری بحثیں ہیں کہ جو کئی عشرے چاہتی ہیں کہ ان پر بحث کی جائے امام علی زین العابدین علیہ السلام کہ جن کے ذمے ایک کام تو یہی تھا کہ اسلام کو آگے

پہنچانا ہے۔آپ کا کردار.....آپ کا عمل اس کی چند جھلکیاں آپ کو بتائی ہیں ہر امامؑ نے قرآن کی مزید آگے تشریح کی کیونکہ قرآن میں کل علم ہے، اس کی تشریح کس نے کرنی ہے؟ امامؑ نے .....اس لیے تو ہم کہتے ہیں کہ تیئس سال میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ تفصیلی تشریح نامکمل رہی، اس لیے تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما گئے میں علم کا شہر ہوں علی علیہ السلام اس کا دروازہ ہے، علم لینے علی علیہ السلام کے پاس آنا کیونکہ یہ سلسلہ تشریح قرآن چلتا رہے گا۔امام علی زین العابدین علیہ السلام نے بھی اس سلسلہ کو اپنے دور میں آگے بڑھایا.....صحیفہ سجادیہ کی شکل میں رسالہ حقوق کی شکل میں.....اپنے شاگردوں کی شکل میں۔

تیسرا کام کربلا کے واقعہ کی حفاظت کرنا تھا کیونکہ ضرورت اس امر کی تھی کہ لوگوں کے۔ذہنوں میں کربلا مجسم رہے، اس کے لیے ایک تو اپنے فرزند زید کو تیار کیا تاکہ کچھ عرصہ گذرنے کے جب پھر ایک کربلا بنے اور زید اپنے دادا والا کردار ادا کرنے کے لئے میدان میں موجود ہوں.....تاکہ لوگوں کے ذہنوں سے کربلا نہ مٹ سکے۔

چوتھا کام جو سب سے اہم تھا اس کو ہم نے کبھی اس انداز سے نہیں دیکھا وہ کام تھا کربلا کی حفاظت، دیکھیں کربلا اسلام کی دفاعی لائن کا نام ہے.....کربلا اسلام کی حفاظت کا پلان ہے اللہ کی طرف سے.....اور یہ کربلا باقی تو اسلام باقی.....کیونکہ یہ دفاعی لائن مستحکم رہی، تو اسلام رہے گا ورنہ اسلام نے مٹ جانا ہے، اگر کربلا مٹ گئی تو براہ راست جس ہستی کی ذمہ داری قرار پائی کہ وہ اسلام کی اس دفاعی لائن کو مضبوط اور مستحکم رکھیں اور اس کی حفاظت کریں.....وہ امام علی زین العابدین علیہ السلام تھے اور آپ نے کربلا کو بچانے کے لیے اور کربلا کو زندہ رکھنے کے لیے، کوفہ میں، شام میں، پورا کربلا بیان کیا اور اس اجتماع میں بیان کیا جس میں دنیا بھر کے سفرا اور نمائندے موجود تھے اور وہاں پر امامؑ نے اپنا حق تصرف استعمال کیا.....جس وقت ایک شخص منبر پر چڑھتا ہے گویا وہ جشن کا دن تھا اور یزید کی طرف سے فتح کے اعلان کا دن تھا اور اس خطیب نے جو کچھ

اس کے منہ میں آیا بکا اور امام علی زین العابدین علیہ السلام یہ سب کچھ سنتے رہے..... کہ کس طرح انکے جد امجد کی توہین کی جارہی ہے..... جب وہ بات کر چکا تو امام علی زین العابدین علیہ السلام نے اس بھرے اجتماع میں جس میں تمام ممالک کے سفرا بیٹھے تھے..... اشراف بیٹھے تھے، وہاں پر مولاؑ نے کہا کیا مجھے بھی اجازت ہے کہ یہ جو لکڑیوں کا بنا ہوا ہے، میں بھی اس پر جا کر کچھ بیان کروں؟۔ دیکھیں مولا نے اسے منبر نہیں کہا بلکہ فرمایا یہ جو لکڑیوں کا بنا ہوا ہے کیونکہ اس کو منبر کہنا بھی درست نہیں ہے، بہر حال بہت اصرار کے بعد امامؑ کو اجازت ملی..... جب اجازت ملی تو وہاں پر مولا امام علی زین العابدین علیہ السلام نے ایک تاریخی خطبہ دیا..... کہ جس نے مجھے پہچانا ہے اس نے تو پہچانا ہے۔ جس نے نہیں پہچانا اسے میں پہچان کراتا ہوں میں بتاتا ہوں کہ میں کون ہوں؟ میں مکہ والا ہوں، میں زم زم والا ہوں، میں ایسا رابستہ ہوں جو قاب قوسین کی منزل پر پہنچا، میں علی مرتضی علیہ السلام کا بیٹا ہوں، میں فاطمہ (صلواۃ اللہ علیہا) کا بیٹا ہوں، اس طرح اپنا تعارف کرواتے ہیں اور بتاتے جارہے ہیں اور پھر فرماتے ہیں میں اس کا بیٹا ہوں جس کو کربلا میں تین دن کا پیاسا اور بھوکا شہید کیا گیا، میں اسکا بیٹا ہوں جس کے سر اقدس کو بازاروں میں پھرایا گیا، میں اس کا بیٹا ہوں کہ جس کے پردہ داروں کی تذلیل کی گئی'' آپ نے یہ خطبہ دیا..... کہ پورے دربار میں سناٹا چھایا ہوا تھا، تمام انسانوں کے سانسوں پر امامؑ کا کنٹرول تھا اور ہر ہر بات لوگوں کے دِل و دماغ میں بیٹھی جارہی تھی اور امامؑ ..... کربلا بتا رہے تھے کہ یہ ہے کربلا اور یہ ہے ہدف اور بنی اُمیہ کی تمام سازشیں کھول کر رکھ دیں یہاں پر یزید کو کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے؟ وہ بتانا کچھ چاہتا تھا ہو کچھ اور گیا، اس نے موذن کو کہا اذان دو..... موذن نے اذان شروع کی..... مؤذن نے کہا اللہ اکبر..... مولاؑ نے بھی کہا اللہ اکبر مؤذن نے کہا (اشھد ان لاالہ الااللہ) مولا نے بھی یہی کہا (اشھد ان لاالہ الااللہ) مؤذن نے کہا (اشھد ان محمدا رسول اللہ) جب مؤذن نے یہ جملہ کہا، تو مولا امام علی زین العابدین علیہ السلام نے کہا اے موذن، یہاں پر رُک جاؤ اور پھر

یزید کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں.....۔

''اے یزید! مجھے بتاؤ جس کی رسالت کی گواہی دی جارہی ہے وہ میرا نانا ہے یا تیرا نانا ہے تجھے شرم نہیں آتی جس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی گواہی دیتے ہو اس کے پردہ داروں کو تم نے یہاں اسیر بنا کر رکھا ہوا ہے.....اور اس کے بیٹے کو تم نے ذبح کیا ہے۔''

امام علی زین العابدین علیہ السلام نے کربلا کی حفاظت کے لیے بڑی تکلیفیں برداشت کی ہیں امام علی زین العابدین علیہ السلام ۹۵ ہجری تک زندہ رہے تقریباً ۵۸ سال آپؑ کی عمر بنتی ہے آپ کو بڑے بڑے ظالم حکمرانوں کا دور دیکھنا پڑا آپؑ کے سامنے کئی شیعوں کے قتل ہوئے۔ انسانیت کی توہین ہوتی رہی، آپؑ کے سامنے مدینہ تاراج ہوا، آپ کے سامنے کعبۃ اللہ کی بے احترامی ہوئی.....لیکن امام علی زین العابدین علیہ السلام نے ایک کام کیا اور وہ یہ کہ کربلا کو محفوظ کر لیا۔

لہذا امام علی زین العابدین علیہ السلام مدینہ منورہ میں بازار نہیں جاتے تھے کیونکہ امام علی زین العابدین علیہ السلام جب بھی بازار جاتے تو امام علی زین العابدین علیہ السلام کو بازار میں آتا دیکھ کر لوگوں کا اجتماع ہو جاتا تھا امامؑ لوگوں کے اجتماع میں رک جاتے تھے بلخصوص ایسے موسموں میں مولاؑ جاتے تھے..... جب دوسری جگہ کے لوگ بھی آئے ہوئے ہوتے تھے.....مولاؑ ایسے اوقات میں ایسی جگہ کا انتخاب کرتے تھے جہاں لوگ جانور کو لے کر آتے تھے تاکہ قصاب کے ہاتھوں بیچ ڈالیں تو وہاں پر مولا امام علی زین العابدین علیہ السلام لوگوں کے ذہنوں میں کربلا کو بیٹھانا چاہتے ہیں.....لوگوں کے ذہنوں میں کربلا کے مصائب ڈالنا چاہتے ہیں مولا امام علی زین العابدین علیہ السلام قصاب کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ اے قصاب مجھے بتاؤ تم نے اس جانور کو پانی پلایا ہے، جس کو ذبح کرنے کے لیے لے جارہے ہو قصاب نے کہا مولاؑ ہم مسلمان ہیں جانوروں کو پیاسا ذبح نہیں کرتے.....تو پھر مولا امام علی زین العابدین علیہ السلام کربلا کا رخ کر لیتے ہیں اور لوگوں کو متوجہ کر کے فرماتے ہیں مسلمانو! تم تو جانوروں کو بھی پیاسا ذبح نہیں کرتے مگر کربلا میں میرے بابا کو

پیاسا ذبح کیا گیا..... اسی طرح مولا امام علی زین العابدین علیہ السلام کربلا کے مصائب پڑھ پڑھ کے سناتے اور پھر یہ پوچھتے قصاب مجھے یہ بھی بتاؤ کہ تم نے چھری تیز کی ہے، جس سے تم نے جانور ذبح کرنا ہے، قصاب کہتے مولا امام علی زین العابدین علیہ السلام ہم نے تو کبھی کند چھری سے جانوروں کو اذیت نہیں دی امام علی زین العابدین علیہ السلام پھر کربلا کی مصیبت بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہائے میرے بابا..... مسلمان تو جانوروں کو بھی کند خنجر سے ذبح نہیں کرتے لیکن شمر ملعون آپؑ کے سینے پر سوار تھا کند خنجر کی ضربیں مار مار کر آپ کو ذبح کر رہا تھا اور پھر پوچھتے ہیں کہ مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے اس جانور کو دوسرے جانور کے سامنے تو ذبح نہیں کیا۔ جب قصاب جواب دیتا کہ نہیں تو مولا فرماتے ہیں مسلمانوں! تم تو جانور کو بھی جانور کے سامنے اور اس کے بچوں کے سامنے ذبح نہیں کرتے مگر جب میرے بابا کو ذبح کرنے کے لیے آئے تو میرے بابا کی گود میں عبداللہ موجود تھا میرے بابا کو ذبح ہوتے میری چھوٹی بہن (حضرت معصومہؑ) دیکھ رہی تھیں امام علی زین العابدین علیہ السلام بازار میں آتے بازار میں رش والی جگہ پر جا کر رک جاتے اور زور زور سے رونا شروع کر دیتے آپؑ کو روتا دیکھ کر لوگ جمع ہونا شروع ہو جاتے جب لوگ جمع ہو جاتے تو آپؑ شام کے مصائب بیان کرنا شروع کرتے اور فرماتے اے مدینہ والو! جب میری پھوپھیوں کو شام کے بازار میں لے جایا گیا تو ہمیں چند قدم چلنے کے لیے کئی کئی گھنٹے لگ گئے، بڑا رش تھا رسول زادیوں کو دیکھنے والے دور دراز سے لوگ موجود تھے مولا امام علی زین العابدین علیہ السلام سے جب کہا جاتا کہ مولا آپؑ اتنا گریہ نہ کیا کریں تو مولا جواب میں رو کر کہتے خدا کی قسم! جب میں گھر میں جاتا ہوں تو اپنی پھوپھیوں ماؤں اور بہنوں کو دیکھتا ہوں تو مجھے عاشورہ کی عصر یاد آ جاتی ہے کہ کس طرح خواتین ایک دوسرے سے لپٹی جا رہی تھیں اور ادھر ادھر بھاگ کر ایک دوسرے کی پناہ میں جاتی تھیں تاکہ نامحرموں سے خود کو بچائیں، اپنا پردہ کیسے محفوظ کریں؟ مولا حسین علیہ السلام کے عزادار بیٹے کے پاس جب کھانا لایا جاتا تو آپ کھانے کو دیکھ کر رو دیتے جب

پانی آتا تو پانی کو دیکھ کر روتے پانی کی بجائے آنکھوں سے خون روتے صبح شام بابا کی عزاداری کرتے آپ لوگوں کو کوئی تکلیف نہیں دیتے تھے۔ لیکن ظالم حکمرانوں نے مولا امام علی زین العابدین علیہ السلام کے پاس زہر آلود کھجور یا انگور بھیج دیئے ..... مولاؑ کو زہر مل گئی اب مولا حسین علیہ السلام کا عزادار بیٹا اپنے سارے غم لے کر اپنے بابا کے پاس جا رہا ہے زہر کا اثر ہونے لگا چہرے پر زردی آنے لگی ..... بیٹے بیٹیاں سب قریب کھڑے ہیں اتنے میں امامؑ نے کہا الوداع الوداع میرا آخری سلام میرا آخری سلام (**انا للہ وانا الیہ راجعون**) گھر میں گریہ شروع ہوا ''**واہ اماما واسیداہ واعلیاہ**'' کی صدائیں آنے لگیں امام محمد باقر علیہ السلام نے غسل دیا جنازہ تیار کیا امام محمد باقر علیہ السلام جنازہ لے کر باباؑ کو جنت البقیع کی طرف لے گئے، میں کہتا ہوں مولا باقر علیہ السلام آپ کو پرسہ دینے والے تو مدینے کے سارے لوگ تھے جب مولا باقر علیہ السلام جنازہ پاک لے کر جا رہے تھے تو مدینہ کے سارے لوگ ماتم کرتے ہوئے امامؑ کے ساتھ جا رہے تھے لیکن کربلا میں تو مولا حسین علیہ السلام کا جنازہ اٹھانے والا بھی کوئی نہیں تھا۔ اور کسی نے آکر آپؑ کے باباؑ کو آپ کے جد مولا حسین علیہ السلام کا پرسہ نہ دیا۔

الا لعنة اللہ علی القوم الظالمین

سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

مجلس نمبر 13

عنوان :۔ معرفت امام زمانہ علیہ السلام

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم :۔

﴿من مات ولم یعرف امام زمانہؑ مات میتة جاهلية﴾

''جو اپنے امام کی معرفت کے بغیر مرا وہ جہالت کی موت مرا''

معرفت امام زمانہ کے بغیر انسان صحیح مسلمان نہیں بن سکتا۔ اس کا اسلام ناقص ہے اسلام کی تکمیل ولایت علی ابن ابی طالبؑ کے اعلان سے ہوئی ہے اور ہمارے آخری امامؑ اسی ولایت کی بارہویں کڑی ہیں ..... اور اسی حوالے سے ہماری گفتگو چل رہی ہے کہ انسان کا ایمان کامل اس وقت ہوگا جب اسے یقین ہو کہ بارھواں امامؑ موجود ہے، وہ خاتم اوصیاءؑ ہیں ..... اسلام کے رہبر ہیں، اسلام کی ترویج ان کی ذمہ داری ہے، وہ قرآن کریم کے محافظ ہیں ..... انہوں نے اسلام کو پوری دھرتی پر نافذ کرنا ہے، انہوں نے توحید کا بول بالا کرنا ہے، کفر و نفاق کا خاتمہ کرنا ہے، عدل و انصاف کو رائج کرنا ہے، جب یہ ہماری معلومات یقین کی صورت اختیار کر لیں ..... اور ایمان حاصل ہو جائے، نور ایمان ہمارے دلوں میں آ جائے تو پھر جس بات کا ایمان ہے اس پر قائم رہنے سے جو مشکلات آئیں گی ان کو برداشت کرنا، دوسری ذمہ داری تھی، یعنی صبر کرنا، اس عقیدے پر قائم رہنے کے لئے بہت سی مشکلات برداشت کرنا ہوں گی اس کے لئے مومن کامل الایمان ہر وقت تیار ہے۔

تیسری ذمہ داری:

جب ہمارے امامؑ موجود ہیں، ہمارے رہبر موجود ہیں تو ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ ان کے احکام کیا ہیں؟ ظاہر ہے کہ جب انسان کسی کو اپنا امامؑ مانتا ہے اور کسی کو اپنا بڑا تصور کرتا ہے، کسی کو اپنا رہبر تسلیم کرتا ہے، تو پھر اسے یہ پتہ ہونا چاہئے کہ اس کی رضایت کیا ہے۔ اس کی طرف سے احکام کون سے ہیں؟ یعنی احکام کا پتہ ہمیں ہونا چاہیئے اگر ہم اس آخری امامؑ کی رعیت ہیں۔ اور ہم اس امامؑ کیساتھ اٹھائے جائیں گے..... کیونکہ قیامت کے دن ہر گروہ کو اس کے اپنے امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کیساتھ پکارا جائے گا اور ہم انشاء اللہ حضرت حجت حق بقیۃ اللہ الاعظمؑ کی رہبری اور قیادت میں میدان حشر میں پہنچیں گے اور حوض کوثر پر بھی انشاء اللہ اس امامؑ کی قیادت میں حاضر ہوں گے تو ہمیں پتہ ہونا چاہیئے کہ ان کے احکام کیا ہیں؟..... ہمارے امامؑ آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارہویں وصی ہیں انکے احکام، پیغمبرؐ کے احکام ہیں۔ انکے احکام حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام سے مختلف نہیں ہیں وہی احکام ہیں جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیئے ہیں..... ہم پہلے حدیثوں میں بیان کر چکے ہیں کہ ہمارے امام اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے، انکی زبان ترجمان اللہ ہے۔ ان کا بیان خدا کا بیان ہے۔ وحی خدا جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اترتی رہی اس کے ترجمان ہوتے ہیں..... ظاہر ہے کہ انکے احکام وہی اسلام کے احکام ہیں، تو ہمیں ان احکام کا پتہ ہونا چاہیئے تا کہ ہم ان احکام کو بجالا سکیں۔ امامؑ کی خوشنودی، امامؑ کی رضایت اور رہبر کی خوشی اس میں ہے کہ ہم رہبر کے احکام پر عمل کریں، اس لئے فرماتے ہیں کہ جس نے اللہ کی اطاعت کی اس نے ہماری اطاعت کی وہ ہمارا دوست ہے، وہ ہمارا چاہنے والا ہے محبت کا معیار جو امامؑ بتا رہے ہیں وہ اللہ کی اطاعت ہے..... اور اسلامی احکام کی پیروی ہے اگر ہم اسلامی احکام کی پیروی نہیں کریں گے تو آئمہ علیہ السلام ہمیں اپنی ولایت کے دائرے سے باہر نکال دیں گے اور فرمائیں گے تم ہماری حکومت کے دائرہ میں نہیں ہو ہماری تم پر حکومت نہیں ہے..... تم

پر کسی اور کی حکومت ہے۔ کیونکہ ہماری حکومت کا جو تصور ہے، ہماری حکومت کا نظام نامہ ہے وہ تو اسلام ہے اور وہ قرآن کی شکل میں موجود ہے..... اور وہ حدیث کی شکل میں موجود ہے۔ لہذا ہمیں ان کے احکام معلوم کرنے ہوں گے..... اب سوال یہ ہے کہ احکام معلوم کرنے کا طریقہ کار کیا ہے؟

پہلا طریقہ تو یہ ہے کہ براہ راست امامؑ سے معلوم کریں اور اس کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے احکام وصول کریں۔ جس طرح باقی آئمہؑ کے دور میں تھا اور آخری امامؑ کی غیبت صغری میں بھی تقریباً یہی معاملہ تھا جتنے بھی مسائل کسی کو پیش آتے تھے وہ مسائل اپنے امامؑ کی خدمت میں پیش کرتے تھے بالخصوص نئے پیش آنے والے مسائل..... میں نے ایک بات کی طرف آپ کی توجہ دلائی..... کہ ہر امامؑ نے آ کر اسلام کی تشریح کی ہے یعنی اسلام کے وہ گوشے بیان کئے ہیں کہ جو اس سے پہلے بیان نہیں ہوئے تھے۔ قرآن کے اس حصے کی تفصیل بیان کی جو پہلے نہیں ہوئی یہاں تک کہ یہ سلسلہ بڑھتا گیا۔ اور آخری امامؑ کا زمانہ آ گیا۔ غیبت صغریٰ کے بعد غیبت کبریٰ کا دور آیا۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ غیبت کبریٰ کا دور اس وقت شروع ہوا۔ جب اسلام کی تشریح مکمل ہو چکی تھی قرآن کی تفسیر مکمل بیان کی جا چکی تھی۔ کیونکہ اگر اس سے پہلے اللہ تعالیٰ شارح قرآن مفسر دین کو غائب کر دیتا اور آئندہ آنے والے سالوں میں چاہے صدیوں بعد ہی کیوں نہ ہوتا اگر کوئی ایسا مسئلہ پیش آ جاتا جس کا جواب قرآن و حدیث سے نہ مل سکتا،۔ اور لوگ اس کے خلاف عمل کرتے۔ اور خدا جب اس شخص کو سزا دینے لگتا تو وہ کہتا یا خدا اس حکم کا تو بیان ہی نہیں آیا تھا۔ میں اس پر عمل کیسے کرتا؟ اس لئے خدا نے اس وقت تک اپنے نمائندے کو غیبت کبری میں نہیں بھیجا جب تک کہ قرآن کی تشریح، دین کی تفسیر مکمل نہیں ہو چکی.....، اس لئے ہم یہ کہتے ہیں کہ دین نام ہے احکام کا اور احکام قرآن میں ہیں..... اور قرآن جس کی تشریح احادیث کی شکل میں موجود ہے۔ اس میں ۲۳ سالہ دور جو نبویؐ دور کہلاتا ہے۔ یہ دور قرآن کے نزول کا زمانہ ہے اور قرآن کی تعلیم اور تشریح کا

دور ہے۔ اس کے بعد وصایت کا دور کہلاتا ہے، خلافت حقہ کا دور کہلاتا ہے یہ دور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کی روشنی میں قرآن کی تشریح وتفسیر کا دور ہے..... اس کے بعد غیبت کبریٰ کا دور ہے غیبت کبریٰ کا دور اس وقت شروع ہوا..... جب آنے والے تمام انسانوں کے لئے ہدایت کا پورا سامان پہنچا دیا گیا ہے لہذا اب احکام ہمیں خود معلوم کرنے ہیں اس کا طریقہ کار ایک تو یہ ہے کہ خود امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں اور امامؑ سے مسائل پوچھیں ..... جو بھی ہمیں مسائل پیش آئیں، جو بھی حالات پیش آئیں ..... فرض کریں ہمیں ایک مسئلہ درپیش ہے کہ ہم چاند پر پہنچ جائیں تو نماز کیسے پڑھیں گے؟

جہاں چھ مہینے کی رات اور چھ مہینے کا دن ہوتا ہے۔ وہاں پہنچ گئے تو ہمارے لئے احکام کیا ہوں گے؟ اگر تو امامؑ موجود ہوں تو ہم براہ رست امامؑ سے معلوم کریں گے اور اگر امامؑ موجود نہیں ہیں اور غائب ہیں تو ہمارا عقیدہ ہے انسان جتنی ترقی کر چکا ہے۔ اس سے سو گناہ زیادہ ترقی کر لے اور اس سے بھی زیادہ مسائل پیش آجائیں۔ تو ہر مسئلہ کا جواب مکتب اہل بیت علیہم السلام میں موجود ہے..... کوئی اپنی رائے اور اپنی مرضی سے جواب نہیں دے گا بلکہ جو قرآن اور احادیث کی روشنی میں جواب دیا جائے گا۔

مجتہد کا تعارف:

احکام معلوم کرنے کا دوسرا طریقہ جو آئمہؑ ہمیں بیان کر کے گئے ہیں وہ یہ ہے کہ انسان قرآن اور حدیث کا ماہر بن جائے گا..... مجتہد بن جائے گا، مجتہد کون ہوتا ہے مجتہد اس شخص کو کہتے ہیں جو عربی علوم وفنون یعنی عربی زبان سمجھنے پر قادر ہو۔ اسی طرح حدیث اور قرآن کو سمجھنے کے لئے جتنے بھی علوم درکار ہیں ان سب پر اس کی مکمل دسترس ہو..... ان میں مکمل مہارت رکھتا ہو اور یہ تمام علوم پڑھنے کے بعد اس میں ایسی استعداد اور صلاحیت آجائے کہ وہ جب چاہئے یا جب اس سے پوچھا جائے کہ قرآن اور حدیث کی روشنی میں فلاں مسئلہ کا حکم کیا ہے تو اس کا جواب دے سکے۔

جسے ہم اپنی اصطلاح میں قوت استنباط۔ دینی احکام کو قرآن اور احادیث کی روشنی

میں نکال کر دینے کی قابلیت، صلاحیت اور لیاقت اس میں ہو۔ درحقیقت مجتہد اس شخص کو کہتے ہیں جو دین اسلام کا مکمل ادراک رکھتا ہے اور ایک اعتبار سے وہ دین کا اسپیشلسٹ ہوتا ہے۔

مثلاً آپ ڈاکٹر کی مثال لے لیں ناک کا اسپیشلسٹ ہوتا ہے، آنکھ کا اسپیشلسٹ اور ہوتا ہے، کان کا اور ہوتا ہے لیکن جو ہمارے مجتہدین ہوتے ہیں وہ بیک وقت اجتماعیات کے، نفسیات کے، قانون کے، اقتصادیات کے، غرض کہ انسانی زندگی کے جتنے بھی مسائل ہیں اور تمام وہ امور جو زندگی گزارنے سے مربوط ہیں ..... البتہ وہ اس کے بدنی بیماریوں کے ڈاکٹر نہیں ہوتے بلکہ اس کے تمام روحانی امور جس کا اس کے جسمانی امور سے رابطہ اور تعلق ہوتا ہے ان سب میں مکمل مہارت رکھتا ہے اور یہ جانتا ہے کہ فلاں حالت یا عمل کے بارے اسلام کا کیا فیصلہ ہے؟

اس لئے تو کہا گیا ہے کہ دو علم ہیں ایک علم ابدان ہے ایک علم ادیان ہے..... آپ جسموں کا علم علیحدہ کر دیں جسموں کا علم ڈاکٹری ہے اور دوسرا علم ادیان ہے جس میں انسان کے تمام امور آجاتے ہیں جو زندگی گزارنے سے متعلق ہیں، ان سب پر اس کی دسترس ہوتی ہے وہ قابلیت کے اس درجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ وہ ہر وقت کسی بھی مسئلہ کا جواب قرآن و احادیث کی روشنی میں دے سکتا ہے،۔ اور یہ بتا سکتا ہے کہ خدا کا حکم یہاں پر کیا ہے؟ ہمارا نظریہ ہے کہ انسان سے کسی قسم کی حرکت یا فعل سرزد نہیں ہوتا۔ مگر یہ کہ اللہ کا حکم اس کے بارے میں ہوتا ہے..... ہم عبد ہیں، اللہ نے ہمیں خلق کیا ہے اللہ ہمارا مالک و خالق اور سب کچھ وہ ہے اور اس نے ہمارے لئے ایک نظام دیا ہے.....۔ اور وہ نظام ہمارے نطفہ ٹھہرنے سے لے کر پیدا ہونے اور پھر پیدا ہونے سے قبر میں جانے اور پھر قبر میں جانے کے بعد کے حالات اور قیامت بپا ہونے تک کے مراحل سب کو کچھ شامل ہے اور اس سب کو ہم نے کس سے لینا ہے؟ وہی عرض کر رہا تھا..... کہ پہلا طریقہ ہے خود امامؑ سے لیں اور دوسرا طریقہ خود مجتہد بن جائے جیسا کہ اس دور میں اب

ہم امامؑ سے براہ راست نہیں لے سکتے پس خود مجتہد بن جائیں ..... اور مجتہد کو یہ سارے مسائل حل کرنے ہوں گے اس لئے آپ دیکھتے ہیں ..... کہ جو علماء درجہ اجتہاد پر فائز ہوتے ہیں ساٹھ سال سے اوپر کی عمر کے ہوتے ہیں، استثنائی صورت حال میں بعض نابالغ افراد درجہ اجتہاد پر فائز ہو گئے اور یہ سعادت ان کو خدا کی طرف سے عطا ہوئی اور وہ اس عمر میں اجتہاد پر پہنچ گئے ..... مثلاً ہمارے زمانہ میں ننھے حافظ ڈاکٹر محمد حسین طباطبائی ہیں اور اسی طرح ایران میں اور بھی بہت سے حافظوں کی مثالیں دی جاسکتی ہیں کہ خدا کی طرف سے عطا ہے کہ ایک ننھا سا بچہ جس کی عمر پانچ سال ہے وہ بادشاہوں اور شہزادوں میں بیٹھ کر ساڑھے تین گھنٹے انکے سوالوں کے جوابات قرآن سے دے۔ لندن یونیورسٹی میں ہزاروں افراد کے مجمع میں اڑھائی گھنٹے پروفیسران سے سوال کرتے رہے۔ اور وہ ننھا سا بچہ قرآن کی روشنی میں ان کے سوالات کا جواب دے۔ اقتصادیات کے متعلق، نفسیات کے متعلق، اجتماعیات کے متعلق، انہوں نے کوئی قید تو نہیں لگائی تھی کہ یہ پوچھو اور یہ نہ پوچھو بلکہ ان کا اعلان تھا جو چاہتے ہو پوچھو۔ ہم قرآن کریم سے جواب دیں گے ..... یہ سب کچھ انہوں نے کہاں سے لیا۔ اپنے آباد واجداد سے لیا ..... حضرت ولی العصر علیہ السلام سے لیا ہے یہ تو ایک استثنائی صورتحال ہے اور ایسے معجزات اس وقت ایران کی سرزمین پر ماشاءاللہ بہت ہو رہے ہیں اور دوسری جگہوں پر بھی یہ ہو سکتے ہیں، بہر حال اس سرزمین کو ایک خاص شرف حاصل ہے کیونکہ وہاں پر موالیان اھل بیت علیہم السلام ہیں اور ایسے لوگ ہیں جو خلوص کی حد کو پہنچے ہوئے ہیں انکے دل صاف اور پاک ہیں ایسے نورانی دل ہیں کہ جن میں وہ جمال امامؑ کو دیکھ سکتے ہیں اور امامؑ سے توسل کرتے ہیں۔ لیکن جو عام اور عادی طریقہ ہے وہ آپ دیکھتے ہیں کہ ہمارے مجتہدین اس مقام کو پہنچتے ہیں تو ان کی عمر ساٹھ سال، پینسٹھ سال، یا ستر سال بلکہ جب وہ مرجعیت کے مرحلہ پر پہنچتے ہیں تو ستر سال سے اُوپر ان کی عمر ہو چکی ہوتی ہے۔ دنیا میں تو یہ ہے کہ جیسے بڑھاپا آتا جائیگا۔ قوت کمزور پڑتی جائے گی۔ حافظہ کمزور ہوتا

جائیگا، لیکن ہمارے ہاں مجتہدین تیار ہوتے ہیں تو جیسے جیسے وہ بڑھاپے کی طرف بڑھتے ہیں ویسے ویسے ان کی نورانیت بڑھتی جائیگی۔ ویسا ہی ان کا حافظہ تیز ہوتا جائیگا اور ویسے ہی ان کی دسترس قرآن اور احادیث پر بڑھتی جائیگی ..... کیونکہ ان کا ایک روحانی مرکز سے تعلق بن جاتا ہے جہاں سے انھیں یہ سب کچھ عطا ہو رہا ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ دوسرا طریقہ احکام معلوم کرنے کا یہ ہے کہ انسان خود مجتہد بن جائے ..... البتہ سب لوگ تو مجتہد نہیں بن سکتے۔ کیونکہ دوسرا کاروبار زندگی بھی تو ہے کاروباری مسائل بھی ہیں معاشی زندگی بھی ہے اگر سب لوگ مجتہد بنتے چلے جائیں تو پھر معاشرہ معطل ہو جائے گا اس لئے حکم ہے کہ سب نہیں بلکہ اتنے مجتہد بنیں جو ضرورت کو پورا کر سکیں۔ اس قسم کے واجب کو واجب کفائی کہا جاتا ہے۔.....

واجب کی اقسام:

واجب کی ایک قسم واجب عینی ہے اور دوسری قسم واجب کفائی ہے۔ واجب عینی وہ ہوتا ہے کہ جس کا بجالانا ہر ایک پر واجب ہوتا ہے واجب کفائی بھی سب پر واجب ہوتا ہے۔ لیکن اگر ان لوگوں میں سے جن پر وہ واجب ہے ایک شخص بھی اُٹھ کر سب کی طرف سے وہ کام کر دے تو پھر وہ واجب باقی افراد سے ساقط ہو جاتا ہے..... مثلاً ایک مسلمان میت ہے اس کو غسل دینا ہے..... جس جس کو پتہ چلا ہے کہ فلاں مسلمان فوت ہو گیا ہے تو اس کے لئے واجب ہے کہ وہ اس کو غسل دے لیکن اگر اس کا کوئی گھر والا ہے یا ہمسایہ ہے یا کوئی اور ہے جو اگر اس کو غسل دے دیتا ہے تو پھر تو سب پر سے یہ واجب ساقط ہو جاتا ہے اسی طرح میت پر نماز پڑھنا ہے اسی طرح ہمارے معاشرے کی جو ضروریات ہیں مثلاً ہمارے معاشرے کو انجینئر کی ضرورت ہے اب سب تو انجینئر نہیں بنیں گے کیونکہ سب انجینئر بن گئے تو معاشرہ معطل ہو جائے گا..... یہ سب پر واجب ہے لیکن اگر اتنی تعداد میں انجینئر بن جائیں جو ضروریات کو پورا کر دیں۔ تو یہ واجب باقی سے ساقط ہے اسی طرح کھیتی باڑی کا کام ہے یہ بھی سب پر واجب ہے..... یہ سب کچھ ایک اسلامی

معاشرے کا حصہ ہے اگر کچھ افراد اس کام کو کر رہے ہیں اور باقی کی ضروریات اس سے پوری ہو رہی ہیں تو باقی افراد پر سے واجب نہیں ہے اسی طرح ڈاکٹر اتنی مقدار میں بن رہے ہیں جو ضرورت کو پورا کر رہے ہیں تو باقی افراد پر واجب نہیں ہے اسی طرح تاجر بننا بھی واجبات میں سے ہے لیکن اگر ضروریات کے مطابق تاجر موجود ہیں تو باقی افراد پر ساقط ہے۔ یہ سب کام واجب کفائی ہیں اور سب کام جو آپ کرتے ہیں یا آپ کر رہے ہیں اگر ادائے واجب کی نیت کیساتھ بجالائیں ..... تو یہ سب عبادت میں شمار ہوتے رہتے ہیں۔ عبادت کا تصور محدود نہیں ہے مثلاً نماز، روزہ، حج اس قسم کے مخصوص اعمال میں منحصر نہیں، بجالائیں تو یہ سب ہماری زندگی کا ہر لمحہ عبادت بن سکتا ہے کیونکہ میں نے اس دُنیا مین رہنا ہے ..... اور میری تمام حرکات وسکنات کے لئے حکم خداوندی موجود ہے اگر یہ سب کچھ خداوند کی اطاعت کی نیت سے بجالایا جا رہا ہے۔ تو میرا ہر عمل عبادت ہے۔ فرض کرو کہ کوئی حجام کی دکان کرتا ہے اور وہاں سارا دن لوگوں کی داڑھیاں مونڈھتا ہے تو اس کا یہ عمل حرام ہے اور جو کمائے گا وہ بھی حرام ہے اس کا کھانا بھی حرام ہے کیونکہ وہ گناہ کا ارتکاب کر رہا ہے وہ کہے گا کہ میں کہاں سے کھاؤں؟ لیکن روزی کا ضامن تو خدا ہے حرام کی کمائی سے تو روزی نہ بنائی جائے البتہ مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ داڑھیاں نہ منڈوائیں اور بالخصوص شیعوں کو..... ماشاءاللہ یہاں تو عجیب حالت ہے..... کہ جس کی داڑھی نہ ہو تو اس کو کہتے ہیں یہ کھودا ہے یعنی اس کے چہرے پہ داڑھی نہیں ہے اور اگر اسے اس کا عیب شمار کیا جاتا ہے اگر اللہ نے بال دیئے ہیں تو بجائے شکر کرنے کے روزانہ داڑھی کے بال منڈواتا پھرتا ہے یہ کفران نعمت ہے اور ایسا گناہ ہے کہ جو سب کو نظر آتا ہے، خدا تو گناہوں پر پردہ ڈالتا ہے ..... اور یہ انسان ایک ایسا گناہ کر رہا ہے کہ جو سب کو نظر آ رہا ہے تو اس سے تو اجتناب کرنا چاہیئے۔ اسلام میں عبادت کا مفہوم وسیع ہے ایک شخص گھر کے اندر رہ کر محنت مزدوری کرتا ہے ..... روٹی پکاتا ہے یا اپنے گھر والوں کا خرچ پورا کرتا ہے۔ تو اسلام کہتا ہے یہ شخص راہ خدا میں جہاد کر رہا ہے ایک آدمی

جو آٹھ گھنٹے دفتر میں بیٹھ کر کام کرتا ہے اور ایسے ہے جیسے وہ عبادت میں ہو..... جیسے راہ خدا میں جہاد کر رہا ہے۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دفعہ کسی جنگ پر جا رہے تھے صحابہ کرام نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھیں یہ ہٹا کٹا شخص ہے اور جہاد پر نہیں جا رہا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی بات کو اسی جگہ ٹوک دیا اور فرمایا کہ دیکھو اگر یہ اپنے پیٹ پالنے کے لئے مزدوری کر رہا ہے تو بھی ایسے ہے جیسے جہاد کر رہا ہو..... اگر یہ اپنے اہل وعیال اور ماں باپ کے لئے کام کر رہا ہے تب بھی جہاد میں مصروف ہے..... اور اگر اس کے اپنے پاس اپنے خرچ کے لئے اور اس کے گھر والوں کے لئے مال موجود ہے اور اس لئے کر رہا ہے کہ معاشرے سے غربت وافلاس دور ہو تو تب بھی یہ شخص جہاد کر رہا ہے، جہاد یہ نہیں ہے کہ تم تلوار لے کر جا رہے ہو..... بلکہ یہ بھی جہاد ہے۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی سپاہی کا ہاتھ نہیں چوما، لیکن ایک مزدور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا جس کے ہاتھ پر چھالے تھے اور وہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جیسے جاتا ہے تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے چھالوں والے ہاتھ پر بوسہ دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ ایسا ہاتھ ہے جو جہنم میں نہیں جائیگا۔

دیکھیں اسلام میں کس قدر عبادت کا وسیع تصور ہے اگر انسان چاہئے تو ہر وقت اپنے آپ کو عبادت میں رکھ سکتا ہے..... فقط مخصوص عبادتیں اعمال نہیں کہ جس میں تقرب الی اللہ شرط ہے۔ مثلاً آپ کا کپڑا نجس ہو گیا اگر وہ کپڑا نیت کے بغیر حوض میں گر گیا اور نجاست اس سے زائل ہو گئی تو وہ کپڑا پاک ہو جائیگا۔ بارش اس پر پڑی میں نے نیت نہیں کی تب بھی وہ کپڑا پاک ہو جائے گا۔ لیکن بعض دفعہ میں نجس کپڑا لے کر جاتا ہوں کہ اس کو پاک کر دوں کیونکہ میں نے اس سے نماز پڑھنی ہے تو یہی میرا عمل جو خواتین گھروں میں عام طور پر کرتی ہیں اگر اس نیت سے کریں تو یہ عبادت شمار ہو جائیگا۔ مثلاً ایک خاتون خانہ ہے وہ جھاڑو اُٹھا کر یہ کہتی ہے کہ اسلام نے صفائی کی بہت زیادہ تاکید کی ہے اور

صفائی کونصف ایمان قرار دیا گیا ہے.....تو اس نیت سے وہ گھر کی صفائی کرتی ہے اس کا برتنوں کو سلیقے سے رکھنا اس کا کپڑوں کو استری کرنا اور ان کو سلیقہ سے رکھنا بھی عبادت ہے۔

بات واجب کفائی اور عینی کی ہو رہی تھی مجتہد بننا واجب کفائی ہے اتنی تعداد میں مجتہد موجود ہوں جن سے معاشرہ کی ضروریات پوری ہو جائیں۔

اور جو مسائل انسانوں کو بالعموم اور مسلمانوں کو مخصوص پیش آتے ہیں وہ ان کا جواب دے سکے جن افراد نے اس راستہ کا انتخاب کیا ہے تو ان کے علاوہ جو باقی افراد ہیں ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس راستے پر جانیوالوں کی خدمت کریں..... ان کے اخراجات کو پورا کریں۔ وہ بھی تو کلرک بن سکتا تھا۔ وہ بھی ایک افسر بن سکتا ہے اس نے وہ کام نہیں کیا اور وہ ادھر چلا گیا اب جب وہ مجتہد بننے چلا گیا ہے تو اس کے اخراجات کہاں سے پورے ہوں گے مال امامؑ سے پورے ہوں گے خمس سے ہوں گے کوئی شخص اگر خمس اور مال امامؑ، زکواۃ دے رہا ہے تو سمجھتا ہے کہ میں احسان کر رہا ہوں..... بھئی آپ احسان نہیں کر رہے ہو بلکہ احسان اس شخص کا ہے جو تم سے لے کر صحیح جگہ پر لگانا چاہتا ہے۔ اور جب اپنی جیب سے کسی ایسے شخص کے لئے خرچ مہیاء کرو گے جو علم دین حاصل کر رہا ہے اور چاہتا ہے کہ علم دین حاصل کر کے لوگوں کے سامنے مسائل بیان کریں گے تو اس کا آپ کو اجر و ثواب ملے گا..... اور یہ بھی آپ کی ذمہ داریوں میں سے ایک ذمہ داری ہے کہ جو غیبت کبریٰ کے زمانے کی ذمہ داریوں میں سے ہے جسے ہم آگے چل کر بیان کریں گے تیسرا طریقہ احکام معلوم کرنے کا یہ ہے کہ اگر وہ مجتہد نہیں بن سکتا تو اسے چاہیئے وہ احتیاط پر عمل کرے مثلاً احتیاط یہ ہے کہ سفر میں نماز پوری پڑھنی ہے، یا قصر پڑھنی ہے روزہ رکھنا ہے یا نہیں رکھنا، رکھوں تو اس کی قضاء ہے یا نہیں ہے اس میں بھی احتیاط یہ ہوگی..... کہ نماز پوری پڑھے اور قصر بھی پڑھے روزہ رکھے اور پھر روزہ کی قضاء بھی کرے لیکن احتیاط پر عمل کرنا بھی آسان کام نہیں ہے اس کے لئے مجتہدین کا فتوی

معلوم کرنا پڑے گا..... احادیث اور قرآن کو سمجھنا ہوگا پھر کہیں جا کر احتیاط پر عمل کر سکتا ہے ایسے افراد احتیاط پر عمل کر سکتے ہیں جو مجتہد کامل بننے کے قریب قریب ہوتے ہیں.....

تقلید کا مسئلہ:

چوتھا طریقہ یہ ہے کہ انسان تقلید کرے..... تقلید کا جو مسئلہ ہے آپ کے ہاں تو خیر اتنا نہیں ہے لیکن ہمارے پاکستان میں اور اسی طرح انڈیا میں مومنین ..... تقلید کا نام سن کر گھبراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بھئی یہ کہاں سے نکل آئی اور جب ان سے پوچھا جائے کہ بھائی تقلید نہیں کرتے ہو..... تو وہ کہتے ہیں کہ بھائی کیسی تقلید ..... ہم تو امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے مقلد ہیں۔ جب پوچھا جائے کہ امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) سے مسئلے کس طرح پوچھو گے؟ تو وہ کہتا ہے نہیں بابا میں تقلید نہیں کرتا۔ اس سے پوچھو بھئی نماز کہاں سے سیکھی ہے کہے گا بھئی میرے بابا نے مجھے سکھائی ہے بابا نے کہاں سے یاد کی تھی۔؟ تحفہ العوام سے یاد کی تھی۔ تو بھیا سی کو تو تقلید کہتے ہیں ..... وہ نام لینے سے گھبراتا ہے، بھئی تقلید کا مطلب یہی ہے کہ انسان جو کچھ نہیں جانتا اس کے لئے ضروری ہے کہ کسی ایسے سے سیکھے جو جانتا ہے۔ میں مجتہد نہیں بن سکا۔ میں احتیاط پر بھی عمل نہیں کر سکتا، میں امامؑ سے مل نہیں سکتا کہ براہِ راست ان سے حکم لے سکوں انہوں نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ عربی میں ہے۔ عربی مجھے نہیں آتی اس کو سمجھنے کے لئے مجھے وقت چاہیے۔ جب میں یہ سب کچھ نہیں کر سکتا۔ تو پھر مجھے ایسے کی طرف رجوع کرنا ہوگا جو قرآن و احادیث کے ماہر ہیں اور جن کو مجتہد کہتے ہیں ان کے لئے ہمارے آئمہ علیہ السلام خود فرما گئے ہیں امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) فرماتے ہیں کہ ''جو نئے نئے مسائل تمہیں درپیش ہوں تو تم ایسوں کی طرف رجوع کرنا جو ہماری غیبت کے زمانے میں ہمارے بیانات اور احادیث میں مہارت رکھتے ہیں اور واقفیت رکھتے ہیں .....'' امام حسن عسکری علیہ السلام کا بیان ہے اور بھی آئمہ علیہم السلام نے اسی قسم کا بیان فرمایا ہے ہمارے فقہاء جو ہمارے احکام کو سمجھتے ہیں یعنی وہ افراد جو قرآن اور حدیث سے ہر پیش آنے والے مسئلے کا جواب دینے کی

صلاحیت رکھتے ہیں ایسا فقہاء (کیونکہ عربی کا ماہر تو ہر کوئی بن سکتا ہے کوئی غیر مسلم بھی بن سکتا ہے مگر ہم نے ہر ایک کی طرف رجوع نہیں کرنا) بلکہ ایسے فقہاء جنہوں نے اپنے نفس کو بچایا ہوا ہو، اپنی خواہشات کے مخالف ہوں، خواہشات کے بندہ نہ ہوں، اپنے مولاؑ کے مطیع اور فرماں بردار ہوں عبد خدا ہوں۔، عادل ہوں تو عوام کو چاہیئے کہ وہ اس کی تقلید کریں، اس کی پیروی کریں ..... ''جو مراجع تقلید ہیں، یہ مجتہدین ہیں، یہ فقہاء ہیں، ہمارے فقہاء ہیں، جو ہمارے احکام کو قرآن اور حدیث سے نکال کر تمہارے حوالے کرتے ہیں میں ان پر حجت ہوں اور یہ تمہارے اوپر حجت ہیں، تمہاری ذمہ داری ہے کہ ان کی اطاعت کرنا جو ان کی اطاعت کرتا ہے گویا اس نے ہماری اطاعت کی اور جس نے ان کی بات کو ٹھکرا دیا..... اور ان کی بات کو نہیں مانا اور ان کی بات کو کوئی وزن نہیں دیا.....تو اس نے گویا ہماری بات کو ٹھکرا دیا اور جس نے ہماری بات کو ٹھکرا دیا اس نے گویا رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات کو ٹھکرا دیا اور نتیجہ کے طور پر اس نے خدا کی بات کو ٹھکرا دیا اور جس نے خدا کی بات کو ٹھکرا دیا وہ مشرک ہے۔'' اس کا مطلب یہ ہے کہ مجتہد حضرت ولی عصر (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی طرف سے جو ہمارے اوپر حجتؑ ہیں۔ اور اگر ہم انؑ کی بات نہیں مانیں گے تو گویا ہم اسلام سے فارغ ہو گئے۔..... اور شرک تک پہنچ جائیں گے۔

تقلید کا مسئلہ بدیہات سے ہے، یہ مسئلہ واضحات سے ہے..... ضروریات سے ہے، کوئی بھی انسان بغیر تقلید کے زندہ نہیں رہ سکتا مثلاً جو حجام نہیں ہے وہ حجام کے پاس جائیگا، خود تو اپنے بالوں اور داڑھی کو خراب نہیں کرے گا جو درزی نہیں ہے وہ کپڑے سلوانے درزی کے پاس جائیگا، خود روٹی پکانی نہیں آتی کسی کے پاس جائیگا کہ روٹی پکا کے دو۔ بیمار ہو گیا خود علاج نہیں جانتا کسی کے پاس جائیگا، ڈاکٹر کے پاس، کس ڈاکٹر کے پاس، جو ماہر ڈاکٹر ہوتا ہے، جو بدن کی تمام خصوصیات سے آگاہ ہوتا ہے..... آج کل تو ایسے ڈاکٹر ملتے ہی نہیں ہیں کہ جو پورے بدن کی تمام خصوصیات سے آگاہ ہوں۔

آج کل تو ایک ایک حصہ کا علیحدہ علیحدہ ڈاکٹر ملتا ہے مثلاً آنکھ کا ڈاکٹر، ناک کا ڈاکٹر، بدن کا، پیٹ کا ڈاکٹر یعنی ہر ایک حصہ بدن کا ماہر ڈاکٹر ہے، تو وہ کسی ماہر کے پاس جائیگا..... زکام ہوا تو زکام کے ڈاکٹر کے پاس جائیگا پیٹ میں تکلیف ہوتی ہے تو اس کے ڈاکٹر کے پاس جائیگا، میں پوچھتا ہوں کہ بدن کے ڈاکٹر کے پاس تو جاتے ہو..... یہاں تقلید کرتے ہو، جو وہ لکھ دے، چاہے زہر لکھ دے، جو اس نے لکھ دیا بعض بیمار پوچھتے ہیں کیا لکھ دیا ہے.....؟ اگر دوسری دفعہ ڈاکٹر سے پوچھو گے تو وہ ڈانٹ بھی دے گا، اگر وہ بداخلاق ہے تو پھر معاملہ اور خراب ہے۔ اور ہم نے ایسے بہت سارے ڈاکٹر دیکھے ہیں جو دوسری دفعہ پوچھنے پر مریضوں کو ڈانٹ دیتے ہیں کہ وہ مریض تھر تھر کانپنے لگتا ہے..... اس کے اوسان خطا ہو جاتے ہیں ہمارے یہاں تو سو روپیہ بھی ڈاکٹر چیک کرنے کے لے لیتا ہے۔ اور اگر بڑے شہروں میں چلے جاؤ تو وہاں پر پانچ پانچ سو روپے فیس لے لیتے ہیں، ڈاکٹر صاحبان تو بدن کے مسائل سے واقف ہوتے ہیں..... جب آپ کے بدن میں تکلیف ہو، آپ کے جسم میں تکلیف ہو فوراً اس کے پاس جاتے ہو اور جو وہ لکھ دے لے لیتے ہو اور جیسا وہ کہے اس پر عمل کرتے ہو۔، آپکو اس بدن کا تو اتنا خیال ہے اور اس بدن کا قیام تو رُوح سے ہے جس نے ہمیشہ باقی رہنا ہے اور جس کو فنا نہیں ہے روح اور بدن کا ربط اور تعلق ہے انکا باہمی کنکشن ہے ہر ایک کی اپنی غذا ہے بدن کی ضروریات کو تو پورا کرتے ہو، اس کی غذا بھی مہیا کرتے ہو، لیکن جو روح کی غذا ہے، جو اس کی ضرورت ہے، اس کا انتظام نہیں کرتے ہو..... اگر روح کو بدہضمی ہو جائے تو اس کا ہاضمہ ٹھیک کرانے کے لئے اس کے ماہر کے پاس نہیں جاؤ گے.....؟ کہتے ہیں میں خود ٹھیک کر سکتا ہوں اگر کسی مجتہد نے فتوی دیا ہو تو کہتے ہیں کہ بھئی یہ کیسا فتویٰ دے دیا؟ ارے بھائی خود مجتہد بن جاؤ، ڈاکٹر کو تو نہیں کہتے ہو، وہاں تو پیسے بھی دے رہے ہوتے ہو اور پھر بھی نہیں کہتے کہ یہ کیا دے رہے ہو؟۔ اور تقلید کا مسئلہ تو واضحات میں سے ہے۔

جو شخص تقلید کے بغیر اعمال بجا لا رہا ہے اس کے اعمال قبول نہیں ہیں..... غیر صحیح

ہیں۔ وہ نماز پڑھتا ہے، روزہ رکھتا ہے، حج کرتا ہے، اس کے اعمال صحیح نہیں ہیں ..... مگر یہ کہ اپنے اعمال کسی کے سپرد کرو کل اگر آپ سے یہ پوچھا گیا کہ تشہد میں دو گواہیاں کیوں دیتے تھے، تیسری کیوں نہیں دیتے تھے تو میں کہوں گا کہ آیت اللہ سید علی خامنہ ای نے مجھے کہا تھا..... اگر مجھ سے پوچھا جائے گا کہ ہاتھ کھول کر نماز کیوں پڑھتے ہو تو میں کہوں گا کہ آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای یا آیت اللہ سید علی سیستانی نے مجھ سے کہا تھا، میں یہ کہہ کر فارغ ہو گیا..... یہ ان کا مسئلہ ہے، کوئی مجھ سے پوچھے گا کہ اسپرٹ آپکو لگ گئی تو آپ نے اس کو نجس کیوں نہیں سمجھا اس کے ساتھ نماز کیوں پڑھ لی تو میں کہوں گا کہ آیت اللہ العظمیٰ سید علی سیستانی اس کو پاک سمجھتے تھے..... مثلاً اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ نماز جمعہ امامؑ کی غیبت کبریٰ میں واجب کی نیت سے پڑھتے تھے مستحب کی نیت سے یا قربتاً الیٰ اللہ کیوں نہیں پڑھتے تھے..... میں کہوں گا میرا جو مجتہد تھا یا مرجع تقلید تھا آیت اللہ خامنہ ای یا مثلاً آیت اللہ سیستانی یا فلاں فلاں تو انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ میں چھوٹ گیا..... میرا کام ختم ہو گیا..... اب جواب وہ دے گا۔ مجتہد جواب دے گا، اس سے خدا سوال کرے گا تم نے میرے اس بندے کو یہ فتویٰ کیوں دیا، یہ حکم کیوں دیا۔ اب حکم خدا تو ایک ہے تو اگر اس مجتہد کا فتویٰ اللہ کے حکم کے مطابق ہوا تو اس کو دو ثواب ملیں گے۔ اور اگر خدانخواستہ اس کا فتویٰ اللہ کے حکم کے مطابق نہ ہوا تو پھر بھی اس کو ایک ثواب ملے گا اور وہ اس لئے کہ جو ذرائع اس کے پاس موجود تھے جو شعور و عقل اس کے پاس تھی، جو کتابیں اس کے پاس موجود تھیں، جو احادیث اس کی دسترس میں تھیں، جو علمی وسائل اس کے پاس تھے، جو سابقہ مجتہدین کے فتاوی اس کے پاس تھے، ان کو دیکھ کر اس نے فتویٰ دیا..... اس نے تو کوئی خیانت نہیں کی تھی..... کوئی بد دیانتی نہیں کی، تو اس کو اس محنت کا ثواب ملے گا اور جو اس کے مقلد ہیں وہ تو آزاد ہیں، ان لوگوں نے تو جواب دینا ہے کہ ہم نے فلاں مجتہد کے فتویٰ کے مطابق عمل کیا ہے، لہذا جن لوگوں نے انشاء اللہ تقلید کر رکھی ہے..... وہ فائدے میں ہیں، لیکن جن لوگوں نے تقلید نہیں کی انھیں اپنے

اعمال کی درستگی کے لئے اعلم مجتہد کی تقلید کر لینی چاہیئے، اس وقت جن مجتہدین کی تقلید ہوسکتی ہے ان میں سرفہرست آیت اللہ سید علی خامنہ ای ہیں ان کے علاوہ آیت اللہ سید علی سیستانی ہیں آیت اللہ حافظ بشیر حسین، آیت اللہ فاضل لنکرانی، آیت اللہ جواد تبریزی، آیت اللہ وحید خراسانی، آیت اللہ محمد تقی بہجت عظمم اللہ تعالیٰ۔ مزید معلومات آپ خود لے سکتے ہیں ..... اور مسائل کی کتابیں توضیح المسائل کی شکل میں موجود ہیں آپ ان سے ہر مجتہد کا فتویٰ معلوم کر سکتے ہیں۔ آپ جب بازار سے ایک مالٹا لینے جاتے ہو تو دیکھتے ہو کہ اچھا ہے کہ برا ہے، سبزی لینے جاتے ہو تو دیکھتے ہو کہ تازہ ہے یا باسی ہے۔ کپڑا لینے جاتے ہو تو دس دفعہ چیک کرتے ہو..... بھئی اللہ کا حکم معلوم کرنے کے لئے بھی کچھ وقت تو ہونا چاہیئے بغیر سوچے سمجھے ہر ایک شخص سے اللہ کا حکم نہیں لے لینا چاہیئے۔ بلکہ اس بارے آپ کو زیادہ احتیاط برتنی چاہیئے۔ اس میں اپنی رائے کو دخل نہیں دینا چاہیئے ورنہ امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے سامنے مجرم ہو گے..... ہم امامؑ کے احکام کی خلاف ورزی کرنے لگے تو کس طرح امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے حکم کے تابع ہونگے اس میں تو اپنی رائے اور اپنی مرضی نہیں چلے گی احکام خدا میں اپنی مرضی نہیں چلتی۔

جتنے بھی دشمنان اہل بیت علیہم السلام تھے آئمہ علیہم السلام کی فضیلت سے آگاہ تھے، آئمہ علیہم السلام کے معجزات کو جانتے تھے، آئمہ علیہم السلام کی زیارت کرتے تھے۔ خدا کرے ہمیں امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) اور باقی آئمہ علیہم السلام کی زیارت نصیب ہو..... مگر امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) جو موجود ہیں ان کی زیارت اس صورت میں ہو سکتی ہے، جب انسان کا دل پاک ہو، دل صاف ہو، دل اس لائق ہو کہ اس میں جمال امامؑ کا عکس آسکے، یہ تو بنیادی شرط ہے آئمہ علیہم السلام کے دور کے لوگ یہ سب کچھ جانتے تھے لیکن ان کے احکام نہیں مانتے تھے۔، ان کے فرامین نہیں مانتے تھے۔

مصائب:

دیکھئے کوفہ ہے، رمضان کا مہینہ ہے، انیس رمضان المبارک کی صبح ہے، مولا علی علیہ السلام کو ضربت لگ چکی ہے، مولا علی علیہ السلام کو اپنے گھر کے قریب لے آئے، مولا علی علیہ السلام نے ایک جملہ جو اپنے بیٹے حسن علیہ السلام سے فرمایا وہ یہ تھا:۔ بیٹا حسن میری چارپائی یہیں پر رکھ دیں، سارے آپ کے ماننے والے روتے ہوئے اور ماتم کرتے ہوئے آ رہے تھے مولاؑ نے اپنی چارپائی رکھوائی تو ان سے کہا کہ میں تم سب سے کہتا ہوں کہ یہیں سے واپس چلے جاؤ..... انہوں نے عرض کیا مولاؑ ہمارا دل برداشت نہیں کرتا کہ ہم آپؑ کو زخمی حالت میں چھوڑ کر جائیں۔ امامؑ نے فرمایا میں کہتا ہوں تم سب چلے جاؤ، جب بار بار اصرار کیا تو مولاؑ نے فرمایا دیکھو میری ضربت کی خبر میری بیٹیوں کو مل چکی ہے جب وہ میرے چہرے کو خون آلود دیکھیں گی تو ان کی رونے کی صدائیں بلند ہوں گی۔ میں نہیں چاہتا کہ میری بیٹیوں کی رونے کی آوازیں آپ تک آئیں۔ میں کہتا ہوں کہ مولا علی علیہ السلام یہ تو سارے آپ کے مخلصین ہیں سارے آپ کے شیعہ ہیں آپ کی غیرت گوارہ نہیں کرتی کہ یہ آپ کی بیٹیوں کی رونے کی آوازیں سنیں۔ میں قربان جاؤں کاش آپ اس وقت ہوتے جب آپ کی بیٹیوں کو کوفہ کے بازار میں لایا گیا، جب آپ کی بیٹیوں کو کوفہ کے دربار میں کئی گھنٹے کھڑا رہنا پڑا۔

عزادارو! مولا علی علیہ السلام کا قاتل ابن ملجم ملعون گرفتار ہو کر آپ کے سامنے لایا جاتا ہے۔ مولا علی علیہ السلام نے اس ملعون سے سوال کیا۔

اے ابن ملجم! کیا میں تیرا اچھا امامؑ نہیں تھا..... کیا میں نے تجھے کوئی تکلیف دی تھی؟ کیا میں نے تیرے حقوق کو ادا نہیں کیا تھا؟ اس کے پاس اس کے سوا کوئی جواب نہیں تھا کہ جو بد بخت ہو، اسے آپ کیسے بچا سکتے ہیں؟ دیکھیں ابن ملجم مولا علی علیہ السلام کے سامنے یہ اعتراف کر رہا ہے کہ مولا علی علیہ السلام اس کے مہربان امامؑ تھے، ان کی خدمت میں تھے، امامؑ اس کے حقوق بھی دیتے تھے، اس سے پیار بھی کرتے تھے، لیکن اس کا دل سیاہ ہو چکا

تھا، یہ بد بخت ہو چکا تھا۔ لہذا اس نے اتنا بڑا جرم کیا کہ یہ شخص اولین و آخرین کا بد بخت ترین شخص قرار پایا لیکن امامؑ کی رحم دلی دیکھیں کہ امامؑ فرماتے ہیں کہ رات کو جو میرا دودھ رکھا تھا وہ اس ابن ملجم کو لا کر دیں کیونکہ یہ پیاسا ہے، میں کہتا ہوں کہ مولاؑ آپ تو قاتل کو بھی دودھ پلاتے ہیں لیکن کربلا میں آپ کے چھوٹے چھوٹے بچے پیاسے تھے ان مسلمانوں کو، ان کوفیوں کو، شرم نہ آئی کہ آپ کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو پانی پلا دیتے۔

الا لعنة الله على القوم الظالمين

سيعلم الذين ظلموا اى منقلب ينقلبون

مجلس نمبر 14

عنوان: معرفت امام زمانہ علیہ السلام

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:۔

﴿من مات ولم یعرف امام زمانه مات میتة جاهلیة﴾

جو اپنے امام کی معرفت کے بغیر مرا وہ جہالت کی موت مرا

معرفت امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے بارے میں ہماری گفتگو چل رہی ہے اور آپؑ کے دور میں ہماری ذمہ داریوں کا تذکرہ ہو رہا ہے، تین ذمہ داریاں ہم بیان کر چکے ہیں سب سے پہلی ذمہ داری جو ہمیں اپنے ذہن میں رکھنی ہے..... وہ یہ ہے کہ امامؑ کے متعلق جو ہماری معلومات ہیں، جو ہمارا علم ہے، اس کو ہم نے یقین میں تبدیل کرنا ہے۔

دوسری ذمہ داری ہے ہم پر مشکلات آئیں، جو مصائب آئیں، جو پریشانیاں آئیں انھیں برداشت کرنا ہے۔ اور صبر کرنا ہے.....۔

تیسری ذمہ داری بہت ہی اہم ذمہ داری ہے، کہ ہمیں پتہ ہو کہ ہمارے امامؑ ہم سے کیا چاہتے ہیں؟ تیسری ذمہ داری بہت ہی اہم ذمہ داری ہے ہمیں اسلامی احکام کا علم ہونا چاہیئے۔ اسلامی احکام کو کیسے حاصل کرنا ہے۔؟ بڑی تفصیل کے ساتھ اس پر گفتگو ہو چکی۔

مجتہدین سے دینی احکام لینے کے حوالے سے میں اس جگہ ایک اہم بات بیان کرنا چاہتا ہوں۔ اس کی تمہید کے طور پر سمجھیں۔ کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن و احادیث کی روشنی میں اُمت کے حاکم بھی ہیں یعنی سربراہ مملکت بھی وہ ہیں، مقننہ کے سربراہ بھی وہی ہیں یعنی قانون ساز بھی وہ خود ہیں عدلیہ کے سربراہ بھی وہ ہیں، مسائل بیان کرنیوالے بھی وہ خود ہیں، یعنی مرجع خلائق بھی وہ خود ہیں، بعنیہ چاروں صورتیں ان

میں موجود ہیں جوان کے جو قائم مقام اور اوصیاءؑ ہیں مثلاً مولا علی علیہ السلام..... ان میں بھی یہ ساری حالتیں تھیں۔ ان میں سب سے اہم صورت انکا مرجع خلائق ہونا ہے۔ یعنی لوگوں نے جو کچھ لینا ہے ان سے آکر پوچھیں، تمام مشکلات و مسائل بیان کرنے کی مسند ان کے پاس ہے ہم تاریخ میں دیکھتے ہیں کہ اس مسند پر ہمارے آئمہ علیہم السلام ہی ہمیشہ فائز رہے۔ اور یہ منصب ان سے کوئی نہ چھین سکا اور نہ ہی چھین سکتا تھا، باقی رہا حکومت کا معاملہ..... تو اس کا تعلق لوگوں سے ہوتا ہے، لوگ چاہیں تو کسی کو حاکم بنا دیں نہ چاہیں تو نہ بنائیں لوگوں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد مولا علی علیہ السلام کو اپنا حاکم تسلیم نہیں کیا تو انہوں نے نقصان اپنا کیا ہے..... مولا علی علیہ السلام کا تو کوئی نقصان نہیں ہوا خود لوگوں کو نقصان ہوا، اگر امام جعفر صادق علیہ السلام کو کسی نے اپنا حاکم تسلیم نہیں کیا اور منصور دوانقی جیسے ظالم شخص کو اپنا حاکم بنالیا تو نقصان عوام کا اپنا ہوا۔ خدا نے تو انتظام کر دیا تھا۔ لوگوں نے اسے قبول نہیں کیا یا مثلاً جب لوگوں نے یزید لعین کی حاکمیت کو قبول کر لیا طوعاً یا کرھاً، اختیار کے ساتھ یا بے اختیاری کے عالم میں، خوف سے یا لالچ سے، جس طرح سے بھی اور امام حسین علیہ السلام کو قبول نہیں کیا تو وہ لوگ خود بخت ہوئے..... نہ کہ امام حسین علیہ السلام کے مقام کو کچھ ہوا۔ حکومت کا جو معاملہ ہوتا ہے یہ لوگوں کے ہاتھوں میں ہوتا ہے، لہذا ہمارے لئے مولا علی علیہ السلام کو پہلا خلیفہ مانیں یا چوتھا مانیں کوئی فرق نہیں پڑتا..... مولاؑ کی امامت، مولا علی علیہ السلام کی وصایت، مولاؑ کی خلافت حقہ پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اور دیکھیں مولا علی علیہ السلام مرکز علم تھے لہذا سب خلفاء اپنی مشکلات ان کے پاس آکر حل کراتے تھے۔ کیونکہ مرجع خلائق آپؑ ہیں یہ امامؑ کی خصوصیات سے ہے ہمارے ہاں مروجہ ذاکری میں تمام گفتگو امامت کے حوالے سے سمٹ کر خلافت اور حکومت کے مسئلہ پر آجاتی ہے جبکہ حکومت کا مسئلہ ایک جزئی مسئلہ ہے، خلافت کو جب حکومت کے معنی میں لیں گے تو اسکی حیثیت بھی ایک جز کی ہے، اس میں حکومت اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے..... اصل بات یہ ہے کہ ہمارے آئمہ علیہم السلام مرجع خلائق ہیں، ان کی

مرجعیت یہ ہے کہ لوگوں نے اپنے مسائل ان سے جا کر پوچھنا ہیں اور ان سے ہی حل مانگنا ہے ہم دیکھتے ہیں کہ معاویہ جیسا شخص بھی جب اس پہ کوئی مشکل آ پڑتی ہے اور مسئلہ اس سے حل نہیں ہوتا اور اس کی کرسی کو خطرہ ہوتا ہے تو وہ بھی اپنا نمائیندہ مولا علی علیہ السلام کے پاس بھیجتا ہے..... اور مسئلہ کا جواب مولا علی علیہ السلام سے لیتا ہے۔، پس مرجعیت کا منصب ان سے کوئی نہیں لے سکتا۔ اور باقی رہا حکومت کا معاملہ تو اسے تسلیم کرنا لوگوں کے اختیار میں ہے، اللہ تعالیٰ نے جبر تو نہیں کیا۔ اگر جبر کیا ہوتا تو آخری حجت کو غیبت میں کیوں رکھتا اگر کسی بھی امامؑ کو اللہ تعالیٰ کرھا سب پر مسلط کرنا اور اجبارا سب کو ایک ہی نظریہ پر لے آنا تو پھر اتنا لمبا چوڑا انتظام کرنے کی ضرورت نہ تھی، خدا کے تو اختیار میں ہے لیکن خدا یہ چاہتا ہے یہ لوگ سب کچھ اپنے اختیار سے کریں۔ کوئی جبر نہیں ہے، اس لئے آخری حجت (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کو غائب رکھا ہوا ہے کہ لوگ فکری طور پر اتنے پختہ ہو جائیں اور اپنے بنائے ہوئے نظاموں کو بھی آزمالیں۔ جب ان کی مشکلات حل نہ ہوں گی اور ہر دل کی خواہش ہو گی کہ اب کوئی غیبی طاقت آئے جو ہماری مشکلات حل کرے اور اس دنیا کو امن کا گہوارہ بنائے جب یہ تڑپ ہو گی اور ہر طرف سے آواز آئے گی..... اب اسے بھیج جسے پردے میں چھپا رکھا ہے۔ پھر آخری حجت علیہ السلام آئیں گے تو وہ منتقم بن کر آئیں گے، اللہ کی طرف سے انتقام کی تلوار ان کے ہاتھ میں ہو گی..... اور پوری دھرتی پر اپنے انصار و رفقاء کیساتھ نظام اسلام قائم کریں گے۔ اس دور میں اسلام کی ہر جگہ حکومت ہو گی اور مسلمانوں کا ہی ہر جگہ راج ہو گا۔ ﴿انشاء اللہ﴾

لہذا ایک نکتہ جو اس جگہ ہے وہ دینی مرجعیت کا ہے یعنی دینی مسائل ان سے جا کر لینا ہیں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کے وارث ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ترجمان ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن ناطق بنایا ہے جن کے بیان کو خداوند نے اپنا بیان قرار دیا ہے..... امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) جو ہیں ان کی حاکمیت بھی ہے، ظاہر ہے اسی حوالے سے موجود ہے اور بھی سب کے لئے واضح ہے کہ جو عالم قرآن ہو گا تو وہی

حکومت کرنے کا حق رکھتا ہے۔ اگر ان لوگوں سے کوئی پوچھے کہ عالم قرآن کو حاکم بنانا چاہیئے یا اسے جو عالم قرآن نہیں ہے تو سب لوگ کہیں گے عالم قرآن کو، عالم قرآن کے حوالے سے..... پھر اس سے سوال ہو کہ جو تھوڑا علم رکھتا ہے اسے حاکم بنایا جائے یا جو اس سے زیادہ علم رکھتا ہے اسے حاکم بنایا جائے..... ایک عادل ہے اور ایک غیر عادل ہے اس صورت میں کس کو حاکم بنائیں گے جو عادل ہوگا یا جو غیر عادل ہوگا۔..... اسی طرح ایک سیاسی امور سے آگاہی رکھتا ہے اور ایک نہیں رکھتا، کون حاکم ہو؟ جو سیاسی امور سے آگاہی رکھتا ہے، لوگ اسے حاکم بنائیں گے یہ عقلی بحثیں ہیں جو ہمارا موضوع نہیں ہیں۔

ولی کا منصب:

میں ایک نکتہ کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے..... مجتہدین کے حوالے سے..... کیونکہ ہم نے جو بحث کی ہے وہ تشنہ نہ رہے اس کی طرف کم از کم اشارہ ہو جائے۔ جو شخص مجتہد ہوتا ہے وہی مرجع دینی ہوتا ہے۔ یعنی ہم نے دینی احکام اس سے لینے ہیں یہی سلسلہ غیبت کبریٰ کے دور میں عام طور پر چلتا رہا ہے لیکن اگر کسی مجتہد کے ہاتھ میں اسلامی حکومت آجاتی ہے۔ اور وہ اسلامی نظام کو کسی ایک خطے میں نافذ کر لیتا ہے تو وہ جو حکومت کا سربراہ ہوگا کیونکہ وہ بھی مجتہد ہوتا ہے، اس میں حاکم بننے کی تمام شرائط موجود ہوتی ہیں تو امامؑ کی وہ حیثیت جو حاکمیت والی ہے وہ مجتہد وفقیہ اس حیثیت میں ان کا نائب ہوگا اور یہ ایک زمانے میں فقط ایک ہی ہوسکتا ہے..... کیونکہ حاکم ایک ہوتا ہے چار نہیں ہوسکتے۔ مرجع تقلید دین یعنی دینی مسئلہ معلوم کرنے کے لئے سو مجتہدین موجود ہیں، ان میں سے جو بھی زیادہ علم والا ہے اس کی تقلید کرو، لیکن ان مجتہدین میں سے کوئی ایک اسلامی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو پھر خود مجتہدین پر بھی واجب ہے کہ وہ اس کی اطاعت کریں..... تقلید تو وہ نہیں کر رہا ہوتا اطاعت کر رہا ہوتا ہے، اسلامی سربراہ کے حوالے سے سب پر اطاعت کرنا فرض ہو جاتا ہے..... چاہے عام فرد ہو یا مجتہد ہو۔ ہم ایسے دور میں موجود ہیں کہ جس کو عصر ظہور کہا جاتا ہے جو اسلام کے

غلبے کی صدی ہے اسلام کے غلبہ کا دور ہے اور اسی طرف ہم جارہے ہیں زمانہ ظہور آچکا ہے، اور وقت ظہور کی انتظار ہے اور ان دونوں میں فرق ہے جب کہ فکس وقت کی انتظار ہے وہ زمانہ ظہور شروع ہو چکا ہے۔ اس دور کو عصر ظہور کہتے ہیں، خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں اس دور میں پیدا کیا، جس میں اللہ تعالیٰ نے ایک فقیہ آل محمدؐ امام خمینیؒ کو توفیق دی..... کہ وہ ایران میں اسلامی حکومت قائم کریں جس سے ولی فقیہ کا تصور ذھن میں آیا ہے۔ جب کہ بعض شیعہ یہ سن کر بڑے پریشان ہو جاتے ہیں کہ یہ ولی فقیہ کیا ہوتا ہے، بھئی ولی فقیہ یعنی اسلامی مملکت کا حاکم..... اب کیونکہ اسلامی حکومت کا ایک سربراہ بن گیا ہے..... وہ ہم سب کا سربراہ ہے۔ ہمارا ملک پاکستان ہے ہم کسی کی حکومت میں دخل دینے والے لوگ نہیں ہیں ہم بڑے پرامن لوگ ہیں، لیکن ہمارا اپنا ایک نظریہ ہے، مذہبی آزادی ہے، ہر ایک کو اپنا نظریہ اپنانے کا حق ہے..... ہمارے اس نظریے کے تحت جہاں بھی ''علیؑ ولی اللہ'' پڑھنے والے ہوں گے وہ اس فقیہ کو اپنا حاکم مانیں گے اور رہبر بھی مانیں گے اور امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی نیابت میں اس کی اطاعت میں بھی ہوں گے اور وہ ہر دور میں ایک ہوتا ہے، دس نہیں ہو سکتے جب کہ مرجع تقلید تو کافی ہو سکتے ہیں..... یہ ولایت فقیہ کا تصور ہے، یعنی فقیہ جامع الشرائط کی حکومت اور ولی فقیہ یعنی ایسا فقیہ جو اسلامی مملکت کا حاکم ہو اور وہ ایک ہو سکتا ہے وہ کئی نہیں ہو سکتے..... اس کی اطاعت مرجع تقلید پر بھی واجب ہے اگر کسی جگہ کوئی حکم مرجع تقلید کے فتویٰ سے ٹکرا جائے تو ولی فقیہ کا حکم مقدم ہوگا۔

چہ جائیکہ ایک عام انسان اور ایک عام مومن بہر حال فقہاء کی دو قسمیں ہیں ایک عام مجتہدین ہیں۔ دوسرے وہ ہیں جو مرجع دین ہیں اور انہیں سے بعض اوقات کوئی خوش نصیب بھی ہوتا ہے جو اسلامی مملکت کا سربراہ بن جاتا ہے وہ مجتہد ولی فقیہ کہلاتا ہے جیسا کہ آج کے دور میں ہو چکا ہے اور اس وقت ہم سب کے ولی فقیہ آیت اللہ العظمیٰ السید علی خامنہ ای ہیں جب کہ مراجع تقلید اس وقت پندرہ ہیں جو نجف اشرف اور قم کے اندر موجود

ہیں بہر حال ولی فقیہ ایک شخص ہیں اور ہم سب کو اس ایک کی اطاعت کرنا ہے کیونکہ اس کی اطاعت حاکمیت اولی الامر کے عنوان سے خود امام زمانہ عج کی اطاعت کرنا ہے۔

چوتھی ذمہ واری:

مولاؑ کی جو رعیت ہے اس سے محبت کرنا، اس کی میں ایک مثال دیتا ہوں..... کہ آپ ایک بڑے آدمی ہیں۔ آپ کے ماتحت کافی سارے لوگ ہیں جن کو آپ روزگار مہیا کرتے ہیں جن کی کفالت آپ کے ذمہ ہے۔ غذا کی فراہمی، ان کے لباس کی فراہمی، مکان کی فراہمی، یہ تمام امور آپ انجام دے رہے ہیں..... وہ سب آپکے دستر خوان پر کھاتے ہیں، وہ سب گویا کہ آپ کے نوکر ہیں، اب ان میں سے آپ کو کونسا غلام اچھا لگتا ہے؟ ظاہر ہے وہ غلام جو آپ کی رعیت سے پیار کرتا ہوگا، اب دیکھیں ہم سب امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے دستر خوان سے کھا رہے ہیں، کوئی کم کھا رہا ہے اور کوئی زیادہ کھا رہا ہے۔ کوئی ناسمجھی میں کھا رہا ہے کوئی سمجھ کے کھا رہا ہے، لیکن دستر خوان عام ہے..... سب کو روزی امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے وسیلہ سے مل رہی ہے سب کے سب امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے نمک خوار ہیں۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام حضرت امامؑ مھدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے جمعہ کے خطبہ میں فرماتے ہیں۔ ''**بیمنہ رزق الوری**'' یمن کا معنی برکت اور روجہ کے ہیں..... بیمنہ بڑا ہی لطیف لفظ مولاؑ نے استعمال کیا ہے مثلاً آپ فرض کریں مجھے کسی نے دعوت دی اور میرے لئے سارا اہتمام ہوا اور میرے ساتھ پندرہ بیس حواری ہیں..... وہ بھی وہ پہنچ گئے اور صاحب خانہ سے کہنے لگے کہ ماشاء اللہ آپ کی بڑی مہربانی آپ ہمارے گھر تشریف لائے ہیں وہ کہیں گے کہ بھئی ہم تو شاہ صاحب کے صدقے آئے ہیں، ہم تو ان کے طفیلی ہیں، یہ تو ان کی عنایت اور برکت ہے اور انکی برکت سے سب کچھ مل رہا ہے اور ایسا کہتے بھی ہیں..... تو دستر خوان کائنات ہے، اس میں قسم قسم کی نعمتیں ہیں، ھوا، فضاء یہ پانی، یہ ہلہلہاتے کھیت، روشن ستارے، سورج چاند، سب کچھ، جمال حیات سے ہے..... فقط

انسان کوان کے طفیل میں رزق نہیں مل رہا، بلکہ پوری کائنات فیض یاب ہورہی ہے اسی لیے مولا نے لفظ ''وریٰ'' استعمال کیا ہے۔جس کا مطلب ماسوائے اللہ کے ہے، اللہ کے سوا جو بھی ہے وہ وریٰ ہے یعنی جو بھی مخلوق ہے وہ '' **بیمنہ رزق الوری** '' میں آجاتی ہے۔ وریٰ کو یعنی ماسویٰ اللہ.....کو، اللہ کی طرف سے جو روزی دی جارہی ہے یہ حضرت حق جدید علیہ السلام کی برکت سے ہے، جتنی بھی اللہ کی مخلوق ہے حتی کہ فرشتے، رضوان حورالعین، ''ارواح ذرہ سے مجریٰ'' تک، خاک سے عرش تک، یہ جو جراثیم کی کائنات ہے، یہ حشرات الارض کی جو کائنات ہے، حیوانات کی کائنات، درندوں کی کائنات، اور سب پہاڑ، جمادات، نباتات یہ ہوائیں یہ سب کہکشائیں، یہ نورانیت، یہ چمک دمک، یہ سب ''بمنہ'' (ان کی برکت سے).....؟ ہے امام زمانہ علیہ السلام کے انتظام میں ہے.....اور ہم انکے طفیلی ہیں۔ہم میں سے کسی کی کوئی حیثیت نہیں، ہم میں سے کسی کو یہ استعداد صلاحیت اور لیاقت نہیں یہ سب کچھ ہمارے لیے ہو نہ ایسا نہیں کہ ہم میں کوئی ہنر و قابلیت، ہو دیکھیں کائنات کی ہر چیز ہماری خدمت میں ہے، **و سخر نا لکم:.** کا اعلان ہورہا ہے ''اور ہم نے ہر چیز تمھارے اختیار میں دے دی ہے'' ہم حیوان کو جیسے چاہیں استعمال کریں، جب چاہے ذبح کریں۔ جب چاہیں سواری کریں.....سمندر کو جیسے چاہو اپنے استعمال میں لے آؤ۔فضا کو جیسے چاہو اپنے استعمال میں لے آؤ.....ہوا کو جیسے چاہو اپنے استعمال میں لے آؤ..... پہاڑوں کو جیسے چاہو اپنے استعمال میں لے آؤ.....صحراؤں کو جیسے چاہو اپنے استعمال میں لے آؤ.....حتیٰ کہ سیاروں تک جو اپنی ہمت سے جانا چاہے جائے جس طرح چاہیے ان سے فائدہ اُٹھائے کوئی رکاوٹ نہیں ہے.....سب کچھ آپ کے اختیار میں دے دیا ہے۔ یہ سب کچھ آپ کو استعمال کرنے کی اجازت دی گئی ہے، تو اس میں میری قابلیت اور لیاقت نہیں ہے۔اور نہ ہی میں اس لائق ہوں نہ ہی میں اس شان والا ہوں..... یہ سب کچھ مجھے دیا جائے، یہ سب کچھ اس شان والے کی وجہ سے ہے۔اور ہم سب ان کے طفیلی ہیں۔اور اس کے صدقے میں اور اس کی

برکت سے، اس کے وجود کی وجہ سے کھا رہے ہیں۔ **وبوجودہ تبتت الارض والسملہ**..... یہ جملہ پہلے سے زیادہ وسعت رکھتا ہے، اس میں ہے کہ **'بوجودہ تبتت الارض والسملہ** 'یعنی آسمان کا جو ثبات ہے، ستارے جو آپس میں ٹکراتے نہیں ہیں۔ یہ نظام ایکدوسرے سے الجھتا نہیں ہے، چاند اور زمین کا جتنا فاصلہ ہے اگر اس سے تھوڑا کم ہو جائے تو سب کچھ ریزہ ریزہ ہو جائیں ..... یہ جو نہیں ہوتا، کیوں نہیں ہوتا؟ ..... کیونکہ حجت خدا علیہ السلام موجود ہیں۔

حدیث ہے کہ ''اگر حجت خدا علیہ السلام کائنات میں نہ ہو تو ہر چیز تباہ برباد ہو جائے'' وہ ذات ہے جس کی وجہ سے ہر چیز اپنی جگہ پر ہے، اگر حجت خدا علیہ السلام نہ ہو تو سارا نظام درہم برہم ہو جائے ..... ریزہ ریزہ ہو جائے، اس کے وجود سے کائنات میں ثبات ہے..... جو وہ چاہیں وہی ہوتا ہے، ان کے ہاتھ میں اللہ تعالی نے کائنات کا تصرف اور کنٹرول دیا ہے اور وہ جنابؑ اس کو کنٹرول کئے ہوئے ہیں۔

میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انشقاق القمر کیا تھا؟ آپ سب کا عقیدہ ہے یا نہیں ہے؟ ظاہر ہے، یہ ایک اسلامی عقیدہ ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاند کی تصویر کے دو ٹکڑے نہیں کیے تھے بلکہ اصل چاند کے دو ٹکڑے کئے تھے، جس پر حال ہی میں سائنس دان گئے ہیں اسی چاند کے دو حصے ہوئے تھے، کوئی جادو تو نہیں تھا قرآن کہہ رہا ہے کہ انشق القمر یہ آیت کریمہ ہے' ابھی سائنس دان کیا کہتے ہیں انسان کی تحقیق کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ اگر یہ چاند جس جگہ پر کھڑا ہے اس کا ایک فاصلہ زمین سے ہے سورج سے ہے۔ یہ سب ایک سسٹم ہے، ہمارا چھوٹا سا نظام شمسی ہے..... ورنہ اس کے علاوہ اور بھی نظام ہائے شمسی موجود ہیں اور وہ اس ہمارے نظام شمسی سے کئی گنا بڑے ہیں اور پتہ نہیں کتنے سورج اور ہیں۔ رصد گاہیں نت نئے نئے سیاروں کے بارے میں اور نئی نئی کہکشاؤں کا انکشاف کر رہی ہیں..... جس کا ایمان اپنے امامؑ کے بارے میں ہو وہ تو ان ساری چیزوں کا مطالعہ کرنے کے بعد امامؑ سے اس کا عشق اور

بڑھے گا، محبت اور بڑھے گی، عقیدہ اور آگے بڑھے گا، جہاں تک آج کا انسان پہنچا ہے البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چودہ سو سال پہلے مکہ کی وادی میں پہاڑی پر کھڑے ہو کر اسی چاند کو وہاں سے اٹھایا اور اسے دو نیم کر دیا۔ نہ زمین برباد ہوئی، نہ سورج کو کچھ ہوا، نہ کہکشاؤں کو کچھ ہوا، حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو وہاں سے اٹھایا دو نیم کیا آدھا ادھر سے گزر گیا آدھا ادھر سے گزر گیا، .....تو یہ کیا ہے؟ اس سے سمجھو کہ یہ حجت خداؑ ہیں .....جن کے پاس کائنات کا سارا کنٹرول ہے، نظام اپنی جگہ پر چلتا رہے وہ جس سیارے کو اپنی جگہ سے اٹھانا چاہیں وہاں سے اٹھالیں .....اب لوگ شک کرنے لگتے ہیں کہ یہ کیسے ہوا؟

مولا علی علیہ السلام کی ازدواج کے وقت ایک ستارہ جناب سیدہ (صلواۃ اللہ علیہا) کے گھر اترا یہ ایسے ہوا..... جیسے چاند دو نیم ہوا وہ مکہ کی سرزمین پر اترا.....تو اسی حجت خداؑ کی بیٹی کی جب شادی ہو رہی ہے تو ایک ستارہ مدینہ کی سرزمین پر اترا میں کہتا ہوں سلامی دینے کے لئے اور یہ بتانے کے لئے کہ یہ تمام نظام انکے کنٹرول میں ہے کسی اور کے کنٹرول میں نہیں ہے.....

بحث سے بحث نکل آئی ہے.....اصل بات تو ہم نے یہاں سے چلائی تھی کہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم مولاؑ کی رعیت سے محبت کریں ہم ہیں ہی محبت کرنے والے، دین نام ہی محبت کا ہے، جہاں نفرت ہے وہ دین نہیں ہے " **المومنون تمریون، شیعتنا حلویون** "لفظی ترجمہ میں کرتا ہوں کہ شیعہ حلوہ کھانے والے ہیں، حلوہ پوری روز کھاتے ہیں، شیعہ کھجوریں کھانے والے ہیں ..... دراصل یہ تشبیہ دی گئی ہے یعنی شیعہ آپس میں اس طرح شیر وشکر ہو کر رہتے ہیں کہ ان کو کھجوروں کی مٹھاس اور حلوے کی مٹھاس سے تشبیہ دی گئی ہے۔ یعنی پیار اور محبت کی اس منزل پر فائز ہیں، جب کوئی مومن مومن کی ملاقات کیلئے جائے ..... جب مومن ایک دوسرے کو ملیں تو مومن کو چاہیئے کہ وہ دوسرے مومن کو سلام کریں آپس میں مصافحہ کریں۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے لالچ بھی بڑی

دی ہے تا کہ میرے بندے اس سے فائدہ اُٹھالیں.....فرماتا ہے اگر سلام کرو گے تو 69 نیکیاں تمھاری لکھی جائیں گی اور جواب دینے والوں کو ایک نیکی ملے گی البتہ جواب دینا تم پر واجب ہے..... کہتے ہیں کہ..... جب اپنے مومن بھائی کی ملاقات کرنے کے لئے جاؤ تو ہر قدم پر تمھارے گناہ جھڑتے جائیں گے اور تمھاری نیکیاں بڑھتی جائیں گی اور ایک اور مقام پر فرمایا کہ جو تمھارے ساتھ قطع رحمی کرے تو تم اس کیساتھ رشتہ جوڑو اور پھر رشتے داروں کیساتھ تو یہ صلہ رحمی کی بات کی اور زیادہ تاکید کی گئی ہے ہمارے ہاں کیا ہے؟ ہمارے ہاں تو جیسے جیسے قریب زمانہ آتا جارہا ہے رشتے داروں کا اتنا پتہ ہی نہیں ہوتا بچوں کو..... حالانکہ رشتے داروں کیساتھ صلہ رحمی کی بہت تاکید کی گئی ہے جس کا حساب ہی نہیں روایت میں صلہ رحمی کا فائدہ بیان کیا گیا ہے۔ فرماتے ہیں صلہ رحمی سے شہر آباد ہوں گے صلہ رحمی سے روزی بڑھے گی، صلہ رحمی سے عمر بڑھے گی آپس میں ایک دوسرے کے بارے میں کہا گیا ہے..... کہ آپ ایک دوسرے کو جا کر سلام کر آئیں اب یہاں تو یہ ہے کہ باپ بوڑھا ہو گیا ہے تو بیٹا بابا کو ملنے نہیں جاتا سلام کرنے ہی نہیں جاتا یہ بھی ایک موضوع ہے..... کہ والدین کی اطاعت پر بچوں کی بالکل توجہ ہی نہیں ہے ماں باپ کا بالکل لحاظ ہی نہیں ہے..... آئندہ مجالس میں انشاء اللہ اس حوالے سے کچھ تذکرہ کروں گا تو بات یہ ہو رہی تھی کہ جہاں محبت نہیں ہے وہاں پر دین نہیں دیکھو جنتیوں کی خصوصیات میں آیا ہے جب وہ ایک دوسرے کو ملیں گے تو سلام سلام ماشاء اللہ ماشاء اللہ ایک دوسرے کو خوش خرم خوش آمدید کہیں گے۔ ہنستے ہوئے سب سے ملیں گے کہیں لڑائی نہ ہوگی۔ جھگڑا نہ ہوگا گالی گلوچ نہ ہوگی؟ اور جہنمیوں کی خصوصیات سے ہے کہ جہنمی ایک دوسرے سے اس طرح لڑ رہے ہوں گے جس طرح کتے کسی مردار گوشت پر لڑتے ہیں..... ایک کہے گا تو مجھے جہنم میں لے آیا وہ کہے گا تو میرا برا ساتھی تھا۔ ایک کہہ رہا ہوگا تو مجھے سیدھا لے کر جاتا تھا اس نے کہا تو نے مجھے خمس نہیں نکالنے دیا، اس نے کہا کہ تو نے مجھے برباد کر دیا۔ ایسے ہی انداز میں ایک دوسرے کیساتھ لگے ہوئے ہوں گے ایک کہے

گا تو مجھے فلاں کے پاس لے گیا تھا تو نے مجھے فلاں کے ایمان کے بارے میں کہا تھا ایسے لگے ہوں گے جل رہے ہیں۔ سڑ رہے ہیں خدا ان کو بولنے کی قدرت دے گا..... آپ دعائے کمیل پڑھ کر دیکھیں جس میں ہے اے خدا! اگر ہم جھنم میں پہنچ گئے تو مومن دل والے کہیں گے یا اللہ تو ہم پر رحم فرما تو تو کریم رب ہے میں تجھ پر ایمان رکھتا ہوں تو مجھے جھنم سے نکال دے..... بہر حال وہاں لڑائی ہو گی جنت میں کیا ہو گا؟ امن وسکون ہو گا پس جو جنتی ہیں وہ لڑتے نہیں اور یہیں سے پتہ چلتا ہے کہ جنتی کون ہے؟ جھنمی کون ہے؟ گھر میں بیوی اور شوہر ہوتے ہیں اگر قرآنی آیتوں پر عمل کریں..... تو سکون ہو گا۔ عام دیکھا جاتا ہے کہ گھر میں سکون ہی نہیں ہے گھر برباد ہو گیا اس کی وجہ یہ ہوتی ہے پہلے تو ماں جا کر بیٹے کے لئے ایک لڑکی لے کر آتی ہے بیٹے کو پسند ہی نہیں کرنے دیتی ماں خود ہی جا کر پسند کر آتی ہے تھوڑے ہی دن گزرتے ہیں اب ماں دیکھتی ہے محبت تقسیم ہو گئی ہے تھوڑی سی محبت بیٹے کی بیوی کو بھی ملنے لگی تو ماں کو تکلیف ہونے لگتی ہے..... لڑائی شروع ہو جاتی ہے اور گھر جھنم بن گیا۔ حالانکہ شوہر اور بیوی کو اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے کے لئے سکون کا وسیلہ بنایا ہے۔ گھر کو تو امن کی مثال ہونا چاہیئے لیکن ایسا نہیں ہوتا..... جھنمی لوگ آپس میں لڑتے ہیں جنتی نہیں لڑتے۔

مومن اگر آپس میں ناراض بھی ہو جائیں تو دوسرے مومن کی ذمہ داری ہے کہ ان کے درمیان صلح کروائیں..... نماز کے ثواب کا تو آپ کو پتہ ہے بتانے کی ضرورت ہی نہیں ہے نماز..... معراج مومن ہے..... نماز خدا تک پہنچانے کا وسیلہ ہے۔ ہر نبیؑ کی آخری وصیت نماز ہے..... آئمہ علیہم السلام کی شفاعت حاصل کرنے کا ذریعہ نماز ہے، ایمان اور کفر کا امتیازی نشان نماز ہے، دین کا ستون نماز ہے، یہ قبول تو سب قبول اسی طرح روزہ کی عبادت ہے روزہ آتش جھنم سے ڈھال ہے، خدا کے تقرب کا وسیلہ ہے..... یہ دونوں کتنے بڑے عمل ہیں ان کی بزرگی انسان کے تصور میں ہے یہ دونوں سب سے زیادہ ثواب والے عمل ہیں۔ اب ایک عمل ایسا بھی ہے..... جس کا ثواب نماز

وروزہ کے عمل سے بھی زیادہ ہے امیر المومنین علیہ السلام نہج البلاغہ میں اپنی وصیت میں فرماتے ہیں فلاں شخص بڑا نمازی اور پرہیز گار ہے، ہر جمعہ کو روزہ سے ہوتا ہے، ہر سوموار کو بھی روزہ سے ہوتا ہے، ساری رات کھڑے ہو کر عبادت کرتا ہے، لیکن اس کا مومنین سے تعلق ہے، نہ ہی اپنے بھائیوں سے تعلق ہے، ہر مومن سے اس کی لڑائی ہے..... جی ہاں وہ بڑا نمازی ہے بڑا روزہ دار ہے لیکن مولاؑ اپنی وصیت میں فرماتے ہیں ..... ''کہ اگر دو مومن آپس میں لڑ پڑیں تو باقی مومنین کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان میں جا کر صلح کرا دیں کیونکہ مصالحت کرنے کا ثواب عام نماز سے بھی زیادہ ہے..... اور عام روزہ سے بھی زیادہ ہے..... روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر دو مومنوں میں لڑائی ہو جائے تو مومنین کے درمیان ایک گروپ ایسا ہونا چاہیئے جو ہمیشہ اس تلاش میں رہیں کہ اگر دو مومنین میں لڑائی یا اختلاف ہو جائے تو وہ جا کر اس اختلاف کو ختم کریں..... اسی طرح تین دن سے زیادہ جائز نہیں ہے کہ ایک مومن دوسرے مومن کیساتھ بات نہ کرے۔ زیادہ سے زیادہ (جھگڑا ہو بھی جائے اور دنیاداری میں ہو بھی جاتا ہے) تو یہ جھگڑا تین دن سے زیادہ نہ ہو..... تو ہم سب مولاؑ کی رعیت ہیں ہم سب پر فرض ہے کہ ایک دوسرے سے محبت کریں۔ لیکن ہمیں مولاؑ کی رعیت کے ہر فرد سے محبت ہونی چاہیئے ..... حتیٰ کہ غیر مسلموں سے بھی ہمدردی اسی حوالے سے ہونی چاہیئے۔ کہ ان کو ہدایت مل جائے، کوشش کی جائے کہ وہ اسلام کو قبول کر لیں۔ کیونکہ وہ بھی تو مولاؑ کے دسترخوان سے کھا رہے ہیں..... ان سے ہمدردی ہو اسلام میں نفرت تو حیوان سے بھی نہیں ہونی چاہیئے، حیوان کو بھی جا کر دانہ ڈالو..... بعض اعمال میں ہے کہ اگر کوئی پریشان ہے اور اس کی حاجت پوری نہیں ہو رہی تو وہ تین ہزار ایک سو پچیس مرتبہ ''لفظ اللہ'' کو کاغذ کے ٹکڑوں پر لکھ لے۔ پھر ان تمام ٹکڑوں کو آٹے کی گولیاں بنا کر ہر ایک گولی میں کاغذ کا ایک ٹکڑا دے دے۔ اور پھر آٹے کی گولیاں دریا میں ڈال دے۔ جب دریائی مخلوق اس..... آٹے کو کھائیں گی تو وہ دعا دیں گے اور اللہ تبارک تعالیٰ اس وجہ سے اس

کی روزی کا جو دروازہ بند ہے اس کو کھول دے گا..... لیکن دیکھیں اصل بات اس میں یہ ہے انسان کا خدا کی مخلوق سے محبت کرنا ہے۔ خدا نے سارا نظام ہی محبت پر بنایا ہے۔ پوری کائنات محبت کی بنیاد پر کھڑی ہے، کائنات کی ہر شئے ایک دوسرے کے لئے کشش لئے کھڑی ہے

اب سوال ہے کہ محبت کس سے ہونی چاہیئے ظاہر ہے عقلی فیصلہ ہے محبت اس سے ہونی چاہیئے جو قطب دائرہ امکان ہے..... جو مرکز دائرہ امکان ہے، جس کے گرد ہر شئے آ کر مجتمع ہوتی ہے، اور وہ مرکز دائرہ محبت ہے.....، حضرت حجت حق علیہ السلام، امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف)، ہم سب امامؑ کے نوکر ہیں، ہم امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے دسترخوان سے کھا رہے ہیں، کوئی فرمانبردار نوکر ہے۔ اور کوئی نافرمان نوکر ہے۔ لیکن مولاؑ کو اچھا کون لگے گا؟۔ جو ان کی رعیت سے محبت کرے گا، جو نفرت نہیں کرے گا خاص کر ان سے محبت کرے گا جو مولاؑ کے فرماں بردار ہیں۔ وہ مولاؑ کو اچھا نہیں لگے گا جو مخلوق خدا سے، امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی رعیت سے نفرت کرے۔ وہ مولاؑ کے لئے اچھا نہیں لگے گا..... اس لئے بھٹکے ہوئے کی ہدایت کے لئے جانا حکم ہے، آپ کہتے ہیں کہ ایک مومن بھٹک رہا ہے تو دوسرے مومن کی ذمہ داری ہے کہ اس کو جا کر صحیح کرے..... اگر آپ احترام دیتے ہیں کسی کو تو اس سے مولا خوش ہونگے کہ آپ نے فلاں کو احترام دیا ہے،..... روایت میں آیا ہے کہ جو شخص مسلمانوں کے معاملات میں توجہ نہ دیتا ہو۔ وہ مسلمان نہیں ہے۔ اسلام کا اس کے پاس جو شناخت نامہ ہے اس کی جو اسلامی شہریت ہے وہ ختم ہو جاتی ہے، کیونکہ اسے ہر وقت اپنی فکر ہے مومن اسے کہتے ہیں جسے سب کی فکر ہو..... آپ کو فقط اپنی ہی فکر کیوں ہو،۔ مجھے فقط اپنی فکر نہیں ہونی چاہیئے، مجھے یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ یہاں سے دور کسی افریقی ملک میں مولاؑ کے ماننے والے کسی تنگی میں تو نہیں ہیں۔ کسی فلاں ریاست میں پریشان تو نہیں ہیں..... میں سنتا ہوں کہ کسی پر ظلم ہو رہا ہے تو محبت کا تقاضا یہ ہے کہ مولاؑ کے ایک غلام پر، مولاؑ کی رعیت پر، مولاؑ کے رعیت

کے کسی غلام پر، اگر ظلم اور زیادتی ہو رہی ہے۔ میں اور کچھ نہیں کر سکتا تو دل میں اس ظلم سے نفرت تو کر سکتا ہوں ..... اس دکھ کا اظہار تو کر سکتا ہوں کہ فلاں جگہ پر فلاں کیساتھ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ اور یہ کام سب سے بڑی عبادت ہے۔ امامؑ سے محبت اور عشق کا تقاضا یہی ہے، پھر محبت کا ایک معیار ہے، باتوں باتوں میں، میں بہت آگے چلا گیا ہوں، ہمارے یہاں تو پورا دین ہی محبت کا ہے، یہاں نفرت نام کی کوئی چیز نہیں نماز جماعت بھی محبت کا ایک مظہر ہے کیونکہ نماز جماعت کا بہت ثواب لکھا گیا ہے اگر نماز جماعت میں دس سے زیادہ آدمی ہو جائیں تو اس کا ثواب گنا بھی نہیں جا سکتا۔ عزاداری بھی محبت ایجاد کرنے کا اور مرکز سے محبت اور اپنے آپ کو وصل کرنے کا ذریعہ ہے۔

پھر اسی حوالے سے جو چیز مولاؑ سے منسوب ہے ہمیں اس سے محبت ہونی چاہیئے اگر ایک سید ہے جو ان سے منسوب ہے کیونکہ نسبت ادھر ہے اس لئے ہمیں اس سے محبت ہونی چاہیئے ..... ان کے نام کا ہم نے علم نکالا ہے ہمیں اس سے محبت ہونی چاہیئے ان کے نام کی فرض کرو کسی جگہ تختی لگی ہوتی ہے ..... ہمیں اس سے محبت ہونی چاہیئے سب سے زیادہ محبت کس انسان سے ہونی چاہیئے ..... جو آپکی امامت کا قائل ہے جو اپنے آقا کو تسلیم کرتا ہے جو آپ کی آقائی کو تسلیم کرتا ہے اس سے محبت تو انتہاء درجہ کی ہونی چاہیئے۔ اس کی تکلیف کو اپنی تکلیف کہیں اس کے بخار کو اپنا بخار کہیں۔ اگر وہ بھوکا سوئے تو ساری رات اسے چین نہ آئے ..... اس لئے حکم ہے اگر مومن کے پاس دو جوڑے کپڑے ہیں اور اس کے بھائی کے پاس ایک جوڑا کپڑا ہے۔ تو اس پر واجب ہے کہ وہ دوسرا جوڑا اپنے بھائی تک پہنچائے ..... ایک صحابی نے پوچھا کہ مولاؑ یہ واجب ہے یا ایثار ہے مولاؑ نے فرمایا یہ واجب ہے، ایثار یہ ہے اپنا بھی اسے دے دے ..... ایک جوڑا دینا اس پر کوئی احسان نہیں۔ یہ واجب ہے ..... اگر نہیں کرے گا تو خود ہی گناہگار ہو گا اس کے پاس ایک نوکر ہے اور اس کے بھائی کے پاس نوکر نہیں ہے ..... تو وہ اپنے اسی نوکر کو بھیجے کہ وہ جا کر ان کے گھر کا کام کرے۔

مولا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام پوچھتے ہیں..... کیا تم میں سے ایسا کوئی ہے جو اپنا ہاتھ دوسرے مومن کی جیب میں ڈالے؟ اور اپنی ضرورت کے مطابق پیسے نکال لے اور تمھارا وہ بھائی اس کو محسوس تک نہ کرے..... مولاؑ نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے افراد سے پوچھا کیا آپ کے ہاں ایسا ہوتا ہے، تو وہ کہتا ہے کہ مولاؑ ایسا تو نہیں ہوتا، مولاؑ فرماتے ہیں..... کہ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر خیر بھی نہیں ہے، جو مولاؑ کے ماننے والے تھے (حبیب ابن مظاہر، میثم تمار۔ رشید حجری، کمیل، اور قنبر، مالک اشتر، مسلم ابن عوسجہ اور ابوذر وسلمان) ان میں ہر ایک اس منزل پر فائز تھا، اس لئے ہمیں ایسا بننا چاہیئے..... یہ عمل اہم واجبات میں سے ہے کہ امامؑ کی رعیت سے محبت کی جائے۔ تو اس لئے آپؑ فرماتے ہیں..... ''ہمارا شیعہ وہ ہے جو غیبت کبریٰ کے زمانے میں ایک دوسرے سے پیار کرے۔ ہمارے دوست وہ ہیں جو دوسروں کو ہمارا دوست بنائیں اور پھر دوست کی تلاش میں رہیں اور خود بھی دوست بنے ایسا شخص امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کا کیوں دوست نہ بنے..... مجھے بتاؤ اگر آپ کو کسی سے پیار ہوتا ہے تو کس وجہ سے اس کے جمال کی وجہ سے، اس کے حسن صورت کی وجہ سے، اس کے مال کی وجہ سے، کسی سے پیار ہے اس کے حسن آواز کی وجہ سے، اس سے پیار ہے اس کے لباس کی وجہ سے، کسی سے پیار ہے اس کی اچھی عادت کی وجہ سے، کسی کو پیار کرنے کو دل کرتا ہے..... اس کی اچھی صفات کی وجہ سے، تو مجھے بتاؤ یہ سب چیزیں یوسف زہراؑ میں نہیں ہیں۔؟ کسی اور سے کوئی نسبت دی جاسکتی ہے تو پھر کسی اور سے عشق کیوں ہو؟ یہاں فقط کسی سے عشق کیوں ہو؟ فقط اسی سے کیوں نہ ہو،؟ کیونکہ وہ مرکز محبت ہے۔ روزی تو وہاں سے آئے، جمال تو وہاں سے آئے، اس کے سامنے دنیا کے تمام حسن ماند پڑ جاتے ہیں۔ یوسف زہراء (صلواۃ اللہ علیہا) کے زمانے میں کسی اور سے محبت کیوں ہو؟..... کسی اور سے محبت ہو تو اس حوالے سے کہ اس کا تعلق امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) سے ہے..... کیونکہ یار اور محبوب کی ہر شئے سے پیار ہوتا ہے، اس کے لباس سے، اس کے انداز سے۔ اگر

اس سے محبت ہے تو اس لئے کہ وہ وہی حق ہے اور ہمیں حضرت حجتؑ سے عشق ہے..... بقیۃ اللہ سے محبت ہے، امام زمن (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) سے محبت ہے..... کیونکہ وہ ہمارے محسن ہیں وہ ہم تک رحمت خدا پہچانے کا وسیلہ ہیں، وہ کائنات کی بقاء ہیں، وہ مقصود کائنات ہیں، وہ قطب کائنات ہیں، وہ مظہر صفات ذات ہیں، وہ خدا کا جلال و جمال ہیں، وہ خلاصہ انبیاء ہے، وہ خاتم الاوصیاءؑ ہیں وہ محبوب انبیاءؑ ہیں، محبوب اولیاءؑ ہیں، وہ محبوب کبریا ہیں، وہ محبوب حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، تو ہمیں ان سے محبت کیوں نہیں ہونی چاہیئے؟ محبت کا معیار یہ ہونا چاہیئے کہ جس کو مولاؑ سے پیار ہو۔ ہمیں ان سے پیار ہونا چاہیئے جو مولاؑ سے منسوب ہیں ہمیں ان سے پیار ہونا چاہیئے، ہمارا معیار یہ ہونا چاہیئے ہمارا معیار ذاتی نہیں ہونا چاہیئے ہماری ذات کیا ہے؟ کچھ بھی نہیں ہے اگر ہمیں یہ لمحہ زندگی کا ملا ہوا ہے تو ان کے صدقے میں ملا ہوا ہے..... ہماری روزی اور حیات و برکت ان سے ہے۔ اپنے کریم اور اپنے مہربان امامؑ جو فرماتے ہیں ''اے ہمارے شیعو! تم نے جو وعدہ ہمارے ساتھ کیا ہے اس میں وفاء نہیں کی، اے ہمارے شیعو! تم نے جو وعدہ کیا تھا ہمارے ساتھ اس کو نبھایا نہیں۔ لیکن ہم تمہارے لئے دعا کرتے ہیں اگر تم نے وعدہ پورا کیا ہوتا تو تمہیں بہت برکتیں نصیب ہوتیں..... امامؑ صبح و شام آپکے لئے دعا کرتے ہیں اگر ہم مولاؑ کے ہو جائیں..... وگرنہ مولاؑ تو ہماری ہر مصیبت پر فوراً تڑپ اٹھتے ہیں ہمیں بھی ان کے شیعوں کی تکلیف کا سن کر تڑپنا چاہیئے۔ امامؑ کی خدمت میں توسل کرتے ہیں امام حسین علیہ السلام کے ذریعے یا امام زمانہ علیہ السلام آپ کے جد امام حسین علیہ السلام کی تکلیفوں کا بڑا افسوس ہے..... جن کے بارے میں آپ سلام پڑھتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''میرا سلام ہو میرے دادا حسین علیہ السلام پر جو کہ نہ زین ذوالجناح پر تھے نہ زمین کربلا پر تھے، زہراء (سلواۃ اللہ علیہا) کے لاڈلے کا جسم تیروں، نیزوں پر معراج کر رہا تھا۔'' جس کو بی بی زہرا (سلواۃ اللہ علیہا) نے چکیاں پیس پیس کر پالا تھا، جس کے بارے میں بی بیؑ

وصیت کر کے گئی تھیں کہ اے علی علیہ السلام میرے حسین علیہ السلام کو بہت پیاس لگتی ہے یہ رات کو اٹھ اٹھ کر پانی مانگتا ہے اس کا خیال رکھنا..... اے بی بی زھراء علیہ السلام..... آپ کے بیٹے کو کربلا میں پیاسا مارا گیا''۔

کئی دفعہ مولاؑ نے دریائے فرات پر جانے کی کوشش کی تا کہ پانی پئیں مولاؑ بہت پیاسے تھے، جب دریائے فرات پر پہنچے زھراء (صلواۃ اللہ علیھا) کے دلبند نے پانی پینے کا ارادہ کیا، ظالموں نے کہا اے حسین علیہ السلام تم پانی پینے میں مصروف ہو فوجیں تمہارے خیموں میں داخل ہوگئی ہیں، غیور امامؑ نے پانی وہیں پھینک دیا..... میں پوچھتا ہوں کہ کتنی دیر لگتی تھی پانی لینے میں، چلو میں تو پانی لے لیا تھا لیکن ہائے افسوس! مولا حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد بیبیوں کے پردے محفوظ نہ رہے۔ خیام میں تاراجی کی گئی، امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) فرماتے ہیں میرا اسلام ہو میری دادیوں پر جو سروں کے بال کھولے اور پیشانیوں پر ماتم کرتی ہوئی مولا حسین علیہ السلام کے گھوڑے کی طرف بڑھیں اور کہہ رہی تھیں کہ ("وا ابتاہ. واجداہ. واحسیناہ") بی بی کہتی تھیں کہ "واہ حجابا" ہائے ہمارا پردہ، اب ہمارا کیا ہوگا۔؟

الا لعنة الله على القوم الظالمين

سيعلم الذين ظلموا اى منقلب ينقلبون

مجلس نمبر 15

عنوان :۔ معرفت امام زمانہ علیہ السلام

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم :۔

﴿من مات ولم یعرف امام زمانه علیه السلام مات میتة جاهلیة﴾

جو اپنے امامؑ کی معرفت کے بغیر مرا وہ جہالت کی موت مرا

ہماری گفتگو چل رہی تھی معرفت امام زمانہ علیہ السلام اور ہماری ذمہ داریاں :۔ ہم نے اب تک چار ذمہ داریاں بیان کر دی ہیں۔ پانچویں ذمہ داری دعا کرنا ہے..... دعا کے بارے بعد میں گفتگو کریں گے کیونکہ دعا خود ایک علیحدہ موضوع ہے..... دعا کی اپنی اہمیت ہے، ہمارے اندر دعا کا شوق پیدا ہو، دعا کے اپنے فوائد ہیں۔ اس کا ذکر بعد میں کریں گے ابھی اس حوالے سے بات کرتے ہیں..... کہ دعا کرنا ایک اہم ذمہ داری ہے بلکہ یہ ایک ایسی ذمہ داری ہے..... کہ جس کا تعلق کسی نہ کسی حوالے سے باقی تمام ذمہ داریوں کے ساتھ ہے جیسے یہ بات کہ ہمارے روابط اپنے امامؑ سے ٹھیک ہونے چاہیں یہ ایک نکتہ ہے، اس کی طرف ہماری توجہ ہونی چاہیئے۔ اور شاید ابھی تک نہیں ہے ہر شخص کی کوشش ہوتی ہے..... کہ مثلاً آپ کسی بنک میں کام کرتے ہیں تو آپ کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ اس بینک کا جو مالک ہے اس سے آپکے تعلقات ٹھیک ہونے چاہیں۔ اس کے لئے آپ کو کچھ نہ کچھ کرنا پڑتا ہے..... جس وجہ سے آپ کے تعلقات اس سے ٹھیک رہتے ہیں آپ کسی کمپنی میں ہیں تو آپ کی یہ کوشش ہوتی ہے ایک تو آپ اگلی سطح پر ترقی کرتے جائیں اور کمپنی کا مالک بھی آپ سے راضی رہے۔ اسی طرح آپ جس شہر یا بستی میں رہتے ہیں اس بستی یا شہر کا جو بھی بڑا ہوتا ہے۔ آپ کی کوشش یہی ہوتی

ہے کہ اس سے آپ کے روابط ٹھیک ہوں۔ پھر آپ خود سوچیں جو ولی نعمت علیہ السلام ہیں ہمارے امور کے اللہ کی جانب سے انچارج ہیں ..... جن سے فرشتے حکم لے کر پوری کائنات میں ان کے احکام کو جاری کرتے ہیں، کیا ان کیساتھ ہمارے تعلقات ٹھیک نہیں ہونے چاہیں؟۔ان کے ساتھ ٹھیک نہ ہوں تو پھر بربادی ہے، تباہی ہے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی نقصان ہے..... پھر چلو دنیا کا نقصان تو تھوڑا سا ہوتا ہے کہ سو سال زندگی ہے، تب بھی گزار ہی لے گا جب کہ آخرت کا نقصان تو ہمیشہ کی زندگی کا ہے اور اس میں کوئی خرابی ہوئی تو وہ ہمیشہ کی بدبختی ہے اور پھر اس کے لئے تو کوئی چارہ کار نہیں ہے۔تو سوال اس طرح بناتے ہیں کہ ہم کیا کریں کہ ہمارے تعلقات امامؑ سے ٹھیک ہو جائیں اور اگر نہیں ہیں تو تعلقات ٹھیک بن جائیں یہ ایک سوال ہے اور میں چاہتا ہوں اس پر گفتگو کروں۔

اس کے لئے چھوٹے چھوٹے کام ہیں جو ہمیں کرنے ہونگے ..... اور ہر کام کے لئے حدیثوں اور روایات کا حوالہ موجود ہے..... اور آئمہ علیہم السلام کا اپنا کردار اور عمل بھی ہے اور سابقہ انبیاءؑ کا عمل بھی ہے۔اور اگر آپ امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی زیارات پڑھیں جو امامؑ کی دعائیں ہیں اگر ان کو پڑھیں تو ان زیارتوں میں ان دعاؤں میں جو الفاظ ہیں .....ان سے بھی یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ یہ سلسلہ ساری امتوں میں رہا۔اور ہر اُمت کو اس ہستی کا انتظار تھا اور انہوں نے اپنے اپنے انداز میں خداوند کی آخری حجت علیہ السلام کو یاد رکھا، جہاں پر پچھلی امتوں کو اپنے نبیؐ اور اس کے وصی علیہ السلام کا انتظار کرنا پڑا اور انہیں مشکلوں سے گزرنا پڑا، ان مشکلات سے گزر کر کتنے سو سال کی انتظار کے بعد ان کی مشکل حل ہوئی .....مختلف انبیاءؑ ہیں جو غیبت میں رہے، پھر ظاہر ہو گئے وہ ان میں رہتے تھے لیکن وہ لوگ ان کو پہچانتے نہیں تھے .....اس کے متعلق اس سے قبل تذکرہ ہو چکا ہے۔اس کے علاوہ جب بھی کوئی پیغمبرؑ اللہ کا پیغام پہنچاتا، جہاں وہ لوگوں کو خدا کی وحدانیت کا درس دیتا تھا جہاں پر وہ یہ کہتا تھا کہ آخرت پر ایمان لے

آئیں، فرشتوں پر ایمان لائیں، ۔ نبوت پر، رسالت پر، ایمان لائیں وہاں پر وہ اپنی اُمت سے آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت ورسالت اور خاتمیت کا اقرار لیتے تھے۔ اور یہ کہ وہ ان کے تعارف کرانے کے لئے آئے ہیں ..... انبیاءؑ کا سلسلہ جاری رہا۔ جیسے جیسے حالات تبدیل ہوتے گئے اور وہ فکری سطح کے لحاظ سے انسان بلندی کو پہنچ گیا تو اسی اعتبار سے دین بھی تکمیل کو پہنچنے لگا، تمام انبیاءؑ اس کا ایک مقدمہ تھے اور اس کا ایک سلسلہ تھے، انکا پیغام اس آخری پیغام سے علیحدہ چیز نہیں ہے۔ انبیاءؑ اپنی اُمت سے یہ اقرار بھی لیتے تھے کہ آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارہ وصیؑ ہونگے ..... اور بارہواں وصیؑ بعد میں آئے گا، اس کی غیبت ہوگی، ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے دھرتی پر عدل وانصاف کا نفاذ کرنا ہے، اس لئے بعض انبیاءؑ نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ ان کی آمد تک ہمیں زندہ رکھے مثلاً حضرت خضرؑ ہیں جو خداوند کے عبد خاص ہیں، حضرت ادریسؑ ہیں، حضرت الیاسؑ ہیں، اور حضرت عیسیٰؑ کی دعا کا تذکرہ تو خود قرآن میں موجود ہے۔ کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کرلی ..... اس کے علاوہ کچھ اور شخصیات اور ہستیاں ہیں جو امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی آمد کے وقت اٹھائی جائیں گی اور وہ امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے ساتھ ہوں گی۔ اور خود ہمارے آئمہ علیہم السلام بھی اس چیز کا اظہار کرتے ہوئے نظر آتے ہیں یہ سب اس لئے تھا، تاکہ لوگوں میں ایک تڑپ پیدا ہو جب کسی بھی زمانہ کے امامؑ کہتے ہوئے نظر آرہے ہوں کہ اگر میں ان کے زمانہ کو پالوں تو پوری زندگی ان کی خدمت میں گزار دوں ..... جیسے

جب حضرت امام علی علیہ السلام فرماتے ہوئے نظر آئیں کہ مجھے ان کے دیدار کا بہت شوق ہے ..... جب حضرت امام حسین علیہ السلام یہ جملے کہیں میں ان کی خدمت میں وقت گزار دوں ..... امام محمد باقر علیہ السلام یہ کہتے ہوئے نظر آئیں کہ میں انکی سپاہ کا ایک سپاہی ہوں ..... اور جب حضرت امام رضا علیہ السلام ان کا نام سن لیں تو دونوں ہاتھ ماتھے پر رکھ کر کھڑے ہو جائیں ..... یہ سب امور اس بات کی نشان دہی کرتی ہیں کہ آخری ہستی، حجت

کائنات اور بقیۃ اللہ الاعظمؑ ہیں امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) جن کو خدا نے یہ شرف دیا ہے کہ جتنے بھی گزشتہ انبیاءؑ ہیں خدا کے نمائندے ہیں آئمہؑ اور اوصیاءؑ ہیں وہ سب ان کی انتظار میں تھے..... اور ان کی یہ آرزو رہی کہ وہ انکا دیدار کریں اور انؑ کے انصار میں سے ہوں اور سب انکے انتظار میں تھے اور ہم جو اس دور کے ہیں تو ہم بڑے خوش قسمت ہیں کہ ہم اس آخری حجت (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی رعیت میں سے ہیں..... اللہ کا ہم پر احسان ہے کہ آخری حجت (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے زمانے میں اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اس دنیا میں لے آئے ہماری یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم اس حجت (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کائنات جو کہ مرکز کائنات ہیں، قطبؑ کائنات ہیں، اللہ کی رحمتوں کے پھیلنے کا مرکز ہیں، خدا کی رحمتیں ان کے پاس اترتی ہیں اور پھر یہاں سے پوری دنیا میں پھیلتی ہیں اور تمام انوار کا مرکز ہیں اور پھر اس کے بعد ان کی ضیاء پاشی پوری دنیا میں ہوتی ہے ہمیں چاہیئے اور یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہمارے تعلقات اور روابط اپنے امامؑ کے ساتھ درست ہوں اور اگر تعلقات نہیں ہیں..... تو ان کو بنانا چاہیئے اور اگر ہیں تو ان کو بڑھانا چاہیئے اور پھر اس کے لئے سب سے اہم بات یہ ہے کہ اپنے دل کو پاک کرنا چاہیے۔ پہلی بات تو پاکیزگی دل ہے کہ جس طرح انسان کا جسم مریض ہوتا ہے اسی طرح انسان کا روح بھی مریض ہوتا ہے اور اس کی بھی کچھ ذمہ داریاں ہیں جسم کے علاج کے لئے جس طرح ڈاکٹر موجود ہیں..... اسی طرح رُوح کے علاجِ کے لئے بھی معالج موجود ہیں ہم دیکھتے ہیں جسے بڑے بڑے علماء نے لکھا بھی ہے کہ ایک عالم دین دوسرے عالم دین کے پاس جاتا ہے اور اپنی روحانی بیماری اسے جا کر بیان کرتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ آپ میری روحانی بیماری کے معالج بنیں۔ پھر وہ ایک دوسرے سے معاہدہ کرتے ہیں..... اور طے کرتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کی خامیاں ایک دوسرے کو بتائیں گے اور ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ اور اسی طرح جو درس اخلاق کے معلم ہوتے ہیں وہ تو ساری روحانی بیماریوں کے علاج کے معالج ہوتے ہیں، بہت سارے واقعات ہم نے پڑھے ہیں مثلاً

ایک شخص روحانی طور پر بہت مریض ہوتا ہے وہ ایک عالم دین کے پاس جاتا ہے، انتہائی پریشانی کے عالم میں جاتا ہے تو وہ عالم دین اس کے لئے سورہ ملک کی تلاوت کرتا ہے جس سے اس کی روحانی بیماریوں کا علاج ہو جاتا ہے اور وہ بیان کرتا ہے کہ اس کی کیفیت سورہ ملک کی تلاوت کے وقت یہ ہوتی ہے..... اسے ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے چھ جہات قرآن پڑھ رہے ہیں لیکن وہ عالم دین اس بات کی طرف متوجہ نہیں تھا وہ اس سورہ کو پڑھے جا رہا تھا۔ لیکن اس روحانی بیمار کو اس روحانی بیماری کا علاج مل رہا تھا..... تو سب سے پہلے تو ہم اپنی روح کو ٹھیک کریں کہ اس کے اندر جو کثافت ہے اس کو دور کریں بعض دفعہ تو جسم کی بیماری کا پتہ چل جاتا ہے اور بعض دفعہ پتہ نہیں چلتا تو وہ خود ڈاکٹر کے پاس اپنا مکمل چیک اپ کرواتا ہے..... اپنی ساری چیکنگ کرواتا ہے تاکہ پتہ چل جائے کہ کوئی بیماری تو نہیں ہے روح کا حال بھی ایسا بھی ہے۔ بعض دفعہ اس کو پتہ ہے کہ میری عادت جھوٹ بولنا ہے اور یہ بہت بری عادت ہے بعض دفعہ اس کو پتہ ہے کہ میری عادت گالی دینا ہے۔ یہ واضح بیماری ہے، معلوم ہے اور بعض دفعہ اس کو پتہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھتا ہے حالانکہ جو مومن ہے وہ اپنے آپ کو سب سے چھوٹا سمجھتا ہے سب سے کم تر جانتا ہے وہ دوسرے مومنین کو خود سے بڑا سمجھتا ہے..... اور بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ بیماریاں موجود ہوتی ہیں لیکن انسان سمجھتا ہے..... کہ میں صحیح وسالم ہوں، پس کون بتائے گا کہ وہ بیمار ہے، یہ بات اسے روحانی معالج بتائے گا، روحانی معالج ایک غیر عالم دین بھی ہو سکتا ہے اور وہ ایسا شخص ہو سکتا ہے جس کا تعلق اور ربط اپنے امامؑ سے ہو۔ کیونکہ امامؑ کسی پر مہربانی اور شفقت فرما سکتے ہیں۔۔۔ اور ان کو یہ صلاحیت دے سکتے ہیں کہ وہ بیماریوں کی تشخیص کر سکے۔ اور ہمارے پاکستان میں بھی بعض ایسے افراد ہیں کہ جب انسان ان کے پاس جاتا ہے۔ تو کچھ نہیں بولتے لیکن جب آپ ان سے بات کریں تو وہ از خود آپ کو بتاتے ہیں کہ آپ میں یہ کمزوریاں ہیں اور یہ یہ بیماریاں آپ کے اندر موجود ہیں۔ اور ان کا علاج یہ ہے آپ کو یہ کرنا چاہیئے اس کے لئے ہمیں کتابیں بھی

پڑھنی چاہیں ..... اس کے لئے ہے۔ امام خمینی (رض) کا وہ نسخہ جو ابتدائی نسخہ تھا اور میں بتا چکا ہوں کہ سورہ حشر کی اٹھارہ سے لے کر آخر تک آیات کو دیکھنا، پندرہ بیس منٹ، آدھ گھنٹہ، اور پھر اس کے بعد کے اعمال کے بارے میں امام خمینیؒ نے بیان کیا ہے..... اور بعض دفعہ تو خواب میں ہی راہنمائی ہو جاتی ہے۔ چالیس دن عمل کرو گے تو اس کے آثار نظر آئیں گے..... امام خمینیؒ نے بہت سارے تجربات سے گزرنے کے بعد ایک بات لکھی ہے، وہ مرد عارف تھے مرد قلندر تھے۔ اور عاشق امام زمن علیہ السلام تھے اور وہ یقینی طور پر اس دور کے قطب اور ابدال میں سے تھے۔ وہ ولی خدا تھے، جنکی نظر حدیث اور قرآن پر تھی اور یہ ان کے جملے ہیں اور انہوں نے وہ کہا جس پر انہوں نے عمل کیا، وہ عملی انسان تھے اور ان کا سارا وجود عمل سے عبارت تھا، ان کی زبان سے نکلے ہوئے یہ جملے ہیں، وہ فقط عالم اور فقیہ نہیں یا عالم دین نہیں ..... بلکہ مرد عارف ہیں، وہ فرماتے ہیں بھئی اگر تمھیں ہماری بات پر یقین نہیں ہے تو تجربہ کر کے دیکھ لو۔ تجربہ کرنے میں تو کوئی حرج نہیں ہے بلکہ امام خمینیؒ نے اس پر کافی ساری بحث کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں ہمیں فقط علم ہے کہ خدا موجود ہے، ہم علم رکھتے ہیں کہ انبیاءؑ ہیں ہم علم رکھتے ہیں کہ اوصیاءؑ ہیں ہم علم رکھتے ہیں کہ فرشتے ہیں ..... قرآن پر ہمارا یقین نہیں ہے..... اگر یقین ہوتا تو اس کا کچھ اثر ہم پر ہوتا کیونکہ قرآن کہہ رہا ہے کہ اگر قرآن کسی پہاڑ پر نازل ہوتا تو اس کی ہیبت سے وہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتا..... لیکن ہمارے دلوں پر کوئی اثر نہیں ہو رہا میں تو صبح سے لے کر شام تک سارا قرآن ختم کر جاتا ہوں، قرآن تو یہ کہہ رہا ہے کہ نماز پڑھو گے تو تمہیں برائیوں سے بچائے گی ..... میں تو نماز پڑھتا ہوں اور پھر نماز سے باہر نکل کر گناہ بھی کرتا ہوں، اس کا مطلب یہ ہے کہ میں فقط جانتا ہوں ایمان نہیں رکھتا ایمان کا تعلق دِل سے ہے اور جو چیز دل میں پیدا ہو اور دل میں نور ایمان آجائے کیونکہ ایمان کا تعلق دِل سے ہے زبان سے نہیں ہے یہ سارے ظاہری اعمال ہیں اور اسلام کا ظاہری فائدہ ہم لے رہے ہیں ہم خوش قسمت ہیں کہ ہمارے لئے ایک راستہ ہے اس

لئے تو امام خمینیؒ نے بتایا کہ ایمان پیدا کرنے کا یہ طریقہ ہے۔ اب معرفت کے بارے میں درس تو ہم نے سن لئے ..... اب ہم علم کو یقین اور ایمان میں تبدیل کریں پہلے بھی ہم نے کچھ اعمال بتائے ہیں اور آج پھر جب ہم امامؑ سے تعلق بنانے نکلیں گے تو وہ سارے اعمال مددگار ثابت ہوں گے ایک دوسرے کے ساتھ انکا تعلق اور تعلق ھے۔ اور امام خمینیؒ فرماتے ھیں۔ تجربہ تو کرو طلوع فجر اور طلوع صبح کے درمیان دس بیس منٹ ان آیات کو فقط دیکھتے رھو، چالیس دن تک ایسا کرو۔ کیونکہ چالیس دن کے غور کا اچھا اثر ہو گا اور فقط ان آیات کو دیکھتے رہو آپ کا دل پڑھ رہا ہو زبان نہیں ایسا کرو گے تو آپ کی راہ کھلے گی۔ ویسے انھوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ ''یا حی یا قیوم'' کا ورد مردہ دل کو زندہ کر دیتا ہے یہ انسان کو جگاتا ہے، اور اتنی کثرت سے پڑھے، اتنی کثرت سے پڑھے، اتنی کثرت سے پڑھے کہ اس کی زبان تالو سے لگ جائے اور پھر اتنی کثرت سے پڑھے کہ اس کے اثرات اس کے جسم پر مرتب ہونے لگیں جنکی طرف وہ فوری طور پر متوجہ نہیں ہو گا اس لئے بعض ایسی ہستیاں گزری ہیں کہ تین تین ہزار مرتبہ سجدے کی حالت میں "**یا حی یا قیوم**" پڑھتی تھیں۔

اگر دِل میں آمادگی پیدا ہو گئی ہے تو ہم ایک ایک کر کے وہ عمل بتائیں گے جو بڑے آسان عمل ہیں کوئی زیادہ مشکل نہیں ہیں اگر آپ ان بیان کردہ مطالب پر عمل کریں گے تو مقصد پالیں گے پھر مجھے بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھئے گا ..... عمل یہ ہے کہ اگر ہم ان کو کرنا شروع کر دیں تو سارے ہمارے مسائل حل ہو جائیں گے۔ افسوس کہ ہم عمل کے طرف دار نہیں ہیں ہم سننے کے بڑے شائق ہیں اور اچھی بات سن کر اس کی داد بھی خوب دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ اشاروں اور کنائیوں میں بھی سمجھ لیتے ہیں داد اور خوشی کا اظہار فوراً کر دیتے ہیں خواہ کسی صورت میں ہو ..... یہ ساری باتیں اچھی ہیں لیکن اس کیساتھ ہمیں عمل کی طرف بھی توجہ دینی چاہیئے، ہمارے آئمہؑ ہمیں عملی انسان دیکھنا چاہتے ہیں ..... اور فقط باتوں کے گھوڑے اور گفتگو کے دھنی نہیں دیکھنا چاہتے انھیں عمل و کردار کے دھنی

چاہیں۔

۱) سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ روزانہ صبح سویرے آپ امامؑ کیسامنے بیعت کریں، عمل بیعت یہ ہے کہ جب ہمارا ایمان ہے کہ مولاؑ موجود ہیں، میں ان کا غلام ہوں، میں ان کا نوکر ہوں تو صبح سویرے جب اپنی صبح کا آغاز کرتا ہے تو اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے امامؑ کے ساتھ بیعت کریں، بیعت کے لئے یہ جملے کہیں ''اے امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) اے ولی نعمتؑ، اے وارث کائناتؑ، اے قطب عالم امکانؑ، اے نمائندہ خداؑ، اے خاتم الاوصیاءؑ، اے فرزند زہراء (سلواۃ اللہ علیہا)، جتنے زیادہ پکار سکتے ہیں پیار کے الفاظ کے ساتھ مولاؑ کو ان کے القابات کیساتھ پکاریں۔ اے منجی بشریتؑ، اے عدل الٰہیؑ، اے خدا کی رحمتؑ میں آپ کی بیعت، میں ہوں میں آپ کا غلام ہوں میں آپ کا نوکر ہوں۔''

ویسے مفاتیح الجنان میں دعائے بیعت بھی لکھی ہوئی ہے اور دعائے عہد بھی ہے.....

ویسے آسان یہ ہے کہ انسان اپنی زبان میں سے کسی سے اظہار محبت کرتا ہے، کسی کے ساتھ ہماری دوستی ہوتی ہے تو کس طرح اس سے ہم اظہار محبت کرتے ہیں، تو پھر جو ہمارا ولی نعمت ہے، اس کیساتھ ہمیں اظہار محبت کرنا چاہیئے ..... اور اس طرح بیعت سے دن کا آغاز کرنا چاہیئے۔

دوسرا کام انسان کے لئے جو چیز انسان کو پیاری ہوتی ہے اس کی سلامتی بھی عزیز ہوتی ہے، آپکا بیٹا اگر ملک سے باہر ہے اس کی ماں بے چین ہوگی اور باپ بھی بے چین ہوگا اور ہر وقت اس کی فکر ہوگی، سنا ہے..... صدقہ جو ہے وہ سلامتی کے لئے مفید ہے، تو روزانہ اس کی سلامتی کے لئے صدقہ دیں گے، اس کے لئے کوئی دعا کرنا مفید ہے، تو دعائیں کرائیں گے اور اس فکر میں ہر وقت ہوں گے وہ ہستی کہ جس کی سلامتی سے کائنات کی سلامتی ہے، جس کی سلامتی سے ہم سب کی سلامتی ہے جس کا نام ہی خدا نے، سلام رکھا ہوا ہے..... کہ وہ سلامتی کا پیغمبر بن کر آئے گا وہ امن کا پیغمبر بن کر آئے گا اور

اس دھرتی پر امن کا نفاذ کرے گا۔ عدل وانصاف کی نوید لے کر آئے گا تو اس کی سلامتی ہمیں عزیز نہیں ہے اس کے لئے ہمیں کچھ نہیں کرنا۔

روایت میں ہے کہ اپنے امامؑ سے تعلق پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ روزانہ امامؑ کی سلامتی کے لئے صدقہ دیں..... اپنی استطاعت کے مطابق دیں، پاکستانی سو روپے لے لیں یا ایک روپیہ..... میں دیہاتوں والی خواتین سے کہا کرتا ہوں کہ آپ جب آٹا گوندھتی ہیں برتن سے آٹا نکالتی ہیں تو ساتھ ایک برتن پڑا ہو اس میں مٹھی بھر آٹا اس میں ڈال دیں۔ کہ یہ امام زمانہ علیہ السلام کی سلامتی کے لئے صدقہ ہے، ان کی حفاظت کا انتظام خدا نے کیا ہے، ان کی حفاظت خود خدا کے ذمہ ہے، لیکن میں ایک غلام ہوں میں ایک نوکر ہوں مجھے کیا کرنا چاہیئے؟ مجھے اپنے آقا کے لئے کیا کرنا چاہیئے۔؟ اس اقدام سے میرا تعلق ظاہر ہوگا کہ میں امام زمانہ علیہ السلام کے لئے فکرمند ہوں میں ان کی سلامتی کے لئے یہ صدقہ دے رہا ہوں۔، لیکن یہ صدقہ ہے اس کا فائدہ خود مجھے پہنچے گا میری جان سالم رہے گی، مجھے امام زمانہ علیہ السلام کے صدقے میں امن ملے گا، مجھے امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی برکت وصدقے میں جناب زہراء علیہا السلام کی دعائیں نصیب ہوں گی..... بی بیؑ کو اپنا یہ بیٹا بہت پیارا ہے، اور بی بیؑ کو تو مولا حسین علیہ السلام کے شیعہ بھی بہت پیارے ہیں میں نے تو بعض کتابوں میں پڑھا ہے کہ شیعوں کے مسائل حل کرانے جناب زہراء (صلواۃ اللہ علیہا) خود اپنے بیٹےؑ کو اپنے ہمراہ مومن کے پاس لے آتی ہیں اور وصیت کرتی ہیں کہ بیٹا اس کے مسلے حل کردو۔ روزانہ امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی سلامتی کے لئے (صدقہ ڈالیں) اور پھر مہینے کے بعد جتنے پیسے اکھٹے ہو جائیں امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے جو شیعہ ہیں، جو فقیر ہیں، کتنی عورتیں ہیں کہ جن کے سروں پر چادریں نہیں ہیں۔ کتنی سادات کی بچیاں ہیں جنکی شادیوں کا کوئی انتظام نہیں ہے، آپ کی خواتین کے کئی کئی جوڑے ہوں گے۔ جب کہ ایسی خواتین بھی موجود ہیں..... جن کے پاس گھر میں فقط ایک ہی جوڑا ہے اور ان کے پاس نماز والی چادر بھی

نہیں ہے، یہ سب امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے یتیم ہیں وہ رقم جو سلامتی کے لئے آپ جمع کر رہے ہیں وہ کسی کو دے سکتے ہیں اگر کسی کے پاس صدقہ کے لئے دینے کے پیسے نہ ہوں تو وہ مولاؑ کی سلامتی کے لئے درود پڑھ سکتا ہے۔ روزانہ ایک تسبیح درود کی پڑھے اور دل میں نیت کرے کہ امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی سلامتی کے واسطے درود پڑھ رہا ہوں ویسے درود پڑھنے کے بہت فائدے ہیں ..... درود انسان کے لئے ایک حصار ہے درود ایک حرز ہے درود ہی اسم اعظم ہے اور درود میں سب کچھ ہے لیکن ہم معرفت نہیں رکھتے یہی وجہ ہے درود کا ہم پر اثر نہیں ہوتا، ہم اس کو زبان سے پڑھتے ہیں ..... دل سے نہیں پڑھتے اس کی معرفت نہیں رکھتے درود کے بہت زیادہ اثرات ہیں جتنا ہو سکتا ہے۔ درود پڑھیں، درود بیماریوں کی شفا ہے، درود سے روزی میں برکت ہے، درود دعا سے پہلے پڑھا جائے اور آخر میں بھی درود پڑھا جائے تو وہ دعا کبھی رد نہیں ہوتی، لہذا زیادہ نہیں تو روزانہ کم از کم ایک تسبیح درود کی پڑھ دیا کرو..... اسی طرح سلامتی کے لئے آپ دو رکعت نماز بھی پڑھ سکتے ہیں، سلامتی کے لئے آپ کچھ حصہ قرآن کا بھی پڑھ سکتے ہیں، سلامتی کے لئے آپ اور بھی بہت سارے کام کر سکتے ہیں سلامتی کے لئے مثلاً آپ روز جمعہ کوئی محفل بھی منعقد کر سکتے ہیں سلامتی کے لئے یہ کام ہیں جو آپ کو روزانہ کرنے چاہیئے۔

تیسرا عمل امامؑ سے ملاقات کی خواہش رکھنا ہے ہر ایک کی خواہش ہوتی ہے وہ کسی بڑے آدمی سے ملاقات کرے؟ آپ کا دل نہیں چاہتا کہ اپنے امامؑ سے ملاقات کریں؟ ان کو اپنی مشکلات بتائیں ..... انہیں اپنے گھر کی پریشانیاں بتائیں۔ انہیں بتائیں مولاؑ میں اتنے عرصے سے آپ کے لئے سرگرداں ہوں۔ میرے مسائل حل نہیں ہو رہے،۔ میرے مسائل حل کریں کیونکہ تمام مشکلات کا حل امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے پاس ہے۔ ہم میں یہ تڑپ اور خواہش کیوں نہ ہو..... ہم ایسی آرزو کیوں نہ کریں زیارات درحقیقت امامؑ سے ملاقات کا وسیلہ ہیں۔

ہمارے مکتب شیعہ میں دو چیزیں بہت اہم ہیں جن پر کبھی گفتگو نہیں ہوتی ایک دعا

ہے اور دوسری زیارت ہے، اپنے آقا سے ملاقات اور ربط کا ایک ذریعہ زیارت ہے۔، اور پھر زیارات میں جو مطالب ہیں، جو علمی خزانے ہیں وہ بے شمار ہیں ان کے لئے کئی مستقل مجالس درکار ہیں اور زیارت کیا ہوتی ہے..... زیارت ملاقات ہے جب ہم ضریح پر جاتے ہیں تو گویا امامؑ کی ملاقات کے لئے جارہے ہوتے ہیں اور پھر ان کی حیات وممات کا تو فرق ہمارے ہاں نہیں ہے زیارت اتنی اہم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زیارت کو خود نماز کا حصہ قرار دے دیا ہے کہ **السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته** ہر نماز میں **السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته** اس لئے پڑھنا ہے تا کہ آپ کے پورے وجود میں نبیؐ کا تصور موجود رہے..... اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ نبیؐ موجود ہیں اور وہ سلام سن رہے ہیں۔ السلام علینا اور السلام علیکم بعض نے کہا ہے..... کہ یہ سلام ان فرشتوں کو ہوتا ہے جو موجود ہوتے ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ یہ سلام آئمہ معصومین علیہم السلام کو ہوتا ہے۔ علیکم کا معنی بہت وسیع ہے اس میں فرشتوں کو بھی سلام کیا جا سکتا ہے، آئمہ معصومین علیہم السلام کو بھی شامل کرلیا جاتا ہے..... اور بالخصوص امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کا تصور اس سلام کے وقت کر سکتے ہیں لیکن اصل بات یہ دیکھیں کہ نماز کا اختتام سلام پر ہو رہا ہے سلام یعنی زیارت بھئی سلام تو اس کو کیا جاتا ہے جو سامنے ہو..... اس لئے تو ہم ان کی اموات کے قائل نہیں ہیں اس لئے تو ہم سلام پڑھتے ہیں جس پیغمبرؐ کی ہم امت ہیں وہ یہاں سے وصال کر گئے ہیں اس کے گیارہ اوصیاءؑ بھی وصال کر گئے ہیں۔ ظاہری پردہ میں چلے گئے..... ان کی زیارت کے لئے جانا، ان کی مزاروں کے پاس جانیکا ہمیں حکم ہے اور خصوصاً ان کے فرزند امام حسین علیہ السلام کی زیارت وملاقات..... ان کو خطاب فقط ایک جملے سے کرو کہ کہو "**السلام علیك یا ابا عبدالله علیه السلام**" تو اس کا ثواب حج سے بھی زیادہ ہے بلکہ کئی عمرہ مقبولہ کا ثواب ملتا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ زیارت کی کتنی اہمیت ہے اور جو امامؑ موجود ہیں، جو ہمارے درمیان ہیں، جو ہمارے اعمال پر شاھد ہیں، جو ہمارے اعمال پر گواہ ہیں، جو خود تمام

نعمتوں کو ہم تک پہنچانے والے ہیں، جو ہمارے اعمال کے نگران ہیں، بلکہ جو پوری کائنات کے نگران ہیں، کیا مجھے ان کو سلام نہیں کرنا چاہیئے ..... ایک تو سلام کرنا چاہیئے صبح سویرے خیر ہماری تو عادت ہے کہ ہم ہر نماز کے بعد سلام تو کہتے ہیں مگر سلام میں وہ عشق، سلام میں وہ وجد، سلام میں وہ شوق ملاقات، وہ اشتیاق نہیں پایا جاتا جو ہونا چاہیئے ..... ہم نے ایک رسم بنا رکھی ہے اور پس کسی کو میں سلام کروں یا کوئی مجھے سلام کرے اور وہ مجھے سلام کا جواب نہ دے یا میں اس کا جواب نہ دوں ..... چاہے وہ مجھے سلام کرنے والا فاسق اور فاجر ہی کیوں نہ ہو مجھ پر واجب ہو جاتا ہے کہ میں اس کے سلام کا جواب دوں۔ چاہے وہ جیسا ہی کیوں نہ ہو تو آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر امامؑ کو سلام کریں گے تو امامؑ سلام کا جواب نہیں دیں گے۔ امامؑ تو یقیناً جواب دیتے ہیں ان کا تو پوری کائنات پر احاطہ ہے وہ تو ولایت تکوینی رکھتے ہیں اور ان کے لئے تو زمان و مکاں کی کوئی قید نہیں ہے انکو تو اللہ تعالیٰ نے یہ قوت عطا کی ہوئی ہے ..... اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی صفات کا، اپنے علم ازلی کا، اور اپنی قدرت کا مظہر بنایا ہے اور مظہر کامل بنایا ہے تو وہ بھی یقیناً سلام کا جواب دیتے ہیں لیکن ہم اس لائق نہیں کہ ان کا جواب سن سکیں۔ ہمارے اندر یہ لیاقت پیدا ہونی چاہیئے کہ روزانہ ہمیں مختلف جملوں کے ساتھ کہنا چاہیئے۔

کہ اے زمانے کے مالک ہمارا آپ پر سلام، اے زمانے کے وارثؑ آپ پر ہمارا سلام، اے ہمارے زمانے کے حاکم ہمارا آپ پر سلام، آپ ہمارے زمانے کے حاکم اور سرپرست ہیں۔ آپ پر ہمارا سلام ہو، اے یوسف زہراء (صلواۃ اللہ علیہا) آپ پر ہمارا سلام ہو، اے منجی بشریتؑ آپ پر ہمارا سلام، اے اولیاءؑ کو عزت دینے والے آپ پر ہمارا سلام، کافروں اور منافقوں کو ذلت دینے والے آپ پر ہمارا سلام ہو، اے قرآن کے شریک آپ پر ہمارا سلام ہو۔ اے محروموں کے غم خوار آپؑ پر ہمارا سلام، اے خاتم اوصیاءؑ آپؑ پر ہمارا سلام ہو، اے انبیاء، کے محبوب آپؑ پر ہمارا سلام، اے کبریا کے محبوب آپؑ پر ہمارا سلام ہو، اے کفر و نفاق کو ختم کرنے والے آپؑ پر ہمارا

سلام، اے عدل وانصاف کو دھرتی پر قائم کرنے والے آپ پر ہمارا سلام، انہی الفاظ کے ساتھ اے حق جدید آپ پر ہمارا سلام ہو۔ اے مخلوق کے لئے بہار (ہم تو اس وقت خزاں میں زندگی گزار رہے ہیں۔ بہار تو امام زمانہ علیہ السلام کے آنے سے ہوگی)..... آپ پر ہمارا سلام ہو''۔ **اللھم ارنی الطلعة الرشیدة الطلعة الرشیدة** تو مولاؑ کے القابات سے ہے] آپؑ پر ہمارا سلام،..... ایسا کرنے سے ان سے تعلق بنے گا، دیکھیں دیہاتوں میں ایسا ہوتا ہے کہ نوکر اپنے سردار کو سلام کرنے آتا ہے اور جب وہاں سے گزریں گے تو سردار پر سلام کریں گے، ساتھ تعریف بھی کریں گے۔ ہمیں بھی ایسا کرنا چاہیئے امام زمانہ عج میرے ہی نہیں بلکہ پوری کائنات کے سردار اور ولی ہیں۔

چوتھی ذمہ داری:

مولاؑ کی نیابت میں کچھ کام کرنا ہوتے ہیں۔ میں اسی ملاقات کے حوالے سے عرض کروں گا کہ آپ کا بچہ مثلاً امریکہ میں ہے باہر ممالک میں پڑھ رہا ہے آج کل کیونکہ ٹیلی فون کی سہولت ہے..... اس لئے جب تک آپ اس سے بات نہیں کریں گے اس وقت تک آپکو چین نہیں آتا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے اوصیاء سے رابطہ کا کوئی نہ کوئی سلسلہ رکھا ہوا ہے اور وہ ربط اس ٹیلی فونک رابطے سے زیادہ طاقت ور ہے جہاں آپ اپنے پیارے، اپنے محبوب سے روز ملاقات کا سوچتے ہیں، وہاں اپنے وارث، اپنے مالک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی گردنوں کی ملکیت اس آخری نمائندے کو دی ہے کیونکہ ولی نعمت وہ ہوتا ہے جو ہماری جانوں کا مالک ہے، وہ ہماری جانوں کے مالک ہیں ان کے بارے جیسے چاہیں تصرف کر سکتے ہیں، وہ ہمارے مال کے مالک ہیں، وہ ہمارے علاقے کے مالک ہیں تو فقط ایک بار سلام، سلام تو کئی بار کرنا چاہیے۔ لیکن ایک وقت ایسا ہو کہ جس میں آپ کے دنیاوی امور دخیل نہ ہوں۔ بڑے سکون کی کیفیت ہو، ویسے تو مالک کی طرف دوڑ لگی ہونی چاہیئے..... جیسے ہی انکا حکم ہو اس پر وہ چل پڑیں ہماری حالت یہ ہے

کہ ہم نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔'' السلام۔۔۔ السلام '' کے الفاظ ادا کرتے ہیں نہ تو الفاظ کا پتہ ہے کہ کیا کہہ رہے ہیں اور نہ ہی یہ شعور ہے کہ کس سے مخاطب ہیں؟..... اور کس سے بات کرنی ہے؟ اور نہ ہم نے کبھی سوچا ہے کہ ہمیں ہونا کیسا چاہیئے۔؟ نہ ہی سوچا ہے کہہ ہم کس کی خدمت میں کھڑے ہوئے ہیں اور اس کے لئے ہمیں کیسا ہونا چاہیئے؟ یعنی ہمارا تصور تو اس وقت ادھر ادھر ہوتا ہے..... لہذا 24 گھنٹوں میں تھوڑا سا وقت نکال لیں کہ جس میں ساری توجہ فقط اللہ کی طرف ہو چاہے ایک جملہ بھی کہیں ..... پوری توجہ کے ساتھ کہیں۔ اور جب پوری توجہ کے ساتھ آپ کا ایک جملہ بھی نکلے گا کہ اے زمانے کے مالکؑ، اے میرے وارثؑ، اے ولی اللہؑ آپؑ پر ہمارا سلام ہو، تو پھر اس وقت ایک جذب کی کیفیت ہوگی، شوق ہوگا، ایک وجد ہوگا، اور ایک ایسی لذت آپ کے وجود میں آپ کو محسوس ہوگی کہ جس کا آپ تصور بھی نہیں کر سکتے۔

وہ منزل بھی آسکتی ہے کہ امامؑ ہمیں موقع دیں..... اور وہ تو ہیں ہی بہت کریم علیہ السلام، وہ عطا کر دیں، وہاں پر تو کوئی رکاوٹ نہیں ہے، رکاوٹ ہم خود ہیں، ان کی طرف سے رکاوٹ نہیں ہے۔ وہ تو کتنوں کو زیارت کرا سکتے ہیں۔ بھئی جب مریں گے تو اس وقت تو یقینی طور پر ملاقات ہوگی..... سب کا عقیدہ ہے کہ ملاقات ہوگی۔ تو بھئی مرنے کے بعد ملاقات کریں گے تو زندگی میں ملاقات کیوں نہ کریں۔ تو کیا حرج ہے اس سے بڑا اشرف اور کیا ہو سکتا ہے..... کہ انسان اپنے امامؑ سے ملاقات کر لے۔

مقام افسوس ہے کہ اگر کوئی شیعہ یہ کہے کہ ملاقات کی آرزو کرنا ہی غلط ہے ہم گناہ گار ہیں تو آپ بتائیں کہ کیا گناہ گار مولا علی علیہ السلام سے ملنے نہیں جاتے تھے۔؟ امام جعفر صادق علیہ السلام سے ملنے نہیں جاتے تھے۔؟ کیا فرق ہے باقی آئمہ علیہم السلام اور ہمارے امامؑ کے درمیان؟ اس حوالے سے کیا فرق ہے؟ فرق یہی ہے کہ وہ ایک جگہ پر موجود تھے اور لوگ ان سے ملنے آتے تھے اور جو گھر میں نہیں مل سکتے تھے یا مولاؑ کے پاس مدینہ نہیں جا سکتے تھے تو وہ شیعہ جو کوفے میں تھا یا کسی اور شہر میں جا کر وہ وہاں بیٹھ کر سلام تو

کرتا ہی ہوگا۔ وہ بھی اپنے مولاؑ کو یاد کرتے تھے، ہمارے زمانہ کے امامؑ موجود ہیں۔ اور پھر امامؑ تو میرے روحانی معالج بھی ہیں، میرے دل میں جو کثافتیں آگئی ہیں اگر مولاؑ تھوڑی سی نظر کریں تو دل صاف ہوسکتا ہے اور کتنے بیمار ہیں کہہ جن کو ڈاکٹروں نے لاعلاج کردیا لیکن اپنے امامؑ سے توسل کرنے سے انکی بیماری دور ہوگئی۔

اصل معاملہ یہ ہے کہ جب ہر طرف سے توجہ منقطع کر کے اس طرف رجوع ہوگا تو پھر اس طرف سے بھی جواب ضرور ملے گا مگر ہم اس طرف رجوع نہیں کرتے تو ہماری صورت حال یہ ہے کہ ہماری توجہات بکھری ہوئی ہوتی ہیں۔ اور منتشر افکار کے ساتھ امامؑ کو پکار رہے ہوتے ہیں۔ تو ہمارا وہ پکارنا بے اثر ہوتا ہے بہر حال ہمیں اپنے امامؑ کی زیارت اور ملاقات کی خواہش کرنی چاہیئے۔

پانچویں بات امامؑ کی نیابت میں کام کرنا جیسے امامؑ کی نیابت میں مجلس عزا کرانا۔ امامؑ کی نیابت میں غریبوں کو کھانا کھلانا امامؑ کی نیابت میں کربلا جانا امامؑ کی نیابت میں خود حج پر جانا، یا کسی کو حج پر بھیجنا امامؑ کی نیابت یعنی کسی کو یہ کہنا کہ جاؤ امامؑ کی نیابت میں حج کرو ایسا اقدام ظاہر کرتا ہے کہ ہمارا امامؑ سے تعلق ہے روایات سے پتہ چلتا ہے کئی شیعہ دوسرے علاقوں میں امامؑ کی طرف سے قربانی کیا کرتے تھے..... امام، کی طرف سے خیرات کیا کرتے تھے، امامؑ کی طرف سے تمام عبادتی اعمال کئے جاسکتے ہیں جو جو تھوڑا عمل کرسکتا ہے وہ تھوڑا کرے، جو زیادہ عمل کرسکتا ہے وہ زیادہ کرے۔ ہمارے ہاں حضرت عباس علیہ السلام کی حاضری کا تصور ہے نیاز دینے کا تصور ہے، غازی عباس علیہ السلام کی حاضری کا مطلب حضرت غازی عباس علیہ السلام کی طرف سے دسترخوان لگانا ہوتا ہے مومن ان کی نیابت میں دسترخوان لگا رہا ہوتا ہے۔ مثلاً میری مَنت ہوتی ہے کہ میرا فلاں کام ہوجائے ..... میں حاضری دوں گا یعنی حضرت عباس علیہ السلام کا دسترخوان لگا کر لوگوں کو دعوت دوں گا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کی نیاز کا مطلب بھی یہی ہے..... امام جعفر صادق علیہ السلام

کی نیابت میں یہ سب کچھ کیا جارہا ہوتا ہے۔اسی طرح روایت میں ہے کہ ہمیں یہ سارے کام امام زمانہ(عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی نیابت کے حوالے سے کرنا چاہیں، آپ مجلس سننے جا رہے ہیں۔ظاہر ہے یہ عمل مولاؑ کو بہت پسند ہے تو یہ نیت کریں کہ میں مجلس امامؑ کی نیابت میں سننے کے لئے جارہا ہوں، بھئی کمزور آدمی ہی نائب بننے کو تیار ہوتا ہے، جب ہم نائب بننا قبول کریں گے تو پھر ہمارے اندر مولا کریم(عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) صلاحیت بھی پیدا کردیں گے، ایک گناہ گار یہ کہے کہ میں تو گناہگار ہوں میں یہ کام کیسے کروں..... بھئی امید تو بڑی رکھو، مومن کی نشانیوں سے یہ ہے کہ وہ خوف بھی رکھتا ہے اور اُمید بھی رکھتا ہے خوف اور رجا کے درمیان میں ہوتا ہے نہ امید اتنی زیادہ نہ خوف اتنا زیادہ ان دونوں کے درمیان رہتا ہے نیابتی اعمال بجالانے میں اُمید قبولیت رکھنی چاہیئے۔

اسی طرح امامؑ کی نیابت میں کہیں مسجد تعمیر کرادیں۔امامؑ کی طرف سے کہیں کوئی عمارت بنادیں، امام کی طرف سے کہیں یتیم خانہ بنادیں امامؑ کی طرف سے کسی جگہ کوئی اور رفاہی ادارہ بنادیں۔

امامؑ کی طرف سے کسی کو پانی کا نلکا لگوادیں، امامؑ کی طرف سے کہیں کچھ جا کر غرباء میں تقسیم کردیں۔یہ ایک بہت ہی وسیع مفہوم ہے اور اس کے حوالے سے روایات اور احادیث کثرت سے موجود ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ امامؑ کی غیبت میں ان کی نیابت اعمال خیر یہ بجالانا ہماری ذمہ داریوں سے ہے۔جب ہم میں سے کوئی انتقال کر جاتا ہے تو ہم اس کی تعزیت کے لئے جاتے ہیں تو ہمیں چاہیئے .....کہ ہم پہلے امامؑ کی خدمت میں تعزیت پیش کریں۔ ہمارے دیہاتوں میں آج بھی ایسا ہے جب کوئی عام آدمی مرجاتا ہے تو پہلے وہ بڑے سردار یا نواب کو جا کر تعزیت پیش کرتے ہیں، اور پھر اس کے گھر والوں کو تعزیت پیش کرتے ہیں۔، جب کوئی مرتا ہے تو پہلے جا کر سردار کو پیغام دیتے ہیں اور اس کے پاس جا کر افسوس بھی کرتے ہیں کہ آپکا فلاں نوکر یا مزارع مرگیا ہے اس کا افسوس ہے تو ہم سب تو امامؑ کے دسترخوان پر کھانے والے ہیں.....ان کی رعیت ہیں

جب کوئی ان کا غلام مرتا ہے تو پہلے امامؑ کی خدمت میں تعزیت پیش کرنی چاہیے ہمارے ایرانی بھائیوں میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ جب ان کا کوئی مرتا ہے تو پہلے امام زمانہ(عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی خدمت میں تعزیت پیش کرتے ہیں پھر ان کے نائب ولی فقیہ کی خدمت میں تعزیت پیش کریں گے، ..... پھر علماء کی خدمت میں تعزیت پیش کریں گے اس کے بعد خاندان اور والدین کی خدمت میں تعزیت پیش کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ ایک تعلق کو ظاہر کرتا ہے۔

اگلی ذمہ داری یہ ہے کہ ہماری جتنی بھی مشکلات ہوں ان کے حل کے لئے امامؑ کی طرف رجوع کریں۔ چونکہ اس زمانے کے تمام مسائل ان کے ذریعہ حل ہوتے ہیں، پس اس زمانے کے لوگوں کو اپنے زمانہ کے امامؑ کے پاس رجوع کرنا چاہیئے .....آپ اللہ کی رحمت کے اترنے کا مرکز ہیں۔ یہاں سے سارے فیوض و برکات جاری ہوتے ہیں۔ یہ بڑی ناانصافی کی بات ہوگی کہ ہم امامؑ کی خدمت میں کوئی درخواست ہی پیش نہ کریں .....ڈائریکٹ کسی اور جگہ پر بھیجیں۔ اگرچہ ہم براہ راست درخواست کسی اور امامؑ کے پاس بھیج سکتے ہیں لیکن جب مولا علی علیہ السلام کے پاس درخواست جائے گی اور وہاں سے پھر امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے پاس جائیگی اور ہم نے اپنے امامؑ کو یاد ہی نہ کیا ہوگا .....تو اس سے ہمارے بارے مولاؑ کو دکھ تو ہوگا کہ یہ شخص مجھے یاد ہی نہیں کرتا ..... لہذا ہم نے دیکھا کہ ایران میں جب وہ دعا مانگتے ہیں تو اس طرح کہتے ہیں ''اے امام زمان (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف)، اے مہدی زمن (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) آپؑ ہماری یہ مشکل حل کریں ورنہ میں آپکی دادی زہراء (صلواۃ اللہ علیہا) کے پاس چلا جاؤں گا۔ میں آپؑ کے دادا علی علیہ السلام کے پاس چلا جاؤں گا دیکھیں یہ مانگنے کا انداز ہے یعنی آپ کسی کے پاس جائیں اور کہیں کہ میرا فلاں کام کردیں۔ اگر آپ نہیں کریں گے تو میں فلاں ہستی کو آپ کے پاس لے کر آؤں گا اور ایسی ہستی کو واسطہ بناؤں گا .....جس کے بارے آپ کو یقین ہے وہ ان کی بات کو رد نہیں کریں گے، یہ ایک نفسیاتی چیز ہے، ایک فطری عمل ہے اسی

طرح جب آپ امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) سے مخاطب ہیں .....اور امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) سے گفتگو کر رہے ہیں تو یہ انداز اپنائیں اور اسی طرح جب آپ باقی آئمہؑ سے درخواست کرتے ہیں اور ان سے توسل کرتے ہیں تو یہ درخواست کریں کہ آپؑ ہماری سفارش سنیں، اپنے فرزند کے پاس سے ہماری مشکل کو حل کرائیں۔ ہم سے راضی ہو جائیں،۔ ہمیں اپنی دعاؤں میں شامل کر لیں۔ ہم پر کرم کریں، میں بیمار ہوں، میری روح مریض ہے، میں گناہوں میں گھر چکا ہوں، مجھے چھٹکارا کا کوئی ذریعہ نظر نہیں آ رہا۔ ، میرے اوپر ایک نظر کرم کریں،۔ حضرت ابو الفضل العباس علیہ السلام کا وسیلہ جو بہت ہی موثر وسیلہ ہے، اسی طرح

جناب بی بی پاک حضرت فاطمہ الزہراء (صلوات اللہ علیہا) کا وسیلہ بہت ہی موثر وسیلہ ہے۔، خود آپؑ سے کسی نے پوچھا کہ مولاؑ جب آپ سے ملنا ہو تو کیا کریں تب امامؑ نے جواب دیا کہ میری والدہ گرامی کو میرا وسیلہ بنائیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ اس سے مراد آپ کی جدہ طاہرہ زہرا سلام اللہ علیہا ہیں یا آپ کی والدہ گرامی طاہرہ سیدہ نرجسؑ خاتون ہیں دیکھیں کہ یہ ایک محبت کا سلسلہ ہے یہ وہ ساری چیزیں ہیں جنکی طرف ہمیں توجہ دینی چاہیئے۔

اسی طرح جب ہم عزاداری میں جاتے ہیں تو ہمارے تصور میں یہ ہونا چاہئے کہ ہم امام زمانہ علیہ السلام کی خدمت میں تعزیت پیش کرنے جا رہے ہیں کیونکہ جہاں بھی کوئی میت ہوتا ہے اس کے جو وارث ہوتے ہیں وہ صف ماتم بچھاتے ہیں تو مظلوم کربلا کا جو وارث ہے اور سینکڑوں سال سے انتظار میں ہیں کہ کب ہمارے امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) آئیں گے اور ہم ان کی خدمت میں تعزیت پیش کریں گے۔

مصائب:

آج میں چاہتا ہوں کہ تھوڑا سا اس معصومہ بی بیؑ کا ذکر ہو جائے جو اپنے بابا کو بہت پیاری تھیں۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ مولا حسین علیہ السلام کی دو بیٹیاں شام میں شہید ہوئیں ایک بی بیؑ کا نام رقیہؑ ہے۔ میں آج بی بی رقیہؑ کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں

جس کا مزار اب بھی دربار شام کے ساتھ موجود ہے۔ کیونکہ اسیران کربلا کو پہلے دربار یزید کے نزدیک والے زندان میں رکھا گیا تقریباً آٹھ دن اسی جگہ رہے یا اس سے کم وبیش پھر اس کے بعد خرابہ شام یعنی دمشق کی فصیل کے باہر ایک جگہ جسے خرابہ شام کہا جاتا تھا اب وہاں پر شام کا مشہور قبرستان ہے..... باب صغیر سے اسی طرف راستہ جاتا ہے جہاں پر شہداء کے سر بھی دفن ہیں اسیران کربلا کو باقی دن اسی زندان میں گزارنا پڑے اور اس وجہ سے دوسری بیٹی کا مزار وہاں پر ہے اور آپ زیارات پر جائیں تو شام میں جناب سکینہ علیہ السلام کی مزار قبرستان میں موجود ہے اور بی بی رقیہ علیہ السلام کی مزار مسجد اموی کیساتھ باب جابیہ کی طرف موجود ہے۔ اور بی بی رقیہؑ کے بارے میں ہے کہ آپ کا سن تین سال کا تھا اور جس وقت مولا حسین علیہ السلام خیام حسینی سے الوداع کر کے گئے تو اس وقت جناب رقیہؑ سو رہی تھیں اور اللہ تعالیٰ نے اس بچی پر ایسی نیند غالب کی..... پھر وہ بچی شام غریباں کو بیدار ہوئیں تین سال یا اڑھائی سال کی بچی..... ظاہر ہے کہ کس طرح سمجھ سکتی ہے کہ اس کے بابا شہید ہو گئے ہیں۔ اس لئے بچی نے بیدار ہو کر پوچھا کہ میرے بابا کہاں ہیں؟ تو بچی کو جواب دیا گیا آپ کے بابا سفر پر گئے ہوئے ہیں،، جب کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام کا سفر شروع ہوا۔ تو راستے میں بچی کو یہ کہا جاتا رہا کہ آپ کے بابا سفر پر گئے ہوئے ہیں..... جب بچیاں شام میں آ گئیں اور دربار کے قریب والے زندان میں بیبیاں تھیں۔ تو ایک رات بی بی رقیہؑ نے رونا شروع کر دیا آواز یزید کے گھر میں بھی پہنچی۔، بی بیوںؑ نے بہت کوشش کی کہ بی بی رقیہؑ خاموش ہو جائیں مگر وہ کہتی تھیں میرے بابا علیہ السلام ابھی تک کیوں نہیں آئے؟ مجھے میرے باباؑ کی انتظار ہے تو اس پر یزید ملعون نے داروغہ سے کہا کہ امام حسین علیہ السلام کا سر اس بچی کے پاس لے جاؤ۔ جب جیل خانے میں مولا حسین علیہ السلام کا سر لایا گیا اور ایک دفعہ بچی نے اپنے باباؑ کا خون آلود چہرہ دیکھا اور باباؑ کی ریش مبارک کو خون آلود دیکھا بابا، باباؑ کر کے سر سے لپٹ گئیں کہنے لگیں'' باباؑ آپکی داڑھی کو رنگین کس نے کیا؟ باباؑ میں تو آپ کے انتظار میں

ہوں، کئی مہینے گزر گئے۔ بابا آپ مجھے جواب کیوں نہیں دیتے..... ساری بیبیاں رو رہی تھیں۔ اتنے میں بی بی رقیہ (سلواۃ اللہ علیہا) نے چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ امام علی زین العابدین علیہ السلام نے آ کر اپنی بہن کو سنبھالا تو ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھا اور فرمایا پھوپھی اماں میری بہنؑ اپنے بابا کے پاس چلی گئیں عزادارو..... غربت ہے، ..... پردیس ہے ..... ، سید زادی کا جنازہ ہے ..... امام علی زین العابدین علیہ السلام نے اسی جیل خانہ میں قبر بنائی جہاں آج بی بی رقیہؑ کا مزار ہے۔ وہی قید خانہ ہے جس میں پہلے بیبیوں کو رکھا گیا۔ اور بی بی رقیہؑ کو دفن کر دیا گیا۔

اے امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) آپ کی سردار جناب رقیہؑ کا بہت افسوس ہے۔ ہم آپ کی خدمت میں تعزیت پیش کرتے ہیں خدا آپ کو اذن دے کہ آپ اپنے دشمنوں سے آ کر انتقام لیں۔

الا لعنة الله على القوم الظالمين

سيعلم الذين ظلموا اى منقلب ينقلبون

مجلس نمبر 16

عنوان : ۔ معرفت امام زمانہ علیہ السلام

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم :۔

﴿من مات ولم یعرف امام زمانہٖ مات میتة جاھلیة﴾

جو اپنے امامؑ کی معرفت کے بغیر مرا وہ جہالت کی موت مرا

غیبت کے زمانے میں معرفت حاصل کرنے کے بعد ہماری جو ذمہ داریاں ہیں وہ بیان ہو رہی ہیں .....

کل پانچویں ذمہ داری کے سلسلے میں جو احادیث اور قرآنی آیات ہیں وہ آپ کی خدمت میں پیش کی تھیں آج اس کی پانچویں ذمہ داری کی تشریح اور تفصیل عرض کرنا چاہتا ہوں۔

چھٹی ذمہ داری:

جو ہماری بنتی ہے۔ وہ ہے انتظار اور آپ نے دیکھا کہ اس انتظار کے عمل کی اہمیت وفضیلت کو کتنے دوٹوک الفاظ میں بیان کیا گیا ہے اور اسے افضل عمل کہا گیا ہے۔ خدا کا سب سے پسندیدہ ترین عمل حدیث میں کہا گیا ہے کہ ہمارے شیعوں کا سب سے اچھا عمل ..... کسی میں یہ کہا گیا ہے کہ ہمارا دین انتظار کرنا ہے۔

انتظار فرج:

پہلی بات تو یہ ہے کہ انتظار کا معنی کیا ہے ..... کیونکہ اسکا مفہوم معلوم ہونا ضروری ہے کیونکہ بہت سارے لوگ انتظار کے مفہوم کو نہ سمجھتے ہوئے اس کی صحیح عملی شکل کو نہیں پہچان سکتے اور ہمارے مخالفین نے ہمارے اوپر جو اعتراضات کئے ہیں بعض مصری علماء

نے جو شیعان علیؑ پر باقاعدہ اعتراضات کئے ہیں۔ان میں سے ایک یہ ہے کہ شیعہ تو انتظار کے قائل ہیں، معاشرہ سازی کی طرف ان کی توجہ ہی نہیں ہے۔ یہ اس انتظار میں بیٹھے ہیں..... کہ کوئی آئے گا اور وہی آکر سب کچھ ٹھیک کرے گا۔انہوں نے انتظار کے اصل معنی کی طرف توجہ نہیں دی بلکہ سادگی سے صرف ظاہری معنی کی طرف توجہ دی ہے۔اور شیعوں پر اعتراض کر دیئے ہیں اس لیے ضروری ہے..... کہ پہلے انتظار کے معنی اور مفہوم معلوم ہو اور اس کے ساتھ ہی فرج سے مراد بھی معلوم ہو جائے (یہ ایسا لفظ جو احادیث وروایات میں آیا ہے اور ہم لوگ درود میں بھی پڑھتے ہیں "**اللھم عجل فرجھم**")

فرج کے معنی:

فرج کے معنی کشادگی .....، ایک اچھا ماحول مل جانا ہے۔اس کے مفہوم کو آئمہ علیہم السلام نے بہت وسیع معنی میں لیا ہے..... جیسا کہ سابقہ احادیث وگفتگو میں اشارہ کیا گیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ پوری دھرتی پر اللہ کے نظام کا نفاذ..... کیونکہ جب تک اسلام کا نفاذ نہیں ہوتا اس وقت تک امن قائم نہیں ہوگا، سکون قائم نہیں ہوگا۔اصل وقت وہی ہوگا جو فتح ونصرت کا وقت ہوگا، وہی وقت ہوگا جو اسلام کے غلبے کا وقت ہوگا

جو قرآن کی حکومت کے قیام کا وقت ہوگا۔عدل وانصاف کے نفاذ کا وقت ہوگا۔ اس ساری صورت میں اللہ کی زمین پر اللہ کی حکومت کا نفاذ ہوگا۔شرک ختم ہو جائے گا کفر ونفاق کا نام تک نہیں رہے گا..... ہر طرف اسلام کا دور دورہ ہوگا، قرآن کی حکومت ہوگی، اہل بیتؑ کے فرامین نافذ ہوں گے۔انبیاء کا مقصد پورا ہوگا۔ایسی صورت جب ہوگی..... احادیث میں اس کو ایک لفظ کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔اور وہ لفظ فرج ہے جب ہم کہتے ہیں ''**اللھم عجل فرجھم**'' کہ اے اللہ ان کی تعجیل فرج فرما تو اس کا مطلب یہی مفہوم عام ہوتا ہے کہ جس کو چھوٹے سے لفظ کے ساتھ بیان کر دیا جاتا ہے۔

انتظار کا معنی:

انتظار کے لغوی معنی قطعاً جمود کے نہیں ہیں..... قطعاً لاتعلق ہونا نہیں ہے۔ انتظار کے معنی میں، اس کے مفہوم میں..... حرکت پوشیدہ ہے اور تحریک کا معنی اس سے اخذ اور لیا جاتا ہے ''**الانتظار التهيؤ للمنتظر ما يليق به** '' انتظار کیا ہے۔ ''التهيؤ'' ہے، آمادہ ہونا، اپنے آپ کو تیار کرنا ''للمنتظر'' منتظر کیلئے۔ ''مایلیق بہ'' جو شان منتظر ہے۔ ایک ہے ''**منتظِر**'' جو انتظار کرنے والا ہے اور ایک ہے **منتظَر** جس کی انتظار کی جارہی ہے..... ان دونوں سے انتظار کا مفہوم نکلتا ہے۔ انتظار کا معنی درمیان کا عمل ہے جو **منتظِر** کو **منتظَر** کیلئے کرنا ہوتا ہے، وہ ہوتی ہے اس کی تیاری..... جس قسم کا آپ کا منتظر ہے ویسی آپ کی تیاری ہوگی۔ تو جیسا وہ ہے، جس طبیعت کا وہ مالک ہے ویسی آپ تیاری کریں گے۔ اپنے گھر کو اسی طرح کا بنائیں گے اور جیسے جیسے **منتظَر** کی شان اور حیثیت بڑھتی جائے گی۔ ویسے ہی آپ کی تیاری کی کیفیت بڑھتی جائے گی۔ مثلاً آپ کی سلطنت کا بادشاہ آپ کے محلے میں آنا چاہتا ہے اور آپ کو اطلاع کرتا ہے کہ میں آرہا ہوں محلے والے تیاری کریں گے اور تیاری کیسی جو اس کی شان کے مطابق ہوگی کہ جب وہ آئے تو دیکھ کر خوش ہو..... **منتظَر** کے ساتھ امیدیں وابستہ ہوتی ہیں۔ کبھی تو خالص محبت ہوتی ہے، کبھی کوئی شئے حاصل کرنا ہوتی ہے۔ کبھی فقط تکریم کرتے ہیں۔ کبھی مادی امیدیں کبھی معنوی امیدیں ہوتی ہیں، انتظار میں بے چینی کی کیفیت ہوتی ہے..... چاہے منتظر کی آمد یقینی اور دن معین بھی ہو، جب تک وہ ظاہر نہیں ہو جاتا بے چینی کی کیفیت رہتی ہے۔ انسان حرکت میں رہتا ہے۔ انتظار میں جمود ہے ہی نہیں۔ انتظار میں حرکت ہے۔ مصری علماء نے جو شیعوں پر اعتراض کیا ہے کہ یہ ایک جامد مذہب ہے..... انہوں نے انتظار کا مفہوم سمجھا ہی نہیں۔ اس نے ہماری احادیث کو دیکھا ہی نہیں۔ مصر کے معروف رائیٹر احمد امین نے جب کتابیں لکھیں تو ان میں اس نے شیعوں کے خلاف بڑی ہرزہ سرائی کی اپنی کتابوں میں اس نے عجیب وغریب

کہانیاں شیعوں کے بارے میں لکھی تھیں۔ جناب آیت اللہ محمد حسین آل کاشف الغطاء رحمۃ اللہ علیہ ہمارے بہت بڑے عالم گزرے ہیں۔ پچاس ساٹھ سال پہلے کی بات ہے انہوں نے ان کو یعنی احمد امین کو نجف اشرف میں دعوت دی۔ اس (مصنف احمد امین) کو اپنے گھر مہمانی دی۔ مہمانی دینے کے بعد انہوں نے کہا یہ شیعہ شہر ہے اور یہاں سب شیعہ رہتے ہیں۔ شیعہ جنازے بھی اٹھ رہے ہیں یہاں ہمارے گھر بھی موجود ہیں..... جو کچھ آپ نے لکھا ہے، یا دیکھا ہے ہمیں بھی دکھا دو..... یہاں سے شیعوں نے درس لینا ہے

بہر حال یہ شخص شرمندہ ہوا اور پھر واپس جا کر ایک اور کتاب لکھی جس میں اپنی غلطیوں کا ازالہ کیا لیکن افسوس ہے ان کی وہ کتاب تو زیادہ منظر عام پر نہ آئی البتہ اس کی وہ کتابیں جن میں شیعوں کے خلاف ہرزہ سرائی کی گئی وہ عام ہوئیں حتیٰ کہ ان کا اردو میں بھی ترجمہ ہوا ہے جو کہ قابل افسوس امر ہے..... انتظار کو آپ جتنا پھیلاتے جائیں گے۔ اس کا مفہوم اتنا ہی وسیع ہوتا جائے گا، انتظار میں حرکت ہوتی ہے، بے چینی ہوتی ہے۔ وہاں کہتے ہیں کہ "الانتظار اشد من الموت" انتظار کی کیفیت موت سے بھی زیادہ سخت ہوتی ہے کہ فلاں کا انتظار ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ہم ہیں **منتظِر** اور ہمارے امامؑ ہیں **منتظَر**۔ یہ عمل انتظار کا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ "**التهيئ للمنتظر**" ہمیں اپنے آپ کو تیار کرنا ہے۔ امام **منتظَر** کیلئے **مایلیق به** یعنی جو آپ کی شان ہے۔ جو اس کا کام ہے اور ان کا کام کیا ہے ان کا کام یہ ہے کہ انہوں نے آ کر ظلم ختم کرنا ہے..... جھوٹ ونفاق ختم کرنا ہے۔ شرک وبت پرستی ختم کرنی ہے۔ خیانت ختم کرنی ہے۔ امن وسلامتی کو لے آنا ہے..... محبت کو رواج دینا ہے۔ الفتوں کو پھیلانا ہے۔ ہر طرف خوشحالی کو ایجاد کرنا ہے۔ سلامتی کو لے آنا ہے۔ قرآن کا نفاذ کرنا ہے۔ اسلام کو آ کے رائج کرنا ہے۔ یعنی پورا نظام اور سسٹم نیا لا کر اس کو انہوں نے رائج کرنا ہے۔ جو ابھی تک صرف کتابوں میں ہے۔ جو پوری طرح ابھی نافذ نہیں ہو سکا۔ فقط عقلی میدان میں ہم دلائل دے کر اسلام کی حقانیت کو ثابت کرتے ہیں۔ لیکن **لیظهره علی الدین کله** کل کی

تفسیر اس وقت ہوگی جب حضرت حجت حق علیہ السلام تشریف لے آئیں گے.....اور اس وقت یعنی جب آپ تشریف لائیں گے پورے اسلامی نظام کو تمام دوسرے نظاموں پر غلبہ حاصل ہوگا اور اسلام کی برتری عملی میدان میں ثابت ہوگی کہ یہ وہ دین ہے جو انسان کی فلاح کا ضامن ہے، یہ وہ دین ہے جو انسان کی ترقی کا ضامن ہے، یہ وہ دین ہے جو انسان کی مادی اور معنوی دونوں کمالات میں بام عروج پر پہنچا سکتا ہے۔ اسلام نظام قرآن ہے، نظام خدا ہے، تو ہمارے امامؑ نے آ کر اسلام نافذ کرنا ہے۔ ہم نے انتظار کرنا ہے۔

انتظار میں ہم کیا کریں:؟

اس میں دو چیزیں ہیں۔ سب سے پہلے خود کو تیار کرنا۔

(۱) پہلی ذمہ داری اپنی ذات کے حوالے سے ہے۔

(۲) دوسری ذمہ داری غیر سازی کے حوالے سے ہے۔

نکتہ:

دعا الگ فریضہ ہے اس لئے اس کو علیحدہ بیان کروں گا۔ انتظار الگ چیز ہے۔ دونوں میں کافی فرق ہے۔ ہمارے ہاں بعض اوقات دعا اور انتظار کو اکٹھا کر دیتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر ہم روزانہ **اللھم کن لولیك** پڑھ لیتے ہیں یا درود کے ساتھ **و عجل فرجھم** پڑھ لیتے ہیں تو انتظار کی ذمہ داری پوری ہوگئی نہ ایسا نہیں ہے، انتظار جو کہ افضل الاعمال ہے، انتظار جو کہ احب الاعمال الی اللہ ہے، انتظار جو کہ افضل اعمال **شیعتنا** ہے۔ انتظار جو دین آئمہ علیہم السلام ہے، جس کے بارے میں امام معصوم علیہ السلام فرماتے ہیں دین آبائی..... میرا دین اور میرے آباء واجداد کا دین۔ انتظار فرج ہے۔ کیا وہ فقط یہ کہنا ہے کہ اے میرے مولاؑ آپ علیہ السلام آ جائیں۔ یہ کہنا کافی نہیں ہے بلکہ انتظار کا معنی امامؑ کے لئے خود کو تیار کرنا ہے۔ خود کو کیسے تیار کریں اور ہمیں

کیا کیا کرنا ہے۔؟

خود اسلام کو سمجھنا، اسلام کے احکام کو جاننا، جو شخصی ذمہ داریاں ہیں حلال وحرام کو نہیں جانتا..... وہ نہیں جانتا کہ میرے اوپر کیا واجب ہے؟ اور میرے لئے کیا حرام ہے۔ ہماری خواتین کو پتہ ہی نہیں ہے کہ ان کی ذمہ داریاں گھر میں کیا کیا ہیں؟ اور باہر کیا کیا ہیں۔؟ بچوں کی تربیت کے حوالے سے کیا ذمہ داریاں ہیں۔؟ اگر ان سب چیزوں کا پتہ ہی نہیں تو پھر وہ کیسے منتظر؟ کیونکہ وہاں پر جو قانون لاگو ہونا ہے وہ ہے اسلام کا قانون۔ اور اگر میں اسلام سے واقف ہی نہیں تو پھر میں اپنے آپ کو تیار نہیں کر رہا مجھے پہلے تو اس قانون کے حوالے سے اپنے آپ کو آگاہی دینا ہے۔ مجھے اس نظام اور سسٹم کا پتہ ہونا چاہیے جس کو ہم علیحدہ بیان کر چکے ہیں۔ وہ ایک علیحدہ ذمہ داری ہے کہ ہمیں امام کے احکام کا علم ہونا چاہیے کہ ان کے احکام کیا ہیں۔؟

امامؑ کی حکومت میں اپنی جگہ بنانے کے حوالے سے، اپنے عبدیت کے اثبات کیلئے مجھے اسلامی احکام پر باقاعدہ عمل کرنا ہوگا۔ اس کے لیے مجھے باقاعدہ تربیت لینی ہوگی۔ مجھے سیکھنا ہوگا، مجھے جاننا ہوگا۔ ہمیں خود کو اخلاق الٰہیہ سے آراستہ کرنا ہوگا، اخلاق محمدیہؐ اپنے اندر پیدا کرنے ہوں گے..... اسلام میں تین امور ہیں پہلی بات اسلامی عقائد ہیں..... دوسری چیز احکام..... تیسری چیز اخلاقیات اور اخلاقیات ہی ضمانت فراہم کرتے ہیں احکام کے نفاذ کی..... اگر ایک شخص کا اخلاق اچھا نہیں ہے چاہے وہ نمازی ہی کیوں نہ ہو تب بھی اس کی بداخلاقی کی وجہ سے اس کے اعمال قابل قبول نہ ہوں گے۔

روایات میں ہے کہ بہت سارے لوگ میدان محشر میں آئیں گے تو ان کا نامہ اعمال خالی ہوگا وہ کہے گا کہ میں نے نماز پڑھی، ذکر کیا، روزہ رکھا وہ میرے اعمال کہاں گئے جواب ملے گا وہ سب تیری بداخلاقی کی نظر ہو گئے..... بداخلاقی کی بڑی سزا یہ ہے کہ اعمال حبط ہو جاتے ہیں۔ یعنی نیک اعمال ختم ہو جاتے ہیں۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی جس کا نام سعد تھا۔ اسکے جنازے میں آپؐ خود تشریف لے گئے بہت سارے لوگ جنازے میں شریک تھے..... رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاؤں کا انگوٹھا زمین پر لگا کر جنازہ کے پیچھے چل رہے تھے۔ اسکا اصل فلسفہ تو مولاؑ خود ہی جانتے ہیں۔ لیکن آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اتنے زیادہ فرشتے موجود ہیں کہ پورا پاؤں رکھنے کیلئے خالی جگہ موجود نہیں ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر عمل میں کوئی نہ کوئی حکمت پوشیدہ ہوتی تھی۔ خود رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دفن کیا، جنازہ رسولل خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھا۔ ماں خوش ہوئی کہ میرا بیٹا جنت میں جائے گا..... تو حضورؐ نے فرمایا خوش نہ ہو۔ آپ کا بیٹا ابھی فشار قبر میں مبتلا ہوگا تو اس کی ماں نے پریشان ہوکر کہا کیوں ایسا ہوگا۔؟ تو اس کی ماں سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا اس لئے ہوگا کہ وہ گھر والوں سے بداخلاقی سے پیش آتا تھا اور بداخلاقی کی سزا پہلی رات فشار قبر ہے..... اور فشار قبر یعنی قبر کا عذاب، اس میں قبر کھلی ہو جائے گی اور پھر اچانک اس کی دیواریں آپس میں ملیں گی تو اِدھر کی پسلیاں اُدھر اور اُدھر کی اِدھر ہو جائیں گی..... اسی طرح آگے اور پیچھے والی اطراف کا بھی ہوگا آئمہ معصومین علیہم السلام فرماتے ہیں'' آپ لوگ اتنے کچھ اعمال کر کے آؤ کہ فشار قبر کی سختیوں سے بچ سکو'' کیونکہ شفاعت کا مرحلہ یا باقی حساب کتاب کے مراحل کا تعلق میدان محشر سے ہے، وہاں پر حساب کتاب ہوگا یہ قبر کا عذاب تو خود بھگتنا ہے، چراغ قبر بھی اپنے ساتھ لے جاؤ..... اور چراغ قبر انسان کا اچھا عمل ہے اس میں بداخلاقی کی سزا بہت زیادہ ہے۔ اخلاق میں سب سے اہم گھر والوں سے اچھا پیش آنا ہے۔ اگر انسان سارا دن کام کرتا رہے اور پھر گھر آئے تو منہ بنا ہوا ہو، یہ درست نہیں ہے۔

روایات میں ہے کہ جب گھر میں داخل ہو (اگر باہر غصے میں تھے) تو گھر کے اندر مسکراتا ہوا داخل ہو اور اگر بہت غصہ آرہا ہے تو بیٹھ جاؤ اور اگر بہت زیادہ پریشانی ہے تو وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ لو کہ نماز سکون کا وسیلہ ہے نہ کہ گھر والوں کے ساتھ

لڑنا شروع کردے..... اور بداخلاقی کو اپنی عادت بنالے اور گھر والوں کی خامیوں پر انہیں ڈانٹتا رہے۔

یہ پہلی چیز جب ہم انتظار میں ہیں تو اپنا اخلاق اچھا کریں مولاؑ اپنے ساتھ بداخلاقوں کو نہیں لیں گے..... تو ہمیں پہلے خودسازی کرنا ہوگی اور یہ ہماری ذمہ داری ہے۔

امامؑ نے سب سے پہلے آکر جو کام کرنا ہے وہ ہے غیر سازی جو امر بالمعروف اور نہی المنکر کے ضمن میں آتا ہے اور خود انتظار کے ضمن میں بھی یہ بات آتی ہے۔ انتظار میں یہ چیز شامل ہے کہ امامؑ کے انصار و معاونین بنائیں، خود کو مولاؑ کی مدد کیلئے تیار کریں اور اس تیاری میں اہم چیز کردار سازی ہے اپنے آپ کو بنانا ہے اور اپنے آپ کو اس وقت تک نہیں بنا سکتا..... جب تک اسلامی احکام کو نہیں جان لیتا، جب تک خود کو اسلامی اخلاق سے آراستہ نہیں کر لیتا، جب تک اسلامی اخلاقیات سے آگاہ نہیں ہوگا۔ پہلی بات یہ ہے کہ اسلام سے آگاہ ہونے کے بعد اس پر عمل کرے۔

دوسری بات غیر سازی کی طرف توجہ دے۔ روایات میں آیا ہے کہ لوگوں کے دلوں میں ہماری محبت ڈالو، لوگوں کو ہماری طرف کھینچ کر لاؤ نہ کہ ایسا کردار پیش کرو کہ لوگ ہمیں چھوڑ کر چلے جائیں..... لوگوں کے سامنے ہماری شخصیت کو ناپسندیدہ شخصیت بنا کر پیش نہ کرو۔

اس لیے امامؑ فرماتے ہیں کہ ہمارے ساتھ تعلق ہے تو آپ کی شکل وصورت بھی ہماری طرح ہونی چاہیے اگر اچھے کام کرو گے تو اس کی نسبت ہماری طرف آئے گی..... اور اگر برے کام کرو گے تو اس کی نسبت بھی ہماری طرف آئے گی۔ جیسے ایک باپ کی اولاد ہے اگر اسکی اولاد برا عمل کرے گی تو لوگ کہیں گے کہ یہ فلاں کا بیٹا ہے۔ اس نے اس کی اچھی تربیت نہیں کی۔ اور اگر وہ اچھا کام کرے گا تو یہ کہا جائے گا کہ یہ شخص فلاں کا بیٹا ہے اس کے باپ نے اس کی اچھی تربیت کی ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ ہم تمہارے باپ کی طرح ہیں۔ جب تم برا عمل کرتے ہو تو لوگ تمہارے برے عمل کی نسبت ہماری طرف

دیتے ہیں۔اچھا عمل کرو گے تو

اس کی نسبت بھی ہماری طرف دیں گے۔ایسا کردار پیش کرو کہ تمہارے کردار کو دیکھ کر لوگ ہماری طرف مائل ہوں.....لوگوں کے دلوں میں ہماری محبت ڈالو۔نہ یہ کہ لوگ کہیں کہ شیعہ بن کر کیا کرو گے۔؟ وہاں سوائے بدعملی کے اور دھوکہ دہی کے اور کچھ نہیں۔

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر ایک بستی میں دس ہزار افراد رہتے ہوں اور باہر سے کوئی آدمی آئے اور آ کر پوچھے کہ اس بستی میں سب سے بڑا امین کون ہے،؟ سب سے بڑا شریف کون ہے، ؟ سب سے بڑا پرہیز گار کون ہے،؟ سب سے بڑا پاکدامن کون ہے؟ تو اس بستی کا ہر شخص بولے فلاں جعفری، فلاں علی علیہ السلام کا ماننے والا ..... یہ وہ چیز ہے جس پر منتظرین امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کو توجہ دینی چاہیئے اور اس کا ہر عمل اس نیت سے ہو کہ میرا ہر عمل امامؑ کے سامنے ہے اور میں نے اپنے آپ کو اچھا و نیک بنانا ہے تا کہ میں امامؑ کی حکومت میں رہ سکوں نہ کہ ان کی تلوار چلے اور مولاؑ مجھ سے ناراض ہوں اور میرے عمل کی وجہ سے ان کو تکلیف ہو۔

اور پھر میں نے دوسروں کو مولاؑ کی طرف مائل کرنا ہے۔دوسروں کو مولاؑ کا جانثار و انصار بنانا ہے۔اسی حوالے سے منتظرین کی ذمہ داری ہے کہ اپنے اموال سے مدد کریں ..... مدد جان و مال سے ہوتی ہے۔آپ کی جان اور آپ کا وجود، آپ کے کردار، آپ کی زبان پر آئمہ علیہم السلام کا تذکرہ ہو۔آخری امامؑ کا ذکر ہو لوگوں کو آخری امامؑ کی پہچان کراؤ، لوگوں کو آخری امامؑ کے فضائل سناؤ، لوگوں کو ان کی ذمہ داریوں سے آگاہ کرو یہ زبان سے مدد ہے۔

اور مال سے مدد یہ ہے کہ امامؑ کے مشن اور پروگرام کے مبلغ تیار کرنا اور مشن کیلئے ادارے قائم کرنا یہ بھی انتظار کرنے والوں کی ذمہ داری میں آتا ہے اور مال میں جو فرض بنتا ہے وہ ادا کرے، اپنے مال سے خمس و زکوٰۃ ادا کرے اور حقوق مالیہ جو کہ ایک واجب شرعی ہیں انہیں ادا کرے کیونکہ جب تک انسان اپنے مال سے حق خدا، حق امامؑ،

حق سادات ومساکین نہیں دیتا اس کا سارا مال حرام ہے۔ جب اس کا مال حلال وحرام گڈمڈ ہے اور اس کی غذا مخلوط بالحرام ہے اس کے کپڑے، اس کی جگہ مخلوط بالحرام ہیں تو امامؑ ایسے شخص کو اپنے قریب نہیں آنے دیں گے نہ ہی ایسے گھر میں آئیں گے..... جو غصبی مال سے بنا ہوا ہے اور نہ ہی امامؑ اسے اپنی دعاؤں میں شامل کریں گے، کیونکہ یہ شخص غاصبین میں شامل ہوگا۔

کیا آپ نے نہیں پڑھا کہ ایک گھر میں دعائے امامؑ کی محفل منعقد تھی جس میں محبان امام زمن علیہ السلام موجود تھے اور سب اس نیت سے تھے کہ آج امام علیہ السلام سے درخواست کریں گے کہ وہ یہاں پر تشریف لے آئیں اور ہمیں یہ شرف بخشیں کیونکہ اس میں ایسے لوگ شامل تھے جن کا دل امامؑ کی معرفت کے نور سے منور وروشن تھا.....اور ان کے دل کا آئینہ اس قدر شفاف تھا کہ وہ امامؑ کا دیدار کر سکتے تھے۔ ان میں سے ایک شخص دیکھتا ہے کہ مولا حسین علیہ السلام کا مصائب شروع کیا گیا اور گریہ وزاری کی کیفیت طاری ہوئی تو مولا امام زمانہ (عج اللہ تعالی فرجہ الشریف) لے آئے ہیں لیکن اس گھر سے باہر کھڑے ہیں، وہ شخص عرض کرتے ہیں مولاؑ اندر تشریف لے آئیں مولاؑ فرماتے ہیں میں اس گھر میں داخل نہیں ہوسکتا اس نے عرض کیا مولاؑ ..... کیوں؟

امامؑ فرماتے ہیں کہ اس گھر کی تعمیر میں غصبی مال شامل ہے۔ حرام مال شامل ہے میں اس میں کیسے قدم رکھ سکتا ہوں اور پھر وہ شخص کہتا ہے کہ میں نے مولاؑ سے عرض کیا۔

کہ کیا ہم باہر نکل آئیں..... مولاؑ نے فرمایا نہ..... اس کی بے احترامی ہوگی، اس کی اہانت ہوگی دیکھیں امامؑ کو ایک شیعہ کی عزت کا کتنا خیال ہے کہ اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ لوگ اس گھر سے باہر آجائیں، لیکن جب دل سے پکارتے ہیں..... تو تشریف لے آتے ہیں اور گھر سے باہر کھڑے رہتے ہیں البتہ مولاؑ نے فرمایا جب یہ محفل دعا ختم ہوجائے تو تنہائی میں جا کے اس کو بتانا کہ تم اچھا نہیں کر رہے ہو اور ہمارے کہلاتے ہوئے پھر تم اپنے مال سے دوسروں کا حق کیوں ادا نہیں کرتے ہو لوگوں کے جن

حقوق کو ادا کرنا ہے.....ان کا حق کیوں ادا نہیں کرتے ہو؟ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کسی کو اس نے خمس دے دیا ہے یا غریب سید کو کچھ مال سادات دے دیا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ میں نے احسان کیا ہے اس نے کوئی احسان نہیں کیا یہ تو آپ نے واجب ادا کیا ہے آپ اگر 17 رکعت روز کی نماز ادا کرتے ہیں تو یہ واجب ادا کیا ہے جب کہ مومن کی نشانیوں سے یہ ہے..... کہ 51 رکعت نماز ادا کرے 17 رکعت کے ساتھ ساتھ آپ مستحبی نمازیں بھی پڑھیں تو کچھ بات بنے گی، نماز تہجد پڑھیں تو بات بنے گی، واجب نماز کے ساتھ ساتھ نافلہ نمازیں پڑھنے سے واجب نمازوں میں جو نقائص اور کمزوریاں رہ جاتی ہیں ان کو پورا کرتے ہیں۔ اسی طرح جناب سیدہ علیہ السلام کی تسبیح بعد از نماز پڑھنا نماز کے نقائص دور کرنے کا سبب بنتی ہے، نماز کی قبولیت کا وسیلہ قرار پاتی ہے۔

لیکن میں جو عرض کر رہا تھا۔ ایک **منتظِر** کی ذمہ داری ہے کہ امامؑ کے مشن کے مبلغین روانہ کرنے کیلئے یا تبلیغی لٹریچر تیار کرنے کے لئے یا طالب علم جو امامؑ کے مشن کی تعلیم حاصل کر رہا ہے اس کا خرچہ اپنے ذاتی مال سے دے تو پتہ چلے..... کہ یہ امامؑ کے ناصران اور ان کے پروگرام کی تقویت کیلئے کام کر رہا ہے، یعنی یہ بات انتظار میں شامل ہے۔

جب ہم زیارت جامعہ یا باقی زیارات پڑھتے ہیں تو اس میں کہتے ہیں میرے ماں باپ آپ پر قربان، میرا مال آپ پر قربان، جب یہ کہہ رہے ہوتے ہیں کہ میرا مال آپ پر قربان، تو میرے مال سے مراد خمس تو نہیں ہوتا.....، میرے مال سے مراد واجب زکوٰۃ تو نہیں ہوتی۔ میرے مال سے مراد میرا وہ مال ہوتا ہے جو خمس نکالنے کے بعد ہوتا ہے مثلاً قربانی کا بکرا ذبح کرتے ہیں۔ ہم میں سے کوئی ایسا ہے جو ریوڑ سے بکرا چوری کرے اور قربانی والے دن اس کو ذبح کرائے۔ ایسا یقیناً کوئی نہیں کرے گا لیکن جب میں نے ہزار روپے کا بکرا لیا ہے اور میرے خمس کی تاریخ ہے ہی نہیں تو اس مال سے دو صد روپے میرے نہیں، یہ بھی تو چوری ہے۔..... اور کس کی چوری ہے والی نعمت کی چوری ہے جو اس کائنات کی بقا کا ضامن ہے اسکی چوری ہے۔ غریب سادات کی چوری ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ اور سخت پریشانی کے عالم میں وہ شخص مبتلا ہوگا..... جب خمس کے مستحقین آئیں گے اور اپنی دادی سے شکایت کریں گے کہ دادی ہماری بچیوں کے سر ڈھانپنے کیلئے برقعے نہیں تھے۔ ہمارے گھر میں پانی کیلئے نلکا نہیں تھا..... ہم اپنے بچوں کو تعلیم نہیں دے سکتے تھے اور ان کے پاس ہمارا حق تھا انہوں نے نہیں دیا بی بی معاف نہیں کریں گی۔ خدا بھی معاف نہیں کرے گا۔ خدا اپنا حق معاف کرے گا لیکن دوسروں کا حق معاف نہیں کرتا اس لئے تو ہم پاکستان میں اپنی گفتگو میں کہتے ہیں کہ کم از کم جو قربانی کا دنبہ، بکرا ذبح کر رہے ہو اس کا خمس تو ادا کردو۔ غازی عباس علیہ السلام کی حاضری پکائیں گے۔ اس کے لئے کمرے کو دھوئیں گے۔ ہر شئے صاف کر لی، پاک کر لی لیکن مال پاک وصاف نہیں کیا..... اس کی طرف توجہ ہی نہیں ہے۔ صرف ظاہری پاکیزگی سے باطنی بات تو نہیں بنے گی۔ خمس نہیں دو گے تو ہر شئے نجس ہے۔ غصبی ہے..... غصبی شئے میں ہاتھ ڈالنا بھی جرم ہے۔

انتظار میں جہاں خود کو تیار کرنے کی بات ہے، مولاؑ کی مدد کیلئے خود کو آمادہ کرنے کی بات ہے..... وہاں مولاؑ کے مشن کیلئے دوسروں کو تیار کرنا بھی شامل ہے اور دوسروں کو تیار کرنے کیلئے یا تو خود اس کے پاس اتنا وقت ہو کہ وہ دوسروں کو مولاؑ کا پروگرام بتائے۔ دوسروں کو مولاؑ کے فضائل بتائے۔ مولاؑ کے وجود مقدس کی برکت سے دوسروں کو آگاہ کرے تاکہ لوگ مولاؑ کے عاشق بنیں اور اگر وہ خود نہیں بنا سکتا تو دوسروں کو بھیجے۔ وہ بھی نہیں کر سکتا تو کوئی کتاب خرید کر بھیجے۔ جو اس مشن کیلئے اپنی زندگیاں وقف کر چکے ہیں۔ اور دینی طلباء وطالبات ہیں ان کی سرپرستی کرے۔ روایات میں ہے کہ اگر آپ ٹوٹی ہوئی قلم کے ساتھ کسی ایک طالب علم کی مدد کرتے ہیں تو اس کا بھی آپ کو اجر ملے گا۔

بہر حال اس حوالے سے ہمیں توجہ دینی چاہیئے ..... یہ بات بھی اسی انتظار میں آتی ہے کہ مومنین اپنی صحت پر توجہ دیں تاکہ مولاؑ کے مشن میں کام کر سکیں، آپ نیت کے

ساتھ اپنے ہر عمل کو عبادت میں ڈھال سکتے ہیں، وہیں آپ اس لئے اپنے آپ کو صحت مند رکھتے ہیں کہ امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے مشن کے سپاہی بن سکیں۔ اس لیے آپ بولنا اور تقریر کرنا سیکھتے ہیں کہ امامؑ کے مشن کو آگے بڑھا سکیں۔ آپ اس لئے مطالعہ کر رہے ہیں کہ مولاؑ کے مخالفین کو جواب دے سکیں۔ اس نیت سے آپ دفتر میں کام کر رہے ہیں کہ مولاؑ کی حکومت کے دوران آپ دفتری کام کر سکیں یا مولاؑ کے منتظرین کی خدمت کریں تو یہ بھی ایک عبادت ہے۔ اگر خمس دو اور اس کے بعد اتنا مال ہے کہ امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے معاونین کی مدد کر سکو تو ایسا کرنا بھی عبادت ہے۔ انتظار کے ضمن میں مسجدوں کی تعمیر آتی ہے۔ امام بارگاہوں کی تعمیر آتی ہے۔ یہ مجالس کا قیام، یہ دعاؤں کی محافل یہ ظلم کے خلاف اور اس کے خاتمے کیلئے اقدامات یہ سب اسی میں آتے ہیں، ایسا تو نہیں ہے کہ جب مولاؑ تشریف لائیں گے تو دنیا ظلم و جور سے بھری ہوئی ہوگی۔ تو ایک سادہ لوح شخص کہہ رہا تھا..... کہ پھر ہمیں ظلم زیادہ کرنا چاہیئے تاکہ مولاؑ جلدی تشریف لائیں۔ جہاں مظلوم ہوگا.....تو ہم نے ظالم نہیں بننا۔ بلکہ مظلوم کی مدد کرنی ہے۔ امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ظالم کے دشمن بنو چاہے وہ ظالم شیعہ ہی کیوں نہ ہو، مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔

ظالم کے دشمن اور مظلوم کی مدد کرو..... مظلوم بننا بھی جرم ہے۔ مظلوم کے مددگار بنو۔ یعنی ظلم کو قبول کرنا جرم ہے۔ کوئی ایک تھپڑ مارے تو دوسرے تھپڑ کیلئے تیار ہو جاؤ، کسی نے ایک گالی دی تو کہا کہ دوسری گالی بھی دے دو۔ نہیں ایسا نہیں بننا، ظلم کو تقویت دینا، ظلم پر خاموش ہونا، کسی کا حق نہیں دیا جا رہا، خمس کھایا جا رہا ہے..... ، غرباء پر زیادتی ہو رہی ہے تو یہ ظلم ہو رہا ہے اس ظلم کے خلاف آواز اٹھانی ہوگی، اسلام کے احکام پامال ہو رہے ہیں، کھلے عام شراب چل رہی ہے، کھلے عام فحاشی ہو رہی ہے، بے پردگی کو عام کیا جا رہا ہے اس کے خلاف اقدامات کرنا ہوں گے۔ کیونکہ یہ سب انتظار کا حصہ ہے۔ اگر ایک شخص برائی سے نہیں روکتا تو وہ کیسا امامؑ کا ناصر ہے۔ مولاؑ کے ساتھ تو انشاء اللہ

ہزاروں تو کیا لاکھوں کی تعداد میں ناصران ہوں گے۔

انشاء اللہ میں آگے چل کر بتاؤں گا کہ جب مولا ظہور فرمائیں گے تو بیعت لینا شروع کریں گے.....تو پچیس امور ہیں جن پر بیعت لیں گے اور پھر چھ امور کے بارے میں مولاؑ خود اعلان کریں گے یعنی اپنے ناصران سے پچیس باتوں کا اقرار لیں گے اور خود چھ امور کے بارے میں اعلان کریں گے کہ میں ان امور کی پابندی کروں گا۔

بہر حال اللہ تعالی ہمیں منتظران امام مہدی (عج اللہ تعالی فرجہ الشریف) میں شمار کرے ایسے تو نہیں کہا گیا کہ منتظر ایسا ہوتا ہے..... گویا اس نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے جہاد کیا ہو منتظر ایسا ہوتا ہے گویا جہاد کرتے ہوئے امام زمانہ (عج اللہ تعالی فرجہ الشریف) کے خیمے کے سامنے مارا گیا ہو..... منتظر کی یہ فضیلت ایسے تو نہیں ہے کہ خداوند فرماتا ہے کہ تم بھی انتظار کرو اور میں بھی انتظار کرنے والوں میں شامل ہوں..... ہم سب منتظر ہیں، ہم انتظار کر رہے ہیں اس وقت کی۔ انتظار یعنی آمادگی، اپنا گھر صاف ستھرا رکھیں۔ خاتون خانہ اس لئے گھر کو صاف ستھرا رکھتی ہے کہ کہیں امامؑ میرے گھر میں تشریف نہ لے آئیں اور گھر گندا نہ ہو۔ گندے گھر میں تو نہیں آئیں گے۔ ایک بندہ کپڑے صاف ستھرے رکھتا ہے۔ اچھے قسم کا پرفیوم لگاتا ہے لیکن گناہ کر کے اپنا اندر نجس کیا ہوا ہے..... ایک شخص واقعہ بیان کرتا ہے کہ اس نے امام رضا علیہ السلام کے حرم میں دیکھا کہ مولاؑ اپنے مزار پر مسند نشین ہیں سامنے سب حیوانات ہیں، ان میں ایک کی شکل خنزیر کی ہے جس کے سر پر مخصوص نشان ہیں مولاؑ فرماتے ہیں کہ اس خنزیر کی پذیرائی آپ کے ذمہ ہے میں نے ہاتھ باندھ کر کہا میرے لیے خنزیر رہ گیا ہے کیا کوئی انسان نہیں ہے تو مولاؑ نے فرمایا کہ ان سب حیوانوں کی میں نے پذیرائی کی ہے یہ خنزیر تیرے حصے میں ہے۔ مشہد میں مَیں صبح اٹھا تو دروازہ بجا..... باہر آ کر دیکھتا ہوں! کہ باہر میرا ایک پرانا دوست کھڑا تھا اس کے سر کو دیکھتا ہوں جو رات کو نشان دیکھے تھے وہی نشان اس کے سر پر ہیں۔ میں نے اس کو دیکھا تو پریشان ہوا، اس نے کہا کہ میں نے تین دن تیرے پاس رہنا ہے تو میں نے کہا کہ ہاں

مولا امام علی رضا علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا ہے کہ آپ نے تین دن میرے پاس رہنا ہے۔ وہ خوش ہوا کہ مولاؑ نے میرے لئے اچھا سوچا ہے۔ تو میں نے سوچا کہ آخری دن اس کو بتاؤں گا۔ جب آخری دن ہوا تو میں نے آ کر اسے بتایا تو وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگا..... اور کہا میرے مال میں حرام ملا ہوا ہے۔ اس سے نتیجہ نکلا جب مال میں حرام ملتا ہے تو اس بندے کی شکل خنزیر کی طرح ہو جاتی ہے کیونکہ ہر گناہ کی ایک شکل ہے ....، ہر گناہ کی ایک خاصیت ہے یہ تو اس ذات کا کرم ہے کہ ہر شئے پر پردے پڑے ہوئے ہیں رسوائی کا عالم تو میدان محشر میں ہوگا ..... یہاں پر خداوند اتنا کریم ہے کہ ہر روز فرشتے بدل دیتا ہے تا کہ دوسرے دن کے فرشتے کو پتہ نہ چلے کہ اس نے کیا کیا ہے؟۔ دعائے کمیل میں ایک ایسا جملہ ہے کہ انسان کی عقل جواب دے جاتی ہے۔ ''وہ تو اتنا کریم اور ہم اتنے ذلیل ..... اے خدا! میرے وہ گناہ بخش دے جن کا زمین کو پتہ نہیں، آسمان کو پتہ نہیں، کسی شئے کو پتہ نہیں، صرف تجھ ہی کو پتہ ہے، ان پر تو پردہ ڈال۔

ہم اگر منتظرین میں سے ہیں تو ہمیں اپنے ظاہر کے ساتھ ساتھ اپنے اندر کو بھی پاک کرنا چاہیئے، صاف ستھرا رہنا چاہیے۔ آدمی طہارت باطنی اور آدمی طہارت ظاہری ہے۔ صفائی کو نصف ایمان قرار دیتا ہے۔ اسی طرح گھر کی صفائی ..... ظاہر پاک ہے اور اندر پلید..... تو امامؑ کیسے ہمارے پاس آئیں گے۔

امامؑ کا ایک لقب منتظَر اور ایک منتظِر ہے۔ منتظَر اس لیے ہے کہ جس دن آپؑ کا ظہور ہونا ہے اور آپؑ کو خدا نے ظہور کا حکم دینا ہے اور خداوند متعال منتظر اس وقت کا ہے کہ خدا حکم جاری کرے گا۔ کہ اب بات ختم اور جبرائیلؑ سے کہیں گے ..... کہ جاؤ اور اعلان کرو۔ اے لوگو! اب وقت ختم اور اللہ کے قائم مقام مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) تشریف لے آئے ہیں۔ ان کی بیعت کرو اور ان کی اطاعت بھی کرو۔ تمام آئمہ کو اس وقت کی انتظار تھی اور ہے۔ تمام انبیاء اس بات کے منتظر تھے اور ان کی ارواح اب بھی منتظر ہیں ..... کہ ملاء اعلی والے اسی انتظار میں تھے اور ہیں۔

مصائب:

اہل بیت علیہم السلام نے دین کو بچانے کیلئے بڑی تکالیف برداشت کیں۔

یزید کے دربار میں خاندان عصمت وطہارت کے پردہ داروں کا پیش ہونا ایک کٹھن مرحلہ تھا۔ یزید (لعین) شراب پینے میں مست تھا اور تھوڑی تھوڑی دیر بعد اسلام کا مذاق اڑاتا تھا۔ یزید (لعین) نے سمجھا کہ سب معاملہ تمام ہوگیا..... یزید کے دربار کے بہت سارے واقعات ہیں۔ ایک واقعہ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ایک ملعون نے یزید سے یہ جملہ کہا تھا..... (خاکم بدہن) یہ بیبیاںؑ جو سامنے کھڑی ہیں ان میں سے ایک بی بیؑ مجھے دے دو اس ملعون نے یہ اشارہ دخترِ حسینؑ کی طرف کیا تھا میں کہتا ہوں کہ امام علی زین العابدین علیہ السلام کا جگر پھٹ گیا ہوگا..... اس لئے تو شام نے امام زین العابدین علیہ السلام کو خون رلا دیا میں نے بعض علماء سے یہ سنا ہے کہ جس شخص نے اشارہ کیا تھا کیونکہ دختر پیغمبرؐ کی طرف اشارہ کیا تھا اس لیئے اس کا ہاتھ وہیں پر خشک ہوگیا اور وہ پریشان ہوگیا اس حالت کو دیکھ کر وہ یزید لعین کی طرف رخ کر کے کہنے لگا کہ کیا بات ہے ادھر پریشانی کی حالت میں بی بیؑ نے اپنی پھوپھی کا دامن پکڑ لیا جناب سیدہ عالیہ (صلواۃ اللہ علیہا) نے فرمایا بیٹا پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں اللہ تعالیٰ ہمارا حامی وناصر ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہوسکتا اور پھر یزید لعین کی طرف خطاب کر کے فرمایا۔

اے یزید! ہم خاندان نبوت ہیں ادھر تو اپنے مسلمان ہونے کا دعوی کرتا ہے پھر یہ باتیں کرتا ہے۔

عزادارو!

کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام جتنی تکلیفیں اور مصیبتیں آئیں سب ایک طرف..... لیکن یزید کے دربار میں کئی کئی گھنٹے کھڑے ہو کر پیش ہونا ایک طرف۔

یہاں پر ایک عیسائی..... جب امام زین العابدین علیہ السلام کا بیان سنتا ہے اور اسے

پتہ چلتا ہے کہ یہ تو رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے ہیں .....اور اسے جب یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ جو مقدس سر ہے یہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے حسین علیہ السلام کا سر ہے وہ کہتا ہے کہ اے یزید تم مسلمان کتنے گھٹیا اور پست ہو..... میں حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں کی اولاد میں سے ہوں پتہ نہیں کتنی پشت میں سے ہوں لیکن آج بھی لوگ میرا احترام کرتے ہیں، میری عزت کرتے ہیں، لیکن تم مسلمان ہو کر رسولؐ کے بیٹے کو ذبح کر کے ان کی بیٹیوں کو اسیر کر کے دربار میں لائے ہو اور فخر کر رہے ہو۔ یہی جملے جب اس نے کہے تو یزید لعین کی رسوائی ہوئی اور اس نے یزید پر لعنت بھیجی تو یزید نے اس کو مارنے کا ارادہ کیا..... جلاد کو حکم دیا کہ اس کا سر قلم کر دو.....

یہ عیسائی کہتا ہے کہ ادھر میرا سر قلم کرنا ہے میں فوراً جنت میں ہوں گا کیونکہ مجھے تو رات کو حضرت عیسٰی علیہ السلام کے ذریعے یہ خبر ملی کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں اور جنت میں جا رہا ہوں..... مجھے نہیں معلوم تھا کہ آج دربار میں یہ واقعہ پیش آئے گا۔ اس نے دوڑ کر مولا حسین علیہ السلام کے سر اقدس کا بوسہ لیا اور رو رو کر کہتا ہے اے مبارک سر، اے نورانی سر، گواہ رہنا کہ میں کلمہ پڑھ رہا ہوں۔ **اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمداً عبده رسول الله** اس عیسائی کا جلاد نے سر قلم کر دیا۔..... بیبیوں نے کہا ہو گا مرحبا ہمارے مشن کے مبلغ مرحبا۔

الا لعنة الله على القوم الظالمين

سيعلم الذين ظلموا اى منقلب ينقلبون

مجلس نمبر 17

عنوان :۔ معرفت امام زمانہ علیہ السلام

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم :۔

﴿من مات ولم یعرف امام زمانہٖ مات میتة جاھلیة﴾

جو اپنے امام کی معرفت کے بغیر مرا وہ جہالت کی موت مرا

معرفت امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے بغیر انسان مسلمان نہیں ہوسکتا۔ جو شخص نظریہ مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے منکر ہیں وہ کافر ہیں ..... ہم شیعہ اس بات کے قائل ہیں کہ امامؑ ۲۵۵ ہجری ۱۵ شعبان سامرا میں امام حسن عسکری علیہ السلام کے گھر میں پیدا ہوئے۔ یہ نور خدا ظاہر ہو چکا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی اس آخری حجت کو اپنی حفاظت میں رکھا ہوا ہے.....۷۴ سال تک غیبت صغریٰ تھی جس میں چار نائب تھے۔ اب غیبت کبریٰ ہے اور آپ کی معرفت حاصل کرنا ہم سب پر واجب ہے اور معرفت سے مراد ہمیں آپ کا اسم گرامی، آپ کے القاب، آپ کے خاندان اور آپ کے فضائل ان سب کا علم ہونا چاہیئے اور اس بات کا علم ہونا چاہیئے ..... کہ غیبت کے دوران ہمیں کس طرح ان کے وجود مقدس سے فائدہ حاصل ہو رہا ہے اور ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں؟ اور ان ذمہ داریوں کو ہم بیان کر رہے ہیں اس سلسلہ کو آگے بڑھانے سے پہلے ایک دفعہ ان ذمہ داریوں کو دہرا دیتا ہوں۔

ہماری ذمہ داریاں:

سب سے پہلی چیز جب ہمیں معرفت حاصل ہے اور ہم اپنے امامؑ کے بارے میں علم رکھتے ہیں اس علم کو ایمان میں تبدیل کرنا ہے.....یعنی اس پر ایمان بھی لے آئیں۔ کیونکہ خالی جان لینا کافی نہیں۔ جو چیز مفید ہے وہ ایمان ہے۔ یعنی منزل یقین ہمیں حاصل ہونی

چاہیئے ۔ ایمان کا تعلق دل سے ہے جو بات دل میں ثابت اور قائم ہو جائے ۔ اسکے آثار پھر ظاہر ہوتے ہیں اور وہ عمل کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں اس لئے کہتے ہیں کہ عقائد کے بارے جان لینا اور جسے جانا ہے اس کا زبان سے اقرار، اسلام ہے لیکن ایمان اس وقت ہوگا کہ جس چیز کا آپ نے اقرار کیا ہے اور علم حاصل کیا ہے..... اس پر ایمان لے آئیں، اس ایمان حاصل کرنے کے طریقے بھی آپ کو بتا چکے ہیں ۔

۲) دوسری بات جب ایمان لے آتے ہیں تو پھر اس پر ثابت قدم رہیں ۔ اس کیلئے صبر اور برداشت ہونی چاہیے ۔

۳) تیسری ذمہ داری یہ ہے کہ ہم امامؑ کے احکام معلوم کریں کہ امامؑ ہم سے کیا چاہتے ہیں ۔ ان کے آرڈر کیا ہیں ۔؟ اور وہ اسلامی احکام جن کے متعلق بھی تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکا ۔

۴) چوتھی ذمہ داری جو امامؑ کے متعلقین ہیں جو ان کی رعیت ہیں، جن سے انکی نسبت ہے، ان سے محبت کرنا ہے، کیونکہ اپنے سردار کی ہر چیز سے محبت ہوتی ہے..... ہمیں اس کائنات کی ہر چیز سے محبت ہونا چاہیئے اور بالخصوص محبان امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) سے، عاشقان بقیۃ اللہ سے محبت و پیار ہونا چاہیئے انھیں درست رکھیں کیونکہ وہ ہمارے امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے عاشق ہیں .....

۵) پانچویں ذمہ داری ہے انتظار..... جس کے بارے میں کچھ ذکر ہو چکا اور کچھ اس کے بارے مزید بتائیں گے

۶) چھٹی ذمہ داری ہے امامؑ سے تعلق پیدا کرنا کہ ہم کیا کریں؟ کہ ہمارا تعلق امامؑ سے درست رہے اور اسی تعلق کے حوالے گفتگو کر رہا تھا اب چاہتا ہوں کہ اس سلسلے کو مزید آگے بڑھاؤں ۔

امامؑ سے تعلقات قائم کرنے کے ذرائع :

(۱) پہلی یہ کہ صبح سویرے ہمیں روزانہ اپنے امامؑ کے ساتھ بیعت کرنی چاہیئے ۔

(۲) دوسری بات یہ کہ ہمیں امامؑ کی سلامتی کیلئے صدقہ دینا چاہیئے۔

(۳) تیسری بات یہ کہ ہمیں امامؑ کی زیارت روزانہ پڑھنی چاہیے۔

(۴) پانچویں یہ کہ..... جب بھی کسی مشکل میں گرفتار ہوں تو امام زمانہ علیہ السلام سے توسل کریں

(۵) امامؑ کی نیابت میں مخصوص عبادتی اعمال بجالائیں، ان اعمال کی کوئی حد نہیں ہے جیسے حج کرنا عمرہ کرنا زیارت امام حسین علیہ السلام پڑھنا قرآن پڑھنا روزہ رکھنا نذر و نیاز دینا مومنین کو کھانا کھلانا مومنین کی مالی مدد کرنا مجلس عزا کروانا دعاؤں کی مجالس کا انعقاد کرنا۔ وغیرہ۔

(٦) انتظار کرنا اور انتظار کے ضمن میں جو باتیں پہلے عرض کر چکا ہوں۔۔۔۔۔ان کو دہراتا ہوں

انتظار کے ضمن میں چند اعمال:

(۱) امامؑ کے مشن کے خود مبلغ بنیں اور دوسروں کو مبلغ بنائیں،

(۲) امامؑ کے مشن کی تبلیغ و ترویج کے لئے مبلغین مختلف جگہوں پر روانہ کریں۔

(۳) امامؑ کے پیروکاروں کی خدمت کرنا،

(۴) امامؑ کے پیروکاروں سے محبت کرنا، اور ان کی حاجات کو پورا کرنا۔

(۵) امامؑ کے ناصران بنانا اور امام ناصران والی اپنے اندر صفات پیدا کرنا۔

(٦) امامؑ کے فضائل لوگوں کو پڑھ کے سنانا اور اس بارے محفلیں منعقد کرنا۔

۷) امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے وہ معجزات جو غیبت کبریٰ کے دور میں ظاہر ہو چکے ہیں ان کو لوگوں کے سامنے بیان کرنا۔

۸) ان کے ظہور کے وقت جو معجزات رونما ہوں گے انھیں لوگوں کے لئے بیان کرنا..... جیسے

۱) جب آپ ایک خشک درخت کے پاس جائیں گے تو وہ خشک درخت سرسبز ہو جائے گا۔

(۲) پتھر آپ کے ہاتھ پر آ کر آپؑ کو یا بقیۃ اللہ کہہ کر سلام کریں گے۔

(۳) ایک ایسا پتھر آپ کے ساتھ ہوگا کہ اس پتھر سے (یہ وہی پتھر ہے جو حضرت موسیٰؑ کے پاس تھا) بارہ چشمے پانی کے نکلیں گے جس سے لوگ سیراب ہونگے ۴) حضرت موسیٰ والا عصا آپ کے ساتھ ہوگا۔ اس کو جیسے آپ پھینکیں گے تو اس سے جو چاہیں گے وہ وہی بن جائے گا۔

(۵) وہ تابوت سکینہ جو حضرت موسیٰؑ کے پاس تھا وہ آپ کے پاس ہوگا۔

(۶) اصحاب کہف اٹھ کر آپ کی گواہی دیں گے۔

(۷) انجیل اپنی اصلی شکل میں آپ کے پاس ہوگی۔

(۸) زبور بھی اپنی اصلی شکل میں آپؑ کے پاس ہوگی۔

(۹) آپ کے ہاتھ میں شفا ہوگی..... جس نابینا کو اشارہ کریں گے اس کا نور واپس آجائے گا۔ مردے کو اشارہ کریں گے وہ زندہ ہو جائے گا.....

(۱۰) بادل آپ کے سر پر سایہ کر رہا ہوگا۔

(۱۱) جب آپ گفتگو کریں گے تو آپؑ کی اس نورانی کلام سے پوری دنیا مستفید ہوگی۔ اس وقت حالت یہ ہوگی کہ ہر شخص یہ محسوس کرے گا کہ مولا اس کے پاس ہیں۔

غرض یہ سارے معجزات ہی ہیں کہ آپؑ کے ہاتھ پر جاری ہوں گے.....

(۱۲) اسی طرح جو آپؑ کے ناصران ہوں گے ان میں سے ہر ایک کی طاقت چالیس آدمیوں کے برابر ہوگی۔

(۱۳) علم کی صورت حال یہ ہوگی کہ یہاں بیٹھ کر دوسرے ستاروں میں جو مخلوقات ہیں ان سے رابطہ ہو سکے گا..... وہاں کی مخلوقات اس زمین پر آئیں گے اور یہاں کے وہاں جائیں گے۔

بہر حال یہ امامؑ کے چند معجزات ہیں جو آپ کے ظہور کے وقت ظاہر ہوں گے۔

غیبت کبریٰ کے دوران آپ سے ظاہر ہونے والے معجزات کی لسٹ طولانی ہے اور ان واقعات کو پڑھنے کیلئے مفصل عشرہ چاہیئے ..... بلکہ کئی عشرے چاہییں کیونکہ 1166

سال اور پانچ مہینے مکمل ہو گئے ہیں اور یہ چھٹا مہینہ مولا کی حیات کا شروع ہو چکا ہے۔ اس عرصے میں ہزاروں معجزات ہیں جو امامؑ سے ظاہر ہوئے ہیں اور جن سے کتابیں بھری پڑی ہیں۔ اس لئے انتظار کے عمل سے یہ ہے کہ آپ وہ معجزات ضرور اپنے بچوں کو سنائیں .....اپنے گھر والوں کو بتائیں تا کہ بچوں کے دل میں اس امامؑ کی محبت پیدا ہو۔

امامؑ سے تعلقات قائم کرنے کیلئے یہ چند اعمال تھے جو یہاں بیان کئے گئے ہیں ..... اسی طرح امامؑ سے تعلق بنانے کیلئے چند ایک اور اعمال ہیں وہ بھی آپ سن لیں۔ میں اتنے سارے اعمال اس لئے بتا رہا ہوں اور یہ سب آپ تک پہنچا رہا ہوں .....تا کہ سب اعمال نہیں تو کچھ اعمال تو آپ انجام دیں گے۔ یہ چیزیں کم بیان کی جاتی ہیں اور کم پڑھی جاتی ہیں، ہماری بدنصیبی ہے کہ ہم اپنے امامؑ کو کم یاد کرتے ہیں۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ ہم اٹھتے، بیٹھتے، چلتے، پھرتے، ہر وقت، ہر مسئلے میں، ہماری توجہ امامؑ کی طرف ہوتی کیونکہ وہی سارے امور کو اللہ کی طرف سے چلانے والے ہیں، اتنے سارے امور ان کے توسل سے انجام پا رہے ہیں تو ہم کیوں نہ ہر وقت ان سے متوسل رہیں اور پھر اگر مجھے یہ ایمان حاصل ہو جائے کہ میرا مولاؑ موجود ہیں تو ہر عمل میں میری نگاہ ان پر ہو گی کہ کہیں کوئی غلط کام نہ کروں کہ کہیں امامؑ نہ دیکھ لیں۔ اور وہ مجھ سے ناراض نہ ہو جائیں کیونکہ ان کی ناراضگی خدا کی ناراضگی ہے انسان اپنی زندگی کے ہر عمل میں اپنے اعمال پر اپنے امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کو شاھد اور گواہ جانے اور اس پر اس کا کامل یقین ہو تو بات ہی کچھ اور ہو جاتی ہے.....

ایک منتظر امام زمانہ نے اپنے بارے سنایا۔

وہ کہتے ہیں کہ جب میں دکان سے سودا دیتا تھا تو میرے ذہن میں یہ ہوتا تھا کہ کہیں خود امامؑ نہ آئیں ہوں دکان پر جب ایسا تصور ہو گا پھر تو آپ ہر بات کرتے ہوئے بھی گھبرائیں گے اور سلام کرتے ہوئے بھی۔ ہر شخص کو سلام کرو کہ کہیں اس رش میں امام نہ گزر رہے ہوں اور میرا سلام خود امامؑ کو پہنچ جائے۔

بچوں کے نام رکھنا:

ان ذمہ داریوں میں سے ایک ذمہ داری یہ ہے کہ امامؑ کی غیبت کے زمانے میں اپنے بچوں کے نام امامؑ کے القاب پر رکھیں اس کی بڑی تاکید ہوئی ہے میں نے پہلے بھی بتایا بعض علماء نے کتابوں میں بکھرے ہوئے القابات جمع کئے ہیں جن کی تعداد 600 القاب ہیں جبکہ 65 القاب کتاب نجم الثاقب میں محدث نوری نے بھی لکھے ہیں۔ جناب مخدوم جعفر الزمان نقوی آپؒ کے القابات پر شرح تحریر فرمارہے ہیں۔آپ کے القابات ..... درحقیقت آپ کے فضائل کو بیان کرتے ہیں۔

ہم اس طرف متوجہ نہیں ہیں کہ امامؑ کے فضائل اوران کی خدمات کیا ہیں جبکہ سب آئمہؑ آپ کی انتظار میں تھے۔ خدا کا اپنا فرمان ہے کہ..... میں انتظار میں ہوں تم بھی انتظار کرو۔ تمام انبیاء کی محنت کا نتیجہ ان کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے اور سب انبیاء کے پاس جو کچھ متفرق تھا وہ آپ کے پاس یکجا ہے گزشتہ انبیاء کے جتنے آثار ہیں وہ سب آپ کے پاس موجود ہیں آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام تبرکات آپؑ کے پاس ہوں گے اور گزشتہ تمام انبیاء کے تبرکات بھی امامؑ کے پاس ہوں گے تو آپ دیکھیں کہ آپ کتنے عظیم ہیں تو بچوں کے نام مولاؑ کے القاب سے لکھیں مثلاً مہدی، عبدالقائم، قائم، عبدالصاحب، منتظر، انتظار مہدیؑ۔ اس طرح اور بہت سے القابات ہیں کہ جو ڈھونڈنا چاہیں انہیں مل سکتے ہیں جب گھر میں مہدیؑ نام کا بچہ ہوگا تو جب اسے مہدیؑ نام سے پکاریں گے تو لاشعوری طور پر تصور اپنے امامؑ کی طرف جائے گا۔اسی طرح آپ کوئی کمپنی بنانا چاہتے ہیں کوئی کاروبار کرنا چاہتے ہیں، تو اس میں مولاؑ کا نام لے آئیں تاکہ جب بھی آپ اپنی کمپنی کا نام لکھیں گے اور پتہ بتائیں گے تو مولاؑ کا نام ذہن میں آئے گا۔

بات ہورہی ہے..... تعلق کی تو اس سے امام کے ساتھ تعلق ذہن میں آجائے گا..... اداروں کے نام، مدارس کے نام، سکولوں کے نام، ہسپتالوں کے نام مثلاً ہم نے ایک ہسپتال بنایا ہوا ہے..... جس کا نام ''المہدی فری ہسپتال'' ہے۔ ایک ڈسپنسری بنائی

ہے.....تو اس کا نام ''القائم ڈسپنسری'' رکھا ہے۔اس طرح مثلاً آپ کوئی شاپ بنائیں تو القائمؑ شاپ رکھ دیں تو اس سے یہ ہوگا کہ جب آپ یہ نام پڑھیں گے تو آپ کے ذہن میں ایک تصور آجائے گا جو آپ کو اپنے امامؑ سے مربوط کردے گا۔

اسی طرح امامؑ کے اسماء مبارکہ کو خوبصورت لکھ کر گھر میں لگاؤ۔اسماء لکھے ہوئے بھی ملتے ہیں۔جیسے **یا بقیة الله، یاصاحب الزمان علیه السلام یاقائم آل محمد، یامهدی (عج الله تعالیٰ فرجه الشریف)، یا شریك القرآن، یا طلعة الرشیده،** مختلف اسماء گرامی ہیں تو اس سے یہ ہوگا کہ آپ جیسے ہی گھر میں داخل ہوں گے تو فوراً آپ کی نظر ان اسماء مبارکہ پر پڑے گی تو آپ کا مولاؑ سے ایک قلبی ربط و تعلق ہو جائے گا۔آپ دکان پر فریم میں ان اسماء کو لکھوا کر لگا دیں۔جس طرح ہمارے گھروں میں آئمہ علیہم السلام کی ضریحوں کے فوٹو، آئمہ علیہم السلام کے اسماء گرامی کے کتبے، قرآنی آیات سب کی اپنی برکت ہے کیونکہ یہ اسماء اللہ تعالیٰ کے ہیں آپ سوچ رہے ہوں گے کہ یہ مولانا کیا کہہ رہا ہے؟.....اللہ کا فرمان ہے کہ مجھے اسماء ہی سے پکارو۔خدا فرماتا ہے کہ مجھے اسماء حسنیٰ سے پکارو۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ کے اسماء ہیں اور آئمہ علیہم السلام فرماتے ہیں "**والله نحن اسماء الله الحسنیٰ**" کہ اللہ کی قسم ہم ہیں وہ اسماء حسنیٰ جن کے بارے اللہ کہہ رہا ہے کہ مجھے اسماء حسنیٰ سے پکارو۔یہ وہ بہترین نام ہیں جن سے خدا کہہ رہا ہے کہ اسے پکارو.....اور خدا کے بہترین نام آئمہؑ ہی کے نام بن سکتے ہیں۔نام کیا ہوتا ہے نام درحقیقت پہچان ہوتا ہے۔کسی کا نام محمد علی ہے۔جب تم بولو گے محمد علی یا مثلاً کسی کا نام غلام حیدر ہے، تو جب اسے اس نام سے پکارو گے تو اس کیلئے یہ نام پہچان ہے۔اللہ کا وہ نام کیا ہے جو اللہ کی بہترین پہچان ہے وہ نام لفظ اللہ تو نہیں ہے اتنا چھوٹا نام اللہ کے وجود کی مکمل پہچان ہے.....وہ لفظ ذات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ذات علی علیہ السلام ہے کیونکہ ذات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و علی علیہ السلام کا پورا وجود اللہ کی پہچان ہے، ان کا پورا وجود اللہ کا مظہر ہے۔ان کا علم دیکھو گے تو اللہ کا علم یاد آئے گا، ان کا جمال دیکھو گے تو

اللہ کا جمال یاد آئے گا، ان کا نور دیکھو گے تو اللہ کا نور یاد آئے گا، ان کے عفو و درگزر کو دیکھو گے تو اللہ کا عفو و درگزر سمجھ آئے گا، ادھر ان کے اعمال دیکھتے جاؤ..... ادھر خدا کی معرفت حاصل کرتے جاؤ۔ یہ ہی خدا کی پہچان ہیں۔

امام مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) اللہ کے **اسمٰء جلالیہ اور اسمٰء جمالیہ** کے مظہر ہیں۔ اللہ کے ہر قسم کے اسماء کے مظہر حقیقی امام زمانہ علیہ السلام ہیں اسوقت اللہ کے تمام اسمائے گرامی جو امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے وجود میں متجلی ہیں۔ ان اسماء سے ہمارا توسل ہونا چاہیے..... ان اسماء کو لکھنا عبادت ہے کیونکہ یہ اسماء خود اللہ کے اسماء ہیں بعض کم عقل و کم فہم کہتے ہیں کہ یہ کیا ہے؟..... آپ ہر وقت یا علیؑ مدد، یا علیؑ مدد کہتے ہیں۔ بھئی یا علیؑ مدد یعنی اللہ سے مدد۔ جب خدا نے کہا ہے کہ مجھے بہترین ناموں سے پکارو تو بہترین نام کوئی اور نہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہترین نام کوئی اور نہیں۔ ان کو نہیں پکاریں گے تو اور کس کو پکاریں گے۔ خود اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ سبیل اللہ ہیں..... یعنی اللہ کا راستہ ہیں جہاں سبیل اللہ آئے تو وہاں سمجھو کہ اس سے مراد آئمہ علیہ السلام ہیں۔

بہرحال اس قسم کے کتبے مسجدوں میں، مدارس میں، گھروں میں لگاؤ اس سے امامؑ سے تعلق بنے گا..... اور امامؑ کے نام سے زیارتی کارواں روانہ کرنا، امامؑ کے نام سے حج کے کاروان بنانا، امامؑ تو ہر سال حج میں بھی ہوتے ہیں..... میدان عرفات میں موجود ہوتے ہیں۔

میدان عرفات میں امامؑ سے ملاقات کا شرف:

ایک شخص کے بارے بیان کیا گیا ہے کہ اس شخص کی عمر پچاس سال ہوگی اور اس نے تقریباً تیس یا پینتیس حج اس نیت سے کیے کہ وہاں پر جا کر امامؑ سے ملاقات کروں گا۔ ویسے حج تو ایک دفعہ کر لیا اور واجب ادا ہو گیا، اس کے بعد وہ حج پر اس نیت سے جاتا تھا کہ میں امامؑ سے ملاقات کر سکوں..... ایک دفعہ وہ سات ذالحجہ کو میدان عرفات میں چلا گیا وہاں اور کوئی نہیں تھا کیونکہ کاروان والوں نے حاجیوں کی خدمت کرنا اس کے

ذمے لگایا تھا۔ یہ وہاں چلا جاتا ہے اور حاجیوں کا سامان وغیرہ لے جاتا ہے.....تو وہاں پر جو سعودی حکومت کے سپاہی موجود ہوتے ہیں انہوں نے پوچھا کہ تم آج یہاں کیوں آئے ہو یہاں تو چور آتے ہیں اور سامان لوٹ کر لے جاتے ہیں اس نے کہا کچھ نہیں ہوگا تم جاؤ میں اپنا خود ذمہ دار ہوں.....تو انہوں نے کہا پھر رات کو سونا نہیں، جاگتے رہنا.....اس نے رات کو عبادت کرنا شروع کر دی.....وہ کہتا ہے کہ اتنے میں ایک جلیل القدر سید خیمے میں داخل ہوتے ہیں اور میرا نام لے کر فرماتے ہیں الحاج محمد علی السلام علیکم میں نے کہا وعلیکم السلام وہ آئے اور بیٹھ گئے پھر کہتے ہیں الحاج محمد علی تمھیں مبارک ہو میں نے پوچھا کس بات کی مبارک؟.....تو انہوں نے فرمایا کہ اس بات کی مبارک کہ آپ سات ذی الحجہ کی رات کو یہاں آئے ہو جس رات میرے دادا حسین علیہ السلام اس میدان عرفات میں آئے تھے.....تم بہت خوش قسمت ہو۔ اس کے بعد فرماتے ہیں تم عبادت میں مصروف رہو الحاج محمد علی بیان کرتا ہے کہ میں نے اچانک دیکھا کہ چند نوجوان آئے کہ جن کی داڑھی اور مونچھیں ابھی تازہ نکل رہی تھیں اور وہ اس سید کو اندر پہنچا کر خیمے کے باہر کھڑے ہو گئے جیسے وہ محافظ ہوں اس کے بعد سید نے پوچھا کہ تمہارے پاس چائے ہے، تو میں نے کہا میں حاجیوں کے سامان سے ہر چیز لے آیا ہوں مگر چائے لانا یاد نہیں رہی میں نے سید سے عرض کیا شکر ہے آپ نے مجھے چائے یاد دلا دی اب میں صبح جا کے چائے لے آؤں گا.....

سید نے یہ سن کر فرمایا کہ میرے پاس چائے ہے میں آپ کو لا دوں، میں نے کہا بسم اللہ۔ وہ باہر گئے اور ایک چیز لا دی جو چائے لگتی تھی، میں نے چائے بنائی لیکن اس کو جب پیا تو وہ اس دنیا والی چائے کی لذت نہیں تھی اس کی لذت ہی کچھ اور تھی جب اسکو پیا تو وہ بڑی عجیب اور لذیذ چائے تھی۔ انہوں نے بھی وہ چائے پی اسکے بعد پوچھا حاجی کھانے کو کچھ ہے میں نے عرض کیا ہاں میرے پاس روٹی ہے انہوں نے میرے ساتھ روٹی کھائی اور پھر مجھے کہا کہ میں آپ کو چھ سو ریال دیتا ہوں آپ میرے والد کی جگہ عمرہ

کرلیں ۔تو میں نے پوچھا کہ آپ کے والد کا کیا نام ہے تو وہ فرماتے ہیں میرے والد کا نام سید حسن علیہ السلام ہے۔ میں نے پوچھا کہ آپ کا نام کیا ہے تو کہتے ہیں کہ میرا نام سید مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) ہے۔ حاجی ابھی تک متوجہ نہیں ہوا کہ یہ شخصیت اس کے امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) ہیں اور پھر وہ کہتا ہے کہ میں نے پوچھا کہ امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) حاجیوں میں اس وقت کہاں ہوں گے..... تو جواب میں فرمایا..... کہ اس وقت خیمے میں ہیں تو اس نے پھر بھی توجہ نہیں دی کیونکہ انہوں نے کہا تھا خیمے میں ہیں یہ نہیں کہا تھا کہ اس خیمے میں ہیں پھر اس نے پوچھا کہ امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) جب عرفہ کے دن آتے ہیں تو کہاں ہوتے ہیں..... تو انہوں نے کہا کہ وہ جبل رحمت کے اطراف میں ہوتے ہیں تو انہوں نے کہا پھر اس دفعہ بھی آئیں گے انہوں نے فرمایا ہاں آئیں گے..... تو اس نے پھر پوچھا کیا حاجیوں سے بھی ملیں گے تو انہوں نے فرمایا کہ سب سے تو نہیں ملیں گے لیکن اس خیمے میں آئیں گے کیونکہ اس خیمے میں حضرت عباس علیہ السلام سے توسل کیا جائے گا اتنا کہا اور پھر کہتے ہیں کہ اچھا حاجی خدا حافظ اب ہم چلتے ہیں اٹھے اور چلے گئے ۔ جب وہ باہر گئے تو میں نے دوبارہ نام پوچھا انہوں نے بتایا کہ میرے بابا کا نام سید حسن علیہ السلام اور میرا نام سید مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) ہے۔ اور یہ ساری باتیں میرے سامنے تھیں وہ میرا نام بھی جانتے ہیں اور فارسی بھی بولتے ہیں جب وہ چلے گئے تو میں نے سوچا یہ تو میرے امامؑ تھے اور میں خیمہ سے باہر نکلا دوڑا اِدھر اُدھر دیکھا کوئی نشانی نہیں ..... میں رونے پیٹنے لگا، گریہ وزاری کی اور چیخنے لگا۔ ہاں اور اس کی سب سے بڑی خوش قسمتی یہ بھی تھی کہ امامؑ نے اس سے معانقہ بھی کیا تھا۔ ان کے دائیں رخسار پر جس پر تل تھا سیاہ رنگ کا اور نور کی طرح چمک رہا تھا اس پر بوسہ بھی دیا۔

اور پھر مولاؑ نے مجھے سینہ سے لگایا پھر بھی میں نہیں سمجھا کہ یہ میرے مولاؑ ہیں۔ اب دوسرے دن صبح جب حاجیوں کا قافلہ آیا تو اس کاروان کے جو مرشد مولانا تھے اس نے اس کو بتایا کہ کل رات میرے ساتھ ایسا ہوا اور یہ کہ میں چیخ و پکار اور گریہ زاری اور

دھاڑیں مار مار کر رونے لگا.....تو وہ پولیس والے آئے اور مجھ سے پوچھا کہ کیوں رو رہے ہو؟ کیا تمہارا کوئی سامان چوری ہوگیا ہے۔؟ تو میں نے کہا نہیں عبادت کی رات میں یونہی گریہ وزاری کر رہا تھا جب دوسرے دن کارواں کے لوگوں کو ملا اور اس نے سارے حاجیوں کو پورا ماجرا بتایا تو وہ سارے گریہ کرتے رہے، روتے رہے کہ ہمارے مولاؑ ہمارے خیمے میں تشریف لے آئے اور ہم زیارت سے محروم رہے وہ حاجی کہتے ہیں کہ میں نے ان کو یہ نہیں بتایا تھا کہ مولاؑ نے فرمایا ہے کہ کل اس خیمہ میں آؤں گا کیونکہ اس خیمے والے حضرت ابوالفضل عباس علیہ السلام سے توسل کریں گے تو نماز کے بعد اس مولانا صاحب نے حضرت عباس علیہ السلام کی مصیبت پڑھنا شروع کی اور وہ عرفہ کا دن تھا وہ کہتا ہے مجھے رات والی بات یاد آگئی اور میں بڑی بے چینی کے ساتھ ادھر ادھر دیکھتا ہوں کیونکہ مولا نے کہا تھا آپ تشریف لائیں گے بڑی پریشانی کے عالم میں خیمے سے باہر نکلا باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے مولاؑ ایک طرف کھڑے ہیں۔ اور حضرت ابوالفضل عباس علیہ السلام کی مصیبت سن کر بڑے زور زور سے رو رہے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے چاہا کہ باقی حاجیوں کو بتاؤں مگر میری زبان پر تالا پڑ گیا اور میں ایک قدم آگے نہیں چل سکا.....مولاؑ نے اشارہ کیا کہ ان کو نہیں بتانا۔ میں ایک کونے میں کھڑا ہو کر روتا رہا اور مولاؑ دوسرے کونے میں کھڑے ہو کر روتے رہے۔ جب حضرت ابوالفضل عباس علیہ السلام کی مصیبت پڑھی جا چکی تو مولاؑ چلے گئے تو میں نے حاجیوں کو بتایا۔

تو عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ بھی ایک محبت کا انداز ہے۔ اور محبت کا جواب کس طرح سے ملتا ہے..... یہ چالیس پچاس سال حج پر جاتا ہے اپنے مال سے، اس نیت سے کہ مولاؑ سے ملاقات کر سکوں اور مولاؑ نے بھی نہ صرف دیدار کروایا بلکہ اتنی دیر بیٹھ کر اس کے ساتھ کھانا کھایا باتیں کیں اور سب سے بڑی سعادت کہ میرے بابا علیہ السلام کی طرف سے یہ چھ سو ریال ہیں ان سے عمرہ کرو۔ یہاں سے ہمیں یہ درس بھی ملتا ہے کہ جو میں نے کل بھی کہا تھا کہ امامؑ کی نیابت میں جا کر عمرہ کرو اور دیکھیں مولاؑ کو یہ عمل کس قدر

پسند ہے کہ ان کے بابا کی طرف سے عمرہ کیا جائے یہ عمل تعلق ظاہر کرتا ہے کہ ہمارا اس ذات سے تعلق ہے۔لیکن افسوس ہم اپنے امامؑ سے لاتعلق ہو چکے ہیں۔ یہ تعلق بحال ہونا چاہیے۔

اے مولا علی علیہ السلام کے شیعو!

یہ تعلق بحال ہونا چاہیئے۔اس تعلق کو بحال کرنے کیلئے کچھ کام کرنا ہونگے۔ یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔اپنے عمل میں کوئی اثر ڈالیں۔ کچھ مشکل نہیں ہے..... یہ سب بڑے آسان کام ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اگر آپ ان اسمائے مبارکہ کی ترویج کریں گے تو یقیناً اس کی برکتیں دیکھیں گے.....اپنے اندر انقلاب محسوس کریں گے اور امامؑ کی فیوض وبرکات یقیناً ملیں گی۔امامؑ تو ہم سے محبت کرتے ہیں لیکن ہم امامؑ سے محبت نہیں کرتے۔ ہمیں امامؑ سے محبت اور پیار کرنا چاہیے۔کسی اور سے محبت اور پیار کس لئے کرتے ہیں؟ کسی بھی حوالے سے دیکھو کہ مجھے فلاں شخص سے اس وجہ سے محبت ہے تو وہ چیز میرے مولاؑ میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ بلکہ اصل چیز مولاؑ کے پاس ہے ہمیں مولاؑ سے پیار کرنا چاہیے۔صلوٰۃ۔

مومنین سے رابطہ اور تعلق کی اہمیت:

مومنین کو خوش کرنا۔مومنین کے دلوں کو مسرور کرنا اور کسی مومن کو اذیت نہ دینا کیونکہ اگر کسی مومن کو اذیت دو گے تو مولاؑ کو تکلیف ہوگی.....کسی مومن کو خوش کرو گے تو مولاؑ خوش ہوں گے بہرحال چند اعمال تعلق کے حوالے سے تھے۔

مولاؑ کی زیارت کی خواہش رکھنا:

اسی طرح اب یہ ہر شخص کی خواہش ہو کہ مولاؑ سے اس کی ملاقات ہو جائے یہ خواہش ہر بندے کے دل میں ہونی چاہیے.....کس حدیث میں روکا گیا ہے کہ مولاؑ کی ملاقات کی خواہش نہ کرو۔؟ پہلے میں نے بتایا ہے کہ مولاؑ نے اپنے چوتھے نائب سے کہا

جو بھی مشاہدہ کا ادعاء کرے تو تم اسے جھٹلاؤ علماء نے کہا ہے..... کہ اس سے مراد نیابت کا دعویٰ ہے کیونکہ وہ بات نیابت کی تھی۔ نیابت کا سلسلہ ختم ہو رہا تھا ورنہ تو ہزاروں لوگوں سے ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ یہ مجتہدین اور مراجع تقلید ہیں اور عوام میں سے بھی افراد ہیں اور کتابیں بھری پڑی ہیں۔ واقعات اور روایات موجود ہیں کہ جیسے جیسے مولاؑ کی غیبت کا سلسلہ بڑھتا جائے گا ویسے ویسے یہ رابطے، تعلق اور ملاقاتیں بھی بڑھتی جائیں گی۔ اور جس سے روکا گیا ہے وہ اور چیز ہے۔ یہ ہماری بدنصیبی ہے کہ ہمیں مولاؑ کی ملاقات کی خواہش سے بھی ہٹا دیا گیا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ میں کتنا گنہگار ہوں، میں کون ہوتا ہوں مولاؑ سے ملاقات کرنے والا۔ تو اگر فقط نیکوں ہی نے ملنا ہے تو یہ گنہگار بدکردار کہاں جائیں گے۔ کبھی آئمہؑ نے اپنے گھر سے کسی کو دھتکارا..... گنہگار اپنا

علاج کرانے انہی کے در پر نہیں جائے گا تو اور کہاں جائے گا۔؟ جو بیمار ہوتا ہے وہ معالج کے پاس جاتا ہے..... جو بیمار ہوتا ہے وہ ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے اور ہمارے دلوں کے طبیب تو آئمہ علیہم السلام ہیں اور اس دور کے طبیب تو امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) ہیں۔ اگر میں گنہگار ہوں مجھ سے گناہ نہیں چھوٹ رہے مجھ پر دنیا کی محبت غالب ہے تو میں اس کا علاج کرانے کس کے پاس جاؤں۔؟ اکثر لوگ میرے پاس آ کر بات کرتے ہیں کہ یہ ہونا چاہیے یہ کرنا چاہیے۔ میری مشکل یہ ہے آپ حل کریں۔ تو یہی باتیں اپنے امامؑ سے کریں۔ مصلے پر بیٹھ جائیں دو رکعت نماز حاجت پڑھیں اور نماز حاجت پڑھنے کے بعد امام کو خطاب کر کے امامؑ کے آباؤ واجداد کا تذکرہ کر کے..... ان کا ذکر کر کے گریہ وزاری کر کے پکارتے بھی جائیں اور بولتے بھی جائیں اور مولاؑ سے حاجت بیان کریں۔ ایک دن، دو دن، تین دن، گیارہویں رات انشاءاللہ اثر ہوگا اور چالیس دن تو بہت ہی مؤثر ہیں..... جب ہر شخص کی خواہش ہوگی کہ ہم مولاؑ سے ملاقات کریں۔ ملاقات کی خواہش ایمان کا حصہ ہے۔ اور ملاقات ہو جانے پر جھوٹ بولنے کی

کیا ضرورت ہے؟۔ اگر کسی کو کوئی شرف ملتا ہے تو اس کے زہ نصیب ..... ہاں کوئی نیابت کا ادعاء کرتا ہے کہ میں امامؑ کا نائب بنا دیا گیا ہوں تو اس بات کو جھٹلایا جائے کیونکہ کسی کو بھی مولاؑ ظہور سے پہلے اس طرح کی نیابت نہیں دیں گے۔ اسی سے اب یہ سوال ہے کہ ہم کیا کریں اور وہ کون سے اعمال ہیں؟ جو مولاؑ کی ملاقات کا ذریعہ بنتے ہیں میں نے کوئی بیس، پچیس چیزیں لکھیں ہیں اور یہ وہ واقعات ہیں کہ ایک شخص نے عمل کیا اور اسے مولاؑ کی زیارت نصیب ہوئی اور کئی اشخاص نے مثلاً یہ عمل کیا تو ان کو زیارت نصیب ہوئی ..... ہم فقط لسٹ بیان کرتے ہیں۔ واقعات کو نہیں پڑھتے کیونکہ واقعات پڑھنے سے بات طولانی ہو جائے گی۔

مولاؑ کی زیارت کے لئے چند اعمال:

۱) پہلا عمل:

پہلا عمل زیارت عاشورہ پڑھنا۔ زیارت عاشورہ پڑھنے کی بہت تاکید کی گئی ہے زیارت عاشورہ اگر آپ مسلسل پڑھیں اور اس کے معنی اور مطالب کی طرف بھی توجہ دیں ..... کیونکہ زیارت عاشورہ میں جب دعائے علقمہ پڑھتے ہیں تو دعائے علقمہ میں ایک اسم اعظم ہے کہ ''اے اللہ اس نام کا صدقہ جو تو نے فقط ان ہستیوں کو دیا ہے اور کسی کو نہیں دیا۔'' ..... یعنی خود اس میں پڑھ رہے ہوتے ہیں تو وہ نام اسم اعظم ہے جو فقط ان ہستیوں کو ملا ہے اور کسی کو نہیں ملا تو اس زیارت کے صدقے میں مولائے کائنات کی ملاقات کا شرف مل جاتا ہے۔

(۲) دعائے عہد پڑھنا:

"اللھم رب نور العظیم" یہ مفاتیح الجنان میں ہے ..... چالیس دن پڑھنے کی تاکید ہے چالیس دن اس لئے کہ بہت ساری روایتوں میں آیا ہے کہ ایک عمل جب چالیس دن کریں گے تو اس سے آپ کے وجود پر ایک اثر ہوگا اس عمل کی ایک خاصیت

ایجاد ہو جاتی ہے۔ انسان ایک عمل کو اگر مسلسل کرتا رہے تو اس پر اس کی توجہ مرکوز ہو جاتی ہے اور اسکی توجہ دوسری اطراف سے ہٹ جاتی ہے۔ ویسے تو انسان جتنے سال پڑھتا رہے تو اس کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ کیونکہ ایک طرف تو معنی کی طرف توجہ نہیں ہوتی اور فقط زبان سے الفاظ ادا ہو رہے ہوتے ہیں نہ تو وہ دل میں اتر رہے ہوتے ہیں اور نہ ہی دل سے بات نکل رہی ہوتی ہے..... اگر بات دل سے نکلے تو ممکن ہے کہ فوراً مراد پوری ہو جائے..... جب انسان بیماری کی حالت میں ہو اور ڈاکٹر بھی جواب دے جائے اور موت سامنے نظر آ رہی ہو تو اس وقت دل سے دعا نکلتی ہے..... وہ پوری بھی ہو جاتی ہے اور ایسی حالت میں اور اس انداز سے جو دعا کی جائے اور ذکر پڑھا جائے اس کا اثر بھی ہوتا ہے۔ دعائے عہد پڑھنے سے لوگ مولاؑ کی خدمت میں پہنچے۔

(۳) اسماء مبارک پر نگاہ کرنا:

مثلاً **یاقائم علیه السلام، یامهدی (عج الله تعالیٰ فرجه الشریف)، یا صاحب الزمان علیه السلام، یا شریك القرآن علیه السلام، یا طلعة الرشیدةؑ، یا معز الاولیاء علیه السلام، یاحق جدید علیه السلام، السلام علیك یا حق جدید** (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف)، اسی طرح اور اسماء ہیں جو کہ بہت زیادہ ہیں۔ کوئی ایک زیارت لے لیں تو اس میں اتنے سارے اسماء آپ کو نظر آئیں گے۔ یا شریک القرآن یہ لکھ کر

یا امام الانس والجان، یا خلیفة الرحمن ۔ یہ سامنے رکھ کر روزانہ بیس منٹ، دس منٹ، پندرہ منٹ آدھا گھنٹا، فقط انکو دیکھیں پڑھیں نہیں۔ تو یہی عمل آپ کا گیارہ دن، چالیس دن..... دیکھیں اور تصور میں اپنے امامؑ کو لے آئیں اور گیارہ دن، چالیس دن اس عمل کو جاری رکھیں اور ایسا وقت اختیار کریں جو آپ کی مصروفیت کا وقت نہ ہو۔ آپکی توجہ کو ادھر ادھر لے جانے کا وقت نہ ہو تو خواتین و مرد دونوں بلکہ مردوں سے زیادہ خواتین جلدی کامیاب ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ خواتین کا دل زیادہ نرم ہوتا ہے۔ ان کو گریہ

جلدی آتا ہے۔اوران کی آواز جلدی سنی جاتی ہے کیونکہ وہ ایک کمزور طبقہ ہے اپنے اس انسانی وجود میں.....اس لئے جو زیادہ محرومیت کا شکار ہوتے ہیں تو مولا ان کی بات جلدی سن لیتے ہیں۔

(۴) چوتھی چیز جو امامؑ نے خود بھی فرمائی۔مثلاً میری والدہ گرامی سے توسل کرو میری ملاقات کیلئے۔

(۵) پانچویں حضرت ابوالفضل عباس علیہ السلام سے توسل کرنا۔حضرت عباس علیہ السلام کی مصیبت اس نیت سے پڑھو کہ مولاؑ کی زیارت ہو جائے تو جہاں بھی حضرت عباس علیہ السلام کی مصیبت پڑھی جارہی ہو تو مولاؑ سننے کیلئے وہاں تشریف لے آتے ہیں۔

(۶) سورہ الملک کو پڑھنا اور اس کے مفاہیم اور معانی پر توجہ دینا اس کے معنی پر عمل شروع کرنا۔

(۷) ایک شخص اس لئے ملاقات سے مشرف ہوا کہ وہ کہتا تھا۔**اللھم ارنی الطلعة الرشیدہ۔ اللھم ارنی طلعة الرشیدہ۔** وہ یہی پڑھتا رہتا تھا اور کچھ بھی اسے نہیں آتا تھا اس وجہ سے اس کو زیارت نصیب ہوئی۔

(۸) اعتکاف بڑا مؤثر عمل ہے۔شہر کی جامع مسجد میں اعتکاف بیٹھ سکتے ہیں اس کے لئے ماہ رجب کے ایام بیض جو تیرہ، چودہ اور پندرہ ہوتے ہیں ان دنوں اعتکاف بیٹھنا بہت ہی زود اثر ہے.....اگر ان ایام میں قم کے اندر مسجد امام حسن عسکری علیہ السلام میں اعتکاف میں بیٹھا جائے تو بہت ہی مؤثر ہے اور ماہ رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف بیٹھنا بھی اس غرض کے حصول میں بہت مؤثر ہے۔

(۹) میدان عرفات میں جاکر مولاؑ سے توسل کرنا۔مولاؑ کی ملاقات کیلئے دعائیں پڑھنا۔جو بھی حج پر جاتے ہیں جب میدان عرفات میں روز عرفہ گزاریں تو ان کی توجہ اس طرف ہونی چاہیے کہ مولاؑ اس جگہ پر موجود ہیں.....شاید مولاؑ مجھے ملاقات کا موقع

دے دیں اور مجھے زیارت کرادیں۔

(۱۰) روز اربعین اور روز عاشورہ امام حسین علیہ السلام کی زیارت کیلئے جانا..... کیونکہ ان دنوں میں مولاؑ کربلاء

میں موجود ہوتے ہیں۔ ان ایام میں جو لوگ موفق ہوں تو انکی یہ خواہش ہو کہ مولاؑ آج یہاں موجود ہیں شاید ہماری ملاقات ہو جائے۔ تاکہ ہم انکی خدمت میں تعزیت پیش کریں اور اپنے مسائل بھی پیش کریں۔

(۱۱) بعض اس لئے مولاؑ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ کیونکہ وہ ہر حاجت مند کی مدد کرتے تھے کسی ضرورت مند کو خالی نہیں پلٹاتے تھے۔

بہر حال اپنے اندر خلوص پیدا کرنا چاہیے..... خلوص سے یہ ہوتا ہے کہ سوائے اللہ، آئمہ علیہم السلام اور امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے کسی کو اپنے دل میں جگہ نہ دیں۔ دل میں اللہ کیلئے جگہ ہو اور پھر اللہ کے جو مظاہر ہیں یعنی حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ اطہر علیہم السلام اور اس وقت امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) یہ تمام ہستیاں اللہ کی صفات کا مظہر ہیں۔ ان کے علاوہ کسی کیلئے جگہ نہ ہو..... اس کا خالص عمل فقط اللہ کے لئے ہو یا امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے لئے، امامؑ کی رضا کیلئے مکمل اعتقاد کے ساتھ۔ امامؑ کی رضائیت اور خوشنودی کے لئے کیا جانیوالا عمل درحقیقت خدا کی رضائیت حاصل کرنے کا عمل ہے کیونکہ جن پر یہ ہستیاں راضی ہوں گی ان ہی پر اللہ راضی ہوگا۔

(۱۲) بعض اس لئے ملے کہ تیرہ رجب تھی، جشن کی رات تھی۔ سب نے رو رو کر گریہ کیا اور دعا کی کہ اے مولاؑ آپ کے دادا کی ولادت کی رات ہے، جشن کی رات ہے آپؑ ہمیں عیدی دیں اور عیدی یہ ہے کہ اپنا دیدار کرائیں۔ اسی میں کامیاب ہو گئے۔

(۱۳) احتساب اور مراقبہ:

احتساب کے عمل بارے بہت زیادہ تاکید وارد ہوئی ہے کہ آئمہ علیہم السلام فرماتے ہیں کہ جو روزانہ اپنا احتساب نہیں کرتا۔ وہ ہم میں سے نہیں ہے..... احتساب کیا ہوتا ہے؟

احتساب یہ ہوتا ہے کہ جس طرح آپ سارا دن دکان کرتے ہیں اور جب شام کو بند کرنے لگتے ہیں تو حساب کرتے ہیں کہ آج کتنا فائدہ ہوا، کتنا نقصان ہوا، آمد وخرچ اور بچت کا حساب کرتے ہیں ..... اسی طرح آپ کا جو عمل ہے یہ بھی لکھا جارہا ہے، جمع ہورہا ہے آپ رات کو سوتے وقت یہ دیکھیں کہ آج آپ نے اچھے عمل کتنے کئے ہیں برے عمل کتنے کئے ہیں۔؟ پہلے تو جب حساب کا عمل شروع کریں تو ایک کاپی بنالیں اس پر لکھیں۔ دس منٹ، پانچ منٹ لگیں گے لیکن جیسے ہی عادت ہوجائے گی آٹھ دس دن گزر جائیں گے تو پھر آپ کی ساری ریل چل جائیگی ..... آپ کو پتہ ہوگا کہ آپ نے گناہ کتنے کئے ہیں، نیکیاں کتنی کی ہیں۔ نیکیاں زیادہ ہیں تو شکر کرو اور جو گناہ کئے ہیں ان پر توبہ کرو اور عہد کرو کہ کل گناہ نہیں کروں گا یہ احتساب کا عمل ہے۔

مراقبہ سے مراد:

مراقبہ کیا ہوتا ہے۔ مراقبہ یہ ہوتا ہے کہ اپنے اوپر سوچنا کہ میں غلط کام کی طرف تو نہیں جارہا یعنی اپنے اوپر نظر رکھنا ..... بعض اس لئے کامیاب ہوئے کہ وہ اپنے اعمال کا احتساب بھی کرتے تھے اور مراقبہ بھی کرتے تھے۔

(۱۴) اسی طرح بعض دعائے مشلول باقاعدگی سے پڑھتے تھے اسی لئے ان کی امامؑ سے ملاقات ہوگئی۔

(۱۵) بعض دعائے ندبہ باقاعدگی سے پڑھتے تھے اور امامؑ سے ملاقات کرنے میں کامیاب ہوگئے۔

(۱۶) بعض اس لئے کامیاب ہوئے کہ وہ کسی کو اذیت نہیں دیتے تھے۔ کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتے تھے۔ ہر ایک کو خیر اور فائدہ پہنچاتے تھے جس کسی کا کام ہوتا اس کے بارے تحقیقات کے بغیر اس کو خیر اور فائدہ دینا ہے اور ہر ایک کے کام کیلئے اُٹھ کر چل پڑتے تھے ..... یہ ان میں اچھی صفت تھی اور اس کا مولاؑ نے انہیں یہ انعام دیا اور ان سے ملاقات ہوئی۔

(۱۷) زیارت جامعہ کا پڑھنا اس کام کیلئے مؤثر ہے۔ زیارت جامعہ ہر امامؑ کیلئے پڑھی جاتی ہے۔ جب ہر امامؑ کیلئے زیارت جامعہ پڑھتے ہو تو اپنے امام کیلئے کیوں نہ پڑھیں اور یہ زیارت صحیح ترین زیارات میں سے ہے اور اس کے پڑھنے کے بڑے فوائد ہیں۔ اور شیعوں کے بارے میں ہے کہ شیعہ وہ ہوتے ہیں جو ہر روز زیارت جامعہ پڑھتے ہیں اور زیارت جامعہ میں امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کو خطاب کر کے زیارت جامعہ پڑھنے میں کتنا ٹائم لگے گا ..... ، دس منٹ بھی نہیں لگیں گے۔ لیکن زیارت جامعہ کے مطالب کی جانب توجہ ہو اور ذہن میں ہو کہ مولاؑ کو جو سلام کر رہے ہیں، مولاؑ کی خدمت میں یہ عرضی پیش کر رہے ہیں تو مولاؑ ہمیں ملاقات کا موقع فراہم کریں گے۔ سچی آرزو ہو اپنے اندر کو پاک کر کے دعا کریں گے تو مراد پائیں گے۔

(۱۹) زائرین کی خدمت کرنا: ..... مثلاً ایک عیسائی ہے وہ ٹرک ڈرائیور تھا اور بغداد سے سامان لے کر کربلا جا رہا تھا ..... دیکھا کہ راستے میں ایک بندہ پڑا ہے جو پیاس سے جاں بلب ہے اسکو اُٹھایا اور ٹرک میں جو پانی تھا اسے پلایا اور پوچھا کہ کہاں جانا ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے کربلا جانا ہے اس کو کربلا لے گیا، عیسائی تھا وہاں جا کر حضرت عباس علیہ السلام علمبردار کے روضے کے پاس اتارا۔ جب وہ اترا تو کہا ..... کہ حضرت عباس علیہ السلام آپ کو اجر دیں گے ..... پھر یہی عیسائی شخص بغداد سے سامان لے کر تہران جا رہا تھا اور ایک عالم دین تھا جو کہ آدھی رات کو اپنا دروازہ بند نہیں کرتا تھا اس نے اپنے نوکر سے کہا کہ دروازہ بند نہ کرنا تا کہ کوئی حاجت مند آئے تو وہ اندر آ جائے۔ وہ نوکر کہتا ہے کہ ایک رات کا واقعہ ہے ایک شخص اندر داخل ہوا میں جلدی جلدی اٹھا کہ دیکھوں کون ہے؟ تو اس نے دیکھا کہ ایک نوجوان شخص ہے اور ادھر اندر سے مولانا کی آواز آئی کہ اس کو اندر آنے دو یہ اسلام قبول کرنے آیا ہے۔ جب اس سے پوچھا کہ وہ کیسے آیا ہے تو اس نے کہا کہ ابوالفضل علیہ السلام میرے خواب میں آئے ہیں اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں تمہارا قرض اتارنے آیا ہوں تو میں نے پوچھا کہ کونسا قرض؟ تو وہ کہتے ہیں ..... کہ تم نے

میرے زائر کی خدمت کی تھی اور قرض اس طرح اتارنے آیا ہوں کہ ابھی جاؤ باہر ایک آدمی آئے گا جو آپ کو ایک عالم دین کے گھر پہنچائے گا تم اس آدمی سے کوئی بات نہ کرنا۔ شاہ عبدالعظیم میں چلے جانا اس عالم دین کے پاس جانا وہ آپ کو اسلام کی تعلیم دے گا.....

وہ عالم کہتا ہے کہ میرے پاس امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) تشریف لائے اور مجھے حکم دے گئے کہ ابھی یہ عیسائی آرہا ہے اور میرے عم حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام کا مہمان ہے اور اس کو اسلام سکھانا۔ دیکھیں زائر کی خدمت کرنے کا کتنا اجر وثواب ہے۔

(۲۰) ایک شخص ہے کہ جس کے دل میں یہ آیا کہ سید محمد بلد میں ہیں۔ ان کی زیارت پر جاؤں اور اس وسیلہ سے امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) سے ملاقات کا شرف حاصل کروں..... حضرت محمد حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے فرزند ہیں اور انکے مزار پر بڑی بڑی حاجات پوری ہوتی ہیں۔ جنگل میں انہوں نے اپنا ڈیرہ لگایا..... اور لوگوں کیلئے اتنے فیوض وبرکات کا سبب بنے۔ کہ پریشان لوگوں کے لئے آپ پناہ گاہ ہیں اور آج بھی لوگوں کے مسائل ومشکلات آپ کے ذریعہ حل ہوتے ہیں۔

ایک عالم دین اور سید محمد کی زیارت:

ایک عالم نے سید محمد کی زیارت پر پیدل جانے کا ارادہ کیا اور پھر پیدل گیا لیکن راستہ بھول گیا اور پیاس

کی وجہ سے بے ہوش ہوکر گر پڑا۔ مرنے کے قریب تھا..... اسے ہوش اس وقت آیا جب اس کا سر ایک سید زادے کے زانو پر تھا۔ اس نے اس کو پانی پلایا پانی پلانے کے بعد اس سے وہ سید پوچھتا ہے..... کہ تم کہاں جارہے ہو وہ کہتا ہے کہ سید محمد کی زیارت کیلئے..... وہ کہتے ہیں کہ ساتھ نہر ہے اس میں نہالو تا کہ گرمی دور ہو جائے تو اس نے کہا کہ نہر کہاں ہے؟ میں تو یہاں پیاس سے تڑپ رہا تھا تو اس نے کہا کہ وہ دیکھو۔ وہ

عالم کہتا ہے میں دیکھتا ہوں تو ساتھ نہر چل رہی ہے اور جو پانی مجھے پلایا وہ اتنا لذیذ پانی تھا کہ میں نے پہلے کبھی ایسا پانی نہ پیا تھا اور پھر جب میں نے نہالیا تو وہ فرماتے ہیں چلیں سید محمد کے روضے پر اور وہ دیکھو سامنے سید محمد کا روضہ ہے میں ادھر دیکھتا ہوں تو سامنے سید محمد کا روضہ تھا حالانکہ جب میں بے ہوش ہو کر گرا تھا.....تو روضہ مبارک کے کوئی آثار ہی نہیں تھے پھر وہ میرے ساتھ چل پڑے جب چلے تو مجھے یقین ہو گیا کہ یہ میرے امامؑ ہیں پھر میں نے ہاتھ چومے اور شکریہ بھی ادا کیا اور میں نے مولاؑ سے درخواست کی کہ مجھے کچھ ہدایات دیں۔تب مولاؑ نے اپنے شیعوں کے بارے میں کچھ ہدایات دیں۔ جو یہ ہیں۔

ایک عالم دین کے ذریعہ امام زمانہؑ کی طرف سے اپنے شیعوں کے لئے ھدایات

(۱) قرآن بہت پڑھا کریں۔

(۲) جب کوئی مرجائے تو اس کی زبان کے نیچے عقیق رکھا کرو جس پر چودہ معصومین علیہم السلام کے نام لکھے ہوں، مولاؑ کا فرمان ہے کہ ایسا عقیق بنا کر اپنے کفن میں رکھ لو۔

(۳) ماں باپ کے ساتھ احسان کرو۔

(۴) عتبات عالیات: آئمہ علیہم السلام کی زیارت اور آئمہ علیہم السلام کے جو فرزندان ہیں ان کی زیارت۔ عام طور پر جب زیارت پر جائیں تو دیکھنے میں آتا ہے زائرین آئمہ علیہم السلام کے فرزندان کے مزارات کو اہمیت نہیں دیتے۔ان کے فرزندان کی زیارت کیلئے نہیں جاتے تو مولا صاحب الزمان (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) فرما رہے ہیں بزرگ سادات کے مقبرے جو کہ اولیاء اللہ کے مقبرے ہیں ان پر بھی جاؤ۔

(۵) سادات کا احترام کرو

(۶) نماز شب پڑھا کرو

(۷) جناب سیدہؑ کی تسبیح پڑھا کرو۔

آپ جب گھر سے نکلتے ہیں تو جناب سیدہؑ کی تسبیح پڑھ کر نکلیں آپ کو کوئی تکلیف

نہیں ہوگی ۔ نماز کے بعد آپ جناب سیدہؑ کی تسبیح پڑھیں تو نماز قبول ہوگی۔ سونے سے پہلے جناب سیدہؑ کی تسبیح پڑھیں آپ کی رات اچھی گزرے گی ۔ کسی کام کیلئے نکل رہے ہیں جناب سیدہؑ کی تسبیح پڑھ کے جائیں اس کام میں آسانی ہوگی ۔ بی بی کی تسبیح ایک تحفہ ہے لیکن ہم ایسے شیعہ ہیں کہ ہمیں اس تحفہ اور ھدیہ الٰہی کی قدر ہی نہیں ہے

(۸) سید الشہداء علیہ السلام کی زیارت پڑھنا نزدیک سے بھی دور سے بھی ۔

(۹) یہ بڑی اہم چیزیں ہیں جو بڑی توجہ طلب ہیں مولاؑ فرماتے ہیں کہ میری جدہ، میری دادی، نے جو خطبہ دربار میں دیا تھا۔ میرے شیعو اس خطبے کو ضرور پڑھا کرو۔

(۱۰) فرماتے ہیں میرے دادا علی علیہ السلام نے جو خطبہ شقشقیہ دیا ہے اسے ضرور پڑھا کرو

(۱۱) فرماتے ہیں میری دادی سیدہ زینب (سلواۃ اللہ علیہا) نے جو خطبہ شام میں دربار یزید میں دیا تھا وہ خطبہ ضرور پڑھا کرو

اس طرف ہماری توجہ ہی نہیں ہے..... یہ مجلسیں درحقیقت ہمارے لئے مدرسہ ہیں لیکن ان مجالس میں ہمیں کیا ملا ہے؟

مجالس کی افادیت:

سوچیں جب آئے تھے تو کیا تھا؟ جب جا رہے ہیں تو کیا لے کر جا رہے ہیں؟ یہ تو نقد بانقد سودا ہے بہرحال ہمیں اپنے اندر تبدیلی لانی چاہیے کہ یہاں ماشاء اللہ آپ دو مہینے مجلسیں کرواتے ہیں۔ ساٹھ دن ہوتے ہیں اور جو عالم منگواتے ہو اس عالم کو موضوعات دو۔ دس دس دن کے بارہ بارہ دن کے پانچ پانچ دنکے کہ..... مولانا صاحب آپ نے تیس دن رہنا ہے یہ چار موضوعات ہیں ان پر آپ تیاری کر کے آئیں پہلے ہی اس کو بتا دو..... مولا علی علیہ السلام کے بارے میں ہے تو کہیں کہ نہج البلاغہ پر ہمیں درس دیں۔ امام حسن علیہ السلام کے بارے میں ہے تو کہو کہ ہمیں پانچ مجالس سنائیں۔ اس میں فضائل بھی ہوں گے۔ معجزات بھی ہوں گے نعرے بھی لگیں گے اور جو خطیب ہوتے ہیں بالخصوص..... اور ہم تو خطیب نہیں ہیں جو خطیب ہوتے ہیں وہ ساری باتیں نکال لیتے

ہیں ..... وہ مجمع ایسا نہیں ہوتا دل چاہے تو تھوڑے سے نعرے بھی لگائیں۔ اس کا فائدہ ایک تو یہ ہے کہ وہ عالم اپنی ذمہ داری محسوس کرے گا کہ سننے والے کیا چاہتے ہیں؟ میں نے ان کو کچھ دینا ہے۔

مصائب:

آج میں حضرت بی بی سیدہ زینب علیہا السلام کے شام میں پڑھے گئے خطبے کا ایک حصہ بیان کرتا ہوں کہ بی بی نے فتح کا اعلان کیا شام میں، ..... فتح کے اعلان کے جملے ہیں میں وہ پڑھنا چاہتا ہوں۔ دو چار جملے ہیں پہلے یزید ملعون نے اعلان کیا کہ ان پر وحی آئی تھی نہ قرآن اترا تھا۔ اس نے دربار عام بلایا ہوا تھا۔ شراب کے دور چل رہے تھے۔ جوا کھیلا جا رہا تھا ہر طرف سے زرق برق کرسیاں لگی ہوئی تھیں، شادیانے بج رہے تھے۔ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسیری کے عالم میں ایک کونے میں منتظر تھے کہ ان کے بارے میں کیا فیصلہ سنایا جانے والا ہے ..... ادھر یزید لعین نے بکنا شروع کیا ..... خاندان نبوت کی توہین شروع کی۔ ظاہر ہے زبان کے زخم تلوار کے زخم سے زیادہ گہرے ہوتے ہیں۔ یہ بیبیوں کا جگر تھا کہ سب کچھ برداشت کرتی رہیں۔ یہاں تک کہ یزید ملعون نے خطبہ دیا اور اس خطبے میں اپنی فتح کا اعلان کیا اور کہنے لگا

نہ تو وحی اتری ہے یہ سب بنی ہاشم علیہم السلام کا کھیل تھا جو کربلا میں میں نے ختم کر دیا .....

پھر کہتا ہے اے بدو واحد میں مارے جانے والو۔ کاش تم آج شام میں میرے سامنے ہوتے تو تم لوگ میری تعریف کرتے اور کہتے کہ اے یزید تیرے ہاتھ نہ ٹوٹیں ملعون تو نے بڑا کام کیا کہ ہمارا انتقام لے لیا۔ اس نے جب یہ اعلان کیا کہ نہ قرآن آیا نہ ہی وحی اُتری ..... یہ سب بنی ہاشم علیہم السلام کا کھیل تھا۔ یزید کا یہ کہنا تھا۔ کہ ..... حیدرؑ کی حیدرؑ بیٹی۔ کربلا کی شیر دل خاتون۔ شریکۃ الحسین علیہ السلام۔ ثانی الزہرا (صلواۃ اللہ علیہا)۔ جو فقط اسی دن کیلئے اور اسی اعلان کیلئے یہ ساری تکلیفیں برداشت کر کے شام آئیں تھیں۔

فرماتی ہیں اے یزید..... خاموش ادھر بی بیؑ کی یہ آواز آنی تھی کہ ادھر مکمل سناٹا چھا گیا۔ پوری سانسوں پر بی بی کا کنٹرول تھا۔ ہر جگہ پر ایک سکون کی کیفیت طاری ہوئی گویا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھ گئے۔ اگر سر ہلائیں گے تو پرندے اُڑ جائیں گے۔ بی بی پاک علیہا السلام نے اپنا پورا ولایت تکوینی کا پورا اختیار استعمال کیا۔ علی علیہ السلام وزہراء (صلواۃ اللہ علیہا) کی دختر نے ..... میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ جو مصیبت برداشت کی تو اپنے اختیار سے کی، پھر جب یہ کیا تو اپنے ارادہ سے تو پھر کہا کہ! یزید تو یہاں پر بیٹھ کر فتح کا اعلان کر رہا ہے تو کہہ رہا ہے کہ تیرے آباؤ اجداد آتے ہاں وہ آتے اور تجھ سے یہ کہتے کہ اے یزید تیرے ہاتھ ٹوٹیں۔ یزید تو برباد ہو کہ تو نے ان کے عذاب میں اضافہ کیا ہے..... اور اپنے لئے بربادی کا سامان کیا ہے۔ بڑا طولانی خطبہ ہے جس میں بی بیؑ نے اپنے دادؑا، اپنے نانؐا اور اپنے باباؑ کے فضائل بیان کئے ہیں۔ قرآن کی حقانیت کو بیان کیا ہے۔ امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کے فضائل بھی بیان کئے ہیں..... اور ان کی خدمات کو بیان کیا ہے اور آخری جملہ جو فتح کا جملہ تھا..... اس میں بی بیؑ نے یزید کو چیلنج کیا بی بیؑ نے کہا کہ اے یزید لعین یہ جو تم نے ظلم کیا ہے یہ کیا کم

کیا ہے؟ کہ تم نے ہمارے بچے ذبح کئے۔ تو نے ہمارے بھائی مارے۔ تو نے ہمیں قیدی بنایا۔ تو نے ہمیں سفروں میں اذیتیں پہنچائیں۔ تو نے ہمارے اوپر مظالم ڈھائے یہ جو کچھ تو کر چکا ہے اس سے زیادہ کوشش کر لے، اپنی تمام دولت لٹا دے، اپنے خزانے خرچ کر دے۔ تو یہ اعلان کر رہا ہے کہ نہ قرآن آیا نہ وحی اتری میں علی علیہ السلام کی دختر یہاں اپنی فتح کا اعلان کر رہی ہوں..... اور میں کربلا کا جھنڈا اس شہر میں گاڑ کر جا رہی ہوں۔ ''خدا کی قسم تو ہمارے ذکر کو مٹا نہیں سکتا اور تو ہماری وحی کو جھٹلا نہیں سکتا..... ہماری وحی بھی زندہ رہے گی اور ہمارے نانؐا کا نام بھی زندہ رہے گا۔'' یزید تو تو اعلان کر رہا ہے..... مگر تیرے دربار میں میرے حسین علیہ السلام کا ماتم ہوگا، تیرے گھر میں میرے حسین علیہ السلام کی عزاداری ہوگی میں حضرت سید زینب (صلواۃ اللہ علیہا) تو اسی دن کیلئے اسیر

ہو کر آئی تھی .....

عزادارو! آج بتاؤ۔ بی بی کا اعلان سچ ثابت ہوا یا نہیں۔ شام میں بی بی نے کربلا کی فتح کا نعرہ بلند کیا۔ ہاں امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) سچ کہہ رہے ہیں کہ میری دادی سیدہ زینب (سلواۃ اللہ علیہا) کا خطبہ شیعو یاد رکھا کرو۔ یہ میری دادیؑ کا صدقہ ہے کہ تم زندہ ہو۔ یہ میری دادیؑ کا اعلان ہے جس کا نتیجہ تم ہو..... کہ آج ہر جگہ ذکر حسینؑ بھی ہے۔ اسلام بھی ہے۔ وحی بھی ہے۔ قرآن بھی ہے۔ زہراء (سلواۃ اللہ علیہا) کی بیٹیوں نے زندان کی مصیبتیں تو جھیلیں لیکن اسلام کو زندہ کر دیا۔ کربلاء کی بقا کا سامان مہیا کر دیا، دین کو بچا لیا۔ ایک دن امام علی زین العابدین علیہ السلام آتے ہیں کیا دیکھتے ہیں کہ میری پھوپھی بیٹھ کر نماز پڑھ رہی ہیں مولا علی زین العابدین علیہ السلام پوچھتے ہیں آپ بیٹھ کر نماز شب ادا کر رہی ہیں کیا وجہ ہے؟ بی بیؑ کہتی ہیں کہ مجھے کھانا اتنا کم ملتا ہے کہ میں اپنا حصہ بچوں کو دے دیتی ہوں..... جسم اتنا کمزور ہو چکا ہے کہ میں اب کھڑی نہیں ہو سکتی۔ بی بی نے بڑی مصیبتیں برداشت کیں۔ خاندان نبوت کی پردہ دار بیبیوں کو شام کے زندان نے ختم کر دیا۔ یہی وجہ تھی کہ جب واپس آئیں تو بھائی محمد نہیں پہچان سکے..... پوچھتے ہیں میری بہن کونسی ہیں۔؟ میری بہنیں کہاں بیٹھی ہیں۔؟ لیکن یہ سب تکلیفیں برداشت کیں اور اسلام کو زندہ باد کیا اور تاریخ میں یزید لعین کو مردہ باد لکھوا گئیں۔

الا لعنة الله علی القوم الظالمین

سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

مجلس نمبر 18

عنوان :۔ معرفت امام زمانہؑ

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

﴿من مات ولم یعرف امام زمانہؑ مات میتة جاهلیة﴾

جو اپنے امام کی معرفت کے بغیر مرا وہ جہالت کی موت مرا

امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی معرفت حاصل کرنا واجبات میں سے ہے۔ اور معرفت حاصل کرنے کے بعد جو ذمہ داریاں ہیں ان کا پورا کرنا بھی ضروری ہے انہی ذمہ داریوں میں سے ایک ذمہ داری ہم نے بتائی کہ ہمارا تعلق اور رابطہ اپنے امامؑ سے ہونا چاہیے..... تعلق اور رابطے کے حوالے سے ایک بات یہ تھی کہ ملاقات اور زیارت کی خواہش ہونی چاہیے۔ ملاقات اور زیارت کس طرح ہو اور اس کیلئے کیا عمل کیا جائے اس کیلئے انسان کوئی چیز متعین نہیں کرسکتا۔ اس لئے کل بھی بہت سی مثالیں دیں کہ ایک شخص کہتا ہے میں یہ کرتا تھا اور دوسرا بیان کرتا ہے..... کہ میں یہ عمل کرتا تھا یعنی کوئی ایک عمل متعین نہیں کرسکتے لیکن ایک بات ذہن میں رہے کہ ملاقات میں ایک تناسب شرط ہے۔ ایک مماثلت درکار ہے۔ جب بھی آپ کسی سے ملنے جاتے ہیں تو جس سے آپ ملنے جاتے ہیں اس سے آپ کی ملاقات تب ہوگی جب آپ کے اور اس کے درمیان کوئی تناسب اور تماثل ہو۔ اور ہم نے اس ہستی سے ملنا ہے جو مرکز ومحور کائنات ہیں۔ خدا کی رحمت کے اُترنے کا مرکز ہیں، جو مظہر صفات جلال و جمال ہیں ..... ، جب ہم ان سے ملنا چاہتے ہیں تو ہمارے اندر پاکیزگی آنی چاہیے۔ تاکہ ایک نسبت قائم ہو جائے۔ آ کہیں گے کہ ہم نے تو ایسوں کو بھی دیکھا ہے جو گناہ کرتے ہیں پھر بھی ان کی ملاقا امامؑ سے ہو جاتی ہے یہ ٹھیک ہے بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے۔

اس کی وجہ تو یہ ہے کہ خاص حالات ایسے بن جاتے ہیں جن کی وجہ سے ایک طرح کا تناسب پیدا ہو جاتا ہے اور اس حالت میں دل و دماغ کی ہم آہنگی ایجاد ہو جاتی ہے۔ دل دنیا کی ہر چیز سے منقطع ہو جاتا ہے۔ فکر ہر جگہ سے کٹ جاتی ہے فکر فقط اس مرکز پر مرتکز ہو جاتی ہے اور اس کی وجہ سے وہ بات ہو جاتی ہے..... اس بارے بہت سے واقعات ہیں۔

ایک نوجوان کا پھانسی سے نجات پانا:

ایک واقعہ ہے کہ انقلاب اسلامی ایران کی کامیابی سے پہلے ایک نوجوان شیعہ تھا اور اس کے گھر سے شاہی سواک کو اسلحہ مل گیا اور وہ نوجوان پکڑا گیا اور شاہ ملعون کی حکومت میں اس کو پھانسی کا حکم ہو گیا..... سزا نہ دی گئی۔ اس نوجوان کے والدین کا ایک رشتہ دار تھا..... اس کا مولاؑ سے بڑا توسل اور رابطہ تھا۔ اس کے پاس گئے اور کہا کہ ہمارے بچے کو کل اتنے بجے پھانسی ہونی ہے۔ یعنی فیصلہ ہو چکا ہے اور کل پھانسی ہونی ہے اس نے کہا ٹھیک ہے آج شب جمعہ ہے اور ہم سب مل کر بیٹھ جاتے ہیں اور امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) سے توسل کرتے ہیں..... کیونکہ وہی مالک کائنات ہیں ان کے ہاتھ میں اللہ کی جانب سے دنیا کے سارے امور ہیں۔ وہ والدین اہل اقبال اور اہل توجہ نہیں تھے۔ اور نہ ہی وہ اتنے عمل والے تھے لیکن وہ شخص ان افراد میں سے تھا (جو اس کا رشتہ میں شاید ماموں تھا) جو اولیاء اللہ میں سے ہوتے ہیں..... تو یہ مجبور ہو گئے اور اسکے پاس گئے تو اس نے کہا کہ آئیں آج رات ہم عمل کرتے ہیں۔

اور ساری رات گریہ وزاری اور مناجات اور دعائیں پڑھیں گے..... پھر مولاؑ کی زیارت ہو جاتی ہے اور مولاؑ ان سے فرماتے ہیں کہ آپ کا بیٹا کل گھر آجائے گا، اب جو شخص کہ پہلے سے عامل تھا وہ اور انداز سے مولاؑ سے توسل کرتا ہے اور اسے مولاؑ کی ملاقات نصیب ہو جاتی ہے جبکہ اُن کی حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ ایسے مناظر کو دیکھ کر بے ہوش ہو کر گر جاتے ہیں جب ان کو ہوش آتا ہے تو صبح ہو چکی ہوتی ہے۔ وہ اٹھ کر وہاں

سے اس جگہ جاتے ہیں جہاں اسے پھانسی لگنی تھی اور جا کر جیل خانے کے انچارج سے پوچھتے ہیں کہ ہمارے بیٹا کا کیا بنا..... تو وہ جواب میں کہتا ہے کہ رات کو نئے افسر آئے ہیں اور ان کے معاملے کی پھر سے سماعت ہونی ہے..... وہ بڑے خوش ہوئے اور گھر واپس آ گئے۔ تھوڑی دیر میں کوئی دس گیارہ بجے وہ بچہ گھر آ گیا۔ اب یہ کیا تھا یہ انقطاع اور توجہ کی حالت تھی جبکہ یہ اس جمال کو دیکھ ہی نہیں سکے تھے..... مگر جب انسان اس حالت میں ہوتا ہے کہ ہر طرف سے مایوس ہو جاتا ہے اور کسی سے کوئی امید باقی نہیں رہتی اور ساری توجہ اس مرکز کی طرف ہو جاتی ہے جس کے گرد سارے امور گھوم رہے ہوتے ہیں کیونکہ دِل تمام خیالات سے، تمام تصورات سے، خالی ہو چکا ہوتا ہے..... اور فقط اس کا تعلق مرکز پر پہنچ جاتا ہے اور مرکز کی شعاع اس پر پڑتی ہے۔ تو وہ اس سے کسب فیض کر لیتے ہیں اور اگر یہ سلسلہ دائمی ہو تو پھر اس کیلئے مشق کی، ریاضت کی اور دوسرے اعمال کی ضرورت ہوتی ہے۔

بعض اسی بات کو دیکھتے ہیں مثلاً کہتے ہیں کہ مجھے تو مولائے غازی عباس علیہ السلام فلاں موقع پر ملے تو اس وقت ایسے انداز سے اس نے طلب کی تو ظاہر ہے کہ ادھر سے پھر وہ عطا بھی ہو گئی۔ اب تو یہ اس کا کام ہے کہ جب ادھر سے کرم ہوا ہے تو پھر خود بھی گندے کام چھوڑ دے۔ خود بھی گناہوں کو خیر باد کہہ دے۔ خود بھی اپنے دل کو پاکیزہ رکھے۔ کسی کو اَذیت نہ دے۔ اسلام پر عمل کرے جس اسلام کی خاطر انہوں نے اتنی تکلیفیں اٹھائی ہیں اور اتنی قربانیاں دی ہیں ہمیں اچھا عمل کرنا چاہیے۔ یہ پھر ہمارا معاملہ ہے بہر حال یہ بتانے کا مقصد یہ ہے کہ انسان کوئی ایک چیز متعین نہیں کر سکتا.....

نوجوان کی امامؑ سے ملاقات کے لئے بھوک ہڑتال:

کہتے ہیں ایک نوجوان تھا جو بعد میں اولیاء اللہ بنا۔ اس نوجوان کی فکر دیکھیں کہ وہ کہتا ہے کہ جب تک مولاؑ

نہیں ملیں گے میں بھوک ہڑتال کروں گا۔ وہی ہیں مالک، اب ملیں گے تو میں

کھاؤں گا ورنہ نہیں ۔ تین دن نہ کھایا نہ پیا۔..... تیسرے دن اس کی حالت یہ ہوگئی کہ مرنے کے قریب ہوگیا..... مسجد میں جا کر گر پڑا۔ یہ ایران کا واقعہ ہے وہاں شیراز شہر میں سردک نام کی ایک مسجد ہے وہ وہاں بے ہوش ہو کر گرا اور اس نے کہا کہ پانی وانی نہیں پینا۔ چنانچہ مولائے کل اس کے پاس آئے اور اس سے کہا کہ ایسا طریقہ اختیار نہیں کیا جاتا جو تم نے کیا ہے ابھی کھانا آرہا ہے تمھارے لئے..... تم کھانا کھالینا، یہ کہہ کر مولاؑ چلے گئے..... تو اسی وقت مسجد کا دروازہ کھلا، رات کے کوئی بارہ کا وقت تھا کہ اس نے دروازہ پر دیکھا..... کہ ایک عالم دین ہیں جس نے عبا سے اپنا سر چھپا رکھا ہے..... اس نے اس کو گرم گرم چاولوں کی ایک پلیٹ دی جس کے اوپر روسٹ مرغ رکھا ہوا تھا۔ اور اس نے اس سے کہا کہ یہ کھانا ہے اسے کھالو..... اور پلیٹ میز کے نیچے رکھ دینا وہ یہ کہہ کر چل دیا، اس نے کھانا کھایا تو وہ کھانا اتنا لذیذ کھانا تھا کہ اس نے کبھی ایسا کھانا نہیں کھایا تھا..... جب دوسرا دن ہوا تو وہ عالم دین جس کا اس نے رات کو چہرہ نہیں دیکھا تھا شاید مولاؑ کی طرف سے حکم نہیں ہوگا دوسرے دن آکر اسی نوجوان سے اس نے کہا کہ مولاؑ نے تمھارے لئے یہ پیسے دیئے ہیں اور کہا ہے کہ مشہد زیارت کے لئے چلے جاؤ۔ راستے میں ایک بزرگ ملیں گے جن سے آپ کو کافی فیض ملے گا۔ یہ آغاز تھا اس کی ایک مثال ہے پھر اس کا آگے لمبا قصہ ہے۔ جس کی تفصیل کا وقت نہیں ہے

اب یہ کس طرح مولاؑ کی ملاقات حاصل کر رہا ہے؟ بھوک ہڑتال کر کے..... اس عمل کو جو کوئی اور کرے تو شرعاً جائز نہیں ہے..... کیونکہ ایسا کرنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے، لیکن یہ ایسی دیوانگی ہے کہ کسی کے بارے میں ہم کہہ نہیں سکتے کہ یہ کر سکتا ہے یا نہیں کر سکتا یہ تو اس کا عشق اور اس کی ولایت اور محبت کا انداز تھا۔

بہر حال یہ مختلف سلسلے ہیں۔

اور مختلف قسم کے اعمال ہیں:

ملاقات امامؑ کی خواہش دل میں ہونی چاہیئے اوراس کیلئے دل کی صفائی شرط ہے اورتوجہ کامل ضروری ہے۔ ''**الانقطاع عن کل الاشیاء**'' ہرچیز سے منقطع ہوکر فقط اللہ اور امام زمن (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی طرف توجہ ..... اور اقبال، جس لمحے آپ کو حاصل ہوگیا اسی وقت ملاقات ہوجائے گی۔

عزاداری سید الشھداء علیہ السلام:

اس طرح ممکن ہے کہ آپ ایک سفر پچاس سال سے کررہے ہیں اور پچاس سال بعد آپکواس کا نتیجہ حاصل ہو جیسے ایک شخص کے بارے ہے..... اس نے یہ طے کیا کہ میں صبح کو بھی مولا حسین علیہ السلام کی مصیبت پڑھوں گا اور شام کو بھی اور یہ عمل ایک سال تک ایسا کروں گا یعنی ایک منت مانی اب وہ صبح بھی بیٹھ کر مجلس پڑھتا تھا اور بیٹھ کر روتا تھا، اور شام کو بھی خود ہی مجلس پڑھتا تھا..... اور بیٹھ کر روتا تھا، پانچ مہینے گزر گئے، چھ مہینے گزر گئے، ایک دن وہ کیا دیکھتا ہے جیسے ہی اس نے مجلس پڑھی اس کے قریب سے رونے کی آواز آئی اس نے ادھر ادھر دیکھا اسے کچھ نظر نہیں آیا جیسے جیسے مجلس آگے پڑھتا گیا اس کے اطراف میں گریہ کا شور بھی بڑھتا گیا پھر اس کو معلوم ہوا کہ یہ پورا کمرہ مجمع سے بھرا ہوا ہے اور لوگ زار و قطار گریہ میں مصروف ہیں..... اور اسے مولاؑ کیساتھ شرف ملاقات اس عمل کی وجہ سے ہوا پھر اس کا سلسلہ آگے چلتا ہے۔

تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ خواہش ہر بندے میں ہونی چاہیئے چاہے ملاقات نصیب ہو یا نہ ہو۔ وہ تو محبوب کبریا ہیں، محبوب کائنات ہیں، مرکز کائنات ہیں، ہمارے محسن ہیں، ولی نعمتؑ ہیں، ہمیں انکی وجہ سے روزی مل رہی ہے اور وہ وارث کائنات (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) ہیں، وہ وارث کربلاؑ ہیں، وہ وارث انبیاءؑ ہیں، خاتم الاوصیاءؑ ہیں، اللہ کی صفات جمال وجلال کا مظہر ہیں تو ہمیں ان سے عشق کیوں نہیں ہونا چاہیئے عشق ہوتے

ہوتے تو خیر دیر لگے گی تو کم از کم عشق کی رسم تو ادا کریں.....

یوسفؑ کو خریدنے کے لئے مصر کی بوڑھی عورت سوت کی اٹی لے کر وہاں پہنچ گئی.....تو کسی نے کہا تم کہاں

آ گئی، یہ یوسفؑ تمھیں کہاں سے ملے گا؟ یہ بھی کوئی شے ہے جس سے تو یوسفؑ خریدنا چاہتی ہے تو اس نے کہا کہ میرا نام تو خریداروں میں ہو جائیگا۔

میں گناہگار سہی ..... بدکردار سہی ..... میں اس لائن میں اپنا نام تو درج کراؤں۔ کہ میں بھی دیدار کا عاشق ہوں میں بھی اس لائن میں ہوں یہ تو ہونا چاہیئے اگر یہ نہیں ہے تو پھر کیسی عقیدت اور کیسی ماتم داری ..... پھر تو ہمیں اپنے بارے میں شک ہونا چاہیئے۔ کہ ہمیں اپنے امامؑ کے وجود پر یقین بھی ہے ..... ہم سوچیں کہ ہم بالخصوص سادات اور مومنین کیا ہیں؟ .....صلوٰۃ۔

دعا کا عمل:

انہی ذمہ داریوں میں سے ایک ذمہ داری ہے۔ دعا کرنا۔ خود دعا کا عمل ایک عبادت ہے.....خداوند نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ "**ادعونی**" مجھ سے دعا کرو۔ "**استجب لکم**"۔ میں تمہاری دعا کو قبول کروں گا، پھر فرمایا کہ دعا کرو اور جو بھی میری عبادت کے انکاری ہیں وہ مستکبرین سے ہیں۔.....آیت میں عبادت کا لفظ ہے جبکہ اس سے مراد اس جگہ دعاء لی گئی ہے کیونکہ آیت کے شروع میں دعاء کا حکم ہے پس خدا فرماتا ہے جو میری عبادت یعنی دعاء سے انکاری ہیں، وہ مستکبرین سے ہیں اور قیامت کے دن ذلت اور خوارگی کا عذاب انہیں نصیب ہوگا ..... پھر ارشاد ہوتا ہے اگر دعا نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ تمہاری پرواہ ہی نہ کرتا.....تمہارے اوپر کوئی رحمت وغیرہ نازل نہ کرتا..... قرآن مجید اللہ کا کلام ہے جو ہمارے پاس پہنچا اور دعا بندے کا کلام ہے جو اللہ کے پاس ہماری جانب سے جاتا ہے، دعا خود عبادت ہے اور ہر عبادت کا مغز بھی دعا ہے اور جس

عبادت میں دعا نہیں ہوتی وہ عبادت اس بندے کے منہ پر ماردی جاتی ہے۔ دعا نہ کرنے والا بندہ متکبر کہلاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے بندے پر نظر رحمت نہیں کرتا۔ خداوند بغیر مانگے ہی دے دیتا ہے مگر وہ کہتا ہے کہ مجھ سے مانگو، وہ کہتا ہے مجھے وہ بندہ اچھا لگتا ہے جو مجھ سے مانگتا ہے اور جب مانگنے بیٹھو

تو پھر ہر شئے اس سے مانگو، آنکھ کا درد ہوا تو اس کی شفاء بھی خدا سے مانگو، پاؤں میں اگر چھالا ہو تو اس کی شفاء بھی خدا سے مانگو، بھوک لگی ہو تو بھوک کا حل بھی خدا ہے مانگو، پیاس لگی ہو تو پیاس کا حل بھی خدا سے مانگو،..... اللہ فرماتا ہے ہر پریشانی کا حل مجھ سے مانگو میں دوں گا، میں اتنا دوں گا جو تیرے تصور وخیال میں نہیں ہے، وہ کہتا ہے تو ایک دفعہ کہے گا..... یارب میں دس دفعہ کہوں گا لبیک یا عبدی..... اے میرے بندے بول تجھے کیا چاہیئے؟ میرے بندے مانگ کیا چاہیے

دُعا کے لئے آئمہ معصومین علیہم السلام نے اتنی احادیث ارشاد فرمائی ہیں اتنی زیادہ روایات ہیں کہ اس پر مفصل گفتگو کی جاسکتی ہے جس کا اس مجلس میں موضوع نہیں ہے۔ دعا کے آداب کیا ہیں؟ اس کے شرائط کیا ہیں؟، اور اس کا طریقہ کیا ہے؟ بہرحال یہ طولانی گفتگو ہے۔ یہ سب کچھ بیان کرنے کی جگہ نہیں ہے۔

البتہ سب سے بہترین دعا وہ ہے جو آئمہ معصومین علیہم السلام نے پڑھی ہو کیونکہ دعا مانگنے کے لئے ایک داعی ہوتا ہے ''دعا مانگنے والا'' دوسرا وہ ہوتا ہے جس سے وہ مانگ رہا ہوتا ہے، اسکے سامنے دعا مانگنے والے کو ایسے الفاظ بولنے ہونگے جو اس کی شان کے مطابق ہوں اور جب مانگتا ہے مالک سے، خدا سے، جو خدا کے محبوب بندے ہیں..... خدا کے پیارے ہیں تو انہوں نے جس انداز سے اپنے محبوب سے

مانگا ہے ہم بھی اس انداز سے مانگیں، بہرحال انہی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ ہے کہ اپنے امامؑ کی آمد کیلئے دعاء مانگی جائے، پھر دعا کے اپنے درجات ہیں..... کہ انسان اپنے لئے مانگے تو اس کا درجہ کیا ہے؟ دوسروں کے لئے مانگے تو اس کا کیا درجہ ہے۔؟

روایت میں ہے کہ جو شخص دوسرے کے لئے دعا مانگتا ہے اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اس کے لئے دعا مانگیں۔

ایک شخص میدان عرفات میں دعا مانگنے میں مصروف تھا اور بڑی توجہ سے دعا کر رہا تھا تو دوسرے نے کہا..... کہ ماشاء اللہ ایسی توجہ تھی کہ آپ کی تو ہر دعا قبول ہوئی ہوگی۔ اس نے اس سے کہا کہ خدا کی قسم میں نے اپنے لئے کوئی دعا نہیں مانگی، میں نے تو دوسروں کے لئے دعا مانگی ہے۔ اس نے کہا کیوں ایسی توجہ کی حالت میں تم نے اپنے لئے کچھ نہیں مانگا..... اس نے کہا کہ میں نے یہ پسند کیا کہ میں دوسروں کے لئے مانگوں کیونکہ پتہ نہیں میری دعا قبول ہوگی یا نہیں ہوگی لیکن میرے لئے جب اللہ کے فرشتے دعاء مانگیں گے تو فرشتوں کی دعا رد نہیں ہوگی..... میں نے چاہا میرے لئے وہ مانگیں گے۔

اور پھر یہ بھی روایت میں ہے کہ دعا کیلئے ہر ایک سے کہو۔ ہر بندے کو چاہیئے کہ وہ دوسروں کے لئے دعاء مانگے کیونکہ خدا تو اس کی حاجت سے آگاہ ہے پھر فرشتوں کی ڈیوٹی لگا دیتا ہے کہ تم اس کے لئے مانگو دعا کے اوقات بھی ہوتے ہیں مثلاً بارش کے وقت، دعا مانگنے کا وقت ہے..... صبح کا وقت، رات کا وقت، تنہائی کا وقت، مسجد، امام بارگاہ، مجالس کے دوران مصائب کا وقت، بہرحال مختلف اوقات ہیں جن میں دعاء مانگنے کا حکم ہے..... مقامات مقدسہ ہیں، کعبہ اللہ ہے، میدان عرفات ہے، مسجد نبویؐ ہے مسجد سہلہ ہے۔ مختلف جگہیں ہیں..... خود قرآن مجید اور قرآن کی آیات پڑھ کر دعا مانگنا۔ شب جمعہ، جمعہ کا دن، ماہ رمضان، رجب اور شعبان کے مہینے ہیں بعض مخصوص ایام ہوتے ہیں مثلاً آئمہ علیہم السلام کی ولادت اور شہادت کے ایام ہیں۔

بہرحال دعاء خود ایک اہم عمل ہے اور خود ایک بڑی عبادت ہے جب دوسرے کے لئے دُعا مانگنے کا اتنا فائدہ ہے..... تو ہم اس کے لئے دعا کیوں نہ مانگیں کہ جس کی وجہ سے دھرتی پر امن قائم ہوگا اور جس کو اذن خروج دینے کے لئے خدا بھی انتظار کر رہا ہے، جب ہم اپنے امامؑ کے لئے دعا مانگیں گے تو ہماری حاجتیں خود بخود ہی پوری ہوتی

جائیں گی۔انسان کہتا ہے کہ ایک بڑی چیز مانگیں اگر وہ مل گئی تو سب کچھ مل گیا۔

قم میں جمکران کی مسجد ہے..... پہلے زمانہ میں وہاں چھوٹی سی مسجد ہوتی تھی اور راستہ بھی وہاں جانے کے لئے کچا تھا تو لوگ وہاں کم ہی جاتے تھے۔ایک بوڑھی عورت بیان کرتی ہے جو امامؑ کی زیارت سے مشرف ہو چکی تھی۔.....اکثر امامؑ کی زیارت سے مشرف ہوتی تھیں۔وہ کہتی ہے کہ میں اب مسجد میں گئی.....تو میں نے مسجد کو دیکھا جو بڑی کی جا چکی تھی وہاں پر میں نے وہ دیکھا کہ اتنے سارے لوگ ہیں جو امامؑ کو یاد کر رہے ہیں،تو میں نے دل میں کہا ماشاء اللہ.....اب امامؑ کے چاہنے والے زیادہ ہو گئے ہیں مسجد کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔اس نے سوچا سب مولا امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی ملاقات کے لئے آئے ہوئے ہیں۔وہ بھی عبادت میں مصروف ہو جاتی ہے اور امام علیہ السلام سے خطاب کر کے کہتی ہے اے میرے مولاؑ اے صاحب الزمان (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) اے قائم آل محمدؐ ماشاء اللہ،.....اب تو آپ علیہ السلام کے چاہنے والے بہت ہیں، اور میرا دل آج بہت خوش ہوا پھر وہ اپنے مخصوص کمرے میں تشریف لے گئی اور اس کمرے میں جا کر سو جاتی ہے تو نیند میں وہ دیکھتی ہے کہ مولاؑ تشریف لاتے ہیں، جب مولاؑ تشریف لے آتے ہیں.....تو پھر یہ وہی باتیں مولاؑ کے سامنے دھراتی ہے تو مولاؑ فرماتے ہیں کہ نہیں ایسا نہیں ہے.....آئیں میرے ساتھ جا کر دیکھتے ہیں کہ یہ سب لوگ کس کام کے لئے آئے ہوئے ہیں؟ وہ کہتی ہے میں مولاؑ کے ساتھ چل پڑی۔

ایک ایک شخص کے پاس گئے اور اس سے پوچھا آپ کیوں آئے ہو؟ کوئی کہتا کہ میرا آدمی بیمار ہے۔

میں مولاؑ سے اس کی شفا مانگنے کے لئے آیا ہوں، ایک اور کہتا میری بیوی کیساتھ لڑائی ہو گئی ہے اور وہ مجھے گھر میں نہیں آنے دیتی اس کے لئے آیا ہوں.....آپ کس کے لئے آئے ہو وہ کہتا ہے کہ میرا بیٹا گم ہو گیا ہے اس کے لئے آیا ہون.....کوئی کہتا میرا روزگار نہیں ہے اس کے لئے آیا ہوں.....غرض ہر ایک نے اپنی اپنی حاجت بیان کی کہ

وہ فلاں کام کے لئے آیا ہے۔اور کوئی کہتا میں فلاں کام کے لئے آیا ہوں۔

مولاؑ اس بوڑھی عورت سے فرماتے ہیں کہ دیکھا کوئی ہے جو میرے لئے آیا ہو۔یہ سب اپنے کام کی غرض سے آئے ہوئے ہیں، اور پھر مولاؑ فرماتے ہیں کہ ان میں فقط بات اتنی ضرور ہے کہ یہ مجھے وسیلہ سمجھتے ہیں

اپنے کاموں کے لئے جب کہ ان میں اکثریت ایسی بھی ہے جو ویسے ہی آئی ہے ان کا کوئی مقصد نہیں ہے وہ وقت گزارنے کے لئے آئے ہیں۔ پھر وہ کنیز خدا کہتی ہے کہ دور ایک سید زادہ بیٹھا ہوا تھا ایک کونے میں..... تو مولاؑ نے کہا کہ اس کے پاس چلتے ہیں..... تو جیسے ہی اس نے مولاؑ کو دیکھا تو وہ اُٹھ کر چیخنے چلانے لگا اور مولاؑ کے ہاتھوں کے بوسے لینے لگا مولاؑ نے فرمایا تم کس کام کے لئے آئے ہو؟..... وہ چپ رہا۔ دوسری بار مولاؑ نے کہا کس کام کے لئے آئے ہو؟ وہ چپ رہا۔..... تیسری بار مولاؑ نے کہا کہ کس کے لئے آئے ہو؟ تو وہ بولا مولاؑ کل کائنات آپؑ ہیں، میری زندگی آپؑ ہیں، میری موت آپؑ ہی ہیں، میں تو آپؑ کے لئے آیا ہوں آپؑ کے دیدار کے لئے.....

پھر مولاؑ نے اس کنیز خدا کو فرمایا دیکھو میرے لئے وہ نہیں آئے اس جگہ ہر کوئی اپنے کام کے لئے آیا ہے۔

لہذا کسی کو اگر یہ شرف ملے تو اس وقت اپنے حواس بھی مجتمع رکھنا کہ مولاؑ سے کیا مانگنا ہے؟ مولاؑ سے پیسے نہ مانگنے بیٹھ جانا۔ درحقیقت اگر مولاؑ سے میری محبت کا معاملہ ٹھیک ہو جائے تو سب ٹھیک ہو جائے گا، بدن ٹھیک نہ ہوا تو پھر کیا ہے؟ کہ آخر مر جانا ہے۔ صحیح ہو یا نہ ہو۔ روح اور اندر کو درست ہونا چاہیئے۔ دل کی بیماریاں ختم ہونا چاہیں۔

عالم دین کی آرزو:

کہتے ہیں ایک عالم دین تھا تبریز کا یا کسی اور علاقے کا مشہد مقدس میں آیا تو اسے دِماغی فالج ہو گیا۔ جس کی وجہ سے اس کی بینائی جاتی رہی..... سارے علماء مشہد مقدس میں آپ کے پاس بیٹھے ہیں ہر ایک عالم جو وہاں موجود ہے وہ اس کو ایک واقعہ سنا رہا ہے

کہ امام علی رضا علیہ السلام کے پاس فلاں کو شفا مل گئی، فلاں آیا اسے شفا مل گئی اور ایک نے کہا کہ میں نے کل دیکھا کہ فلاں شخص کو شفا مل گئی اور ہر ایک ایک سے ایک واقعہ بیان کررہا تھا وہاں ایک عجیب رنگ بن گیا اور بعض واقعات سن کر اور سناتے ہوئے بھی بعض گریہ کررہے تھے..... رو بھی رہے تھے۔ پھر بعض نے کہا کہ آپ اس وقت تک مشہد سے نہ جائیں جب تک آپ کو بینائی نہ ملے..... اس عالم نے ایک آہ بھری اور کہا یہ جسم کی بیماری ہے اس عالم نے کہا کہ میں سوچتا ہوں کہ جب تک میرے سامنے جسم کی بیماری اور میری روح کی بیماری دونوں آجاتی ہیں پھر میں یہ کہتا ہوں کہ میرا جسم زیادہ سے زیادہ سو سال تک رہے گا آخر میں مرجاؤں گا..... چاہے بینا مروں یا نابینا مروں ویسے تو کوئی فرق نہیں پڑے گا مگر روح کی جو بیماریاں ہیں اگر ان کو میں ساتھ لے گیا تو پھر یہ ابد تک میرے ساتھ رہیں گی ان بیماریوں سے پھر کبھی ٹھیک نہیں ہونا ہے۔

پس اگر کسی انسان کو یہ شرف مل جائے..... انشاء اللہ تو پھر اپنے حواس مجتمع رکھنا کہ مولاؑ سے مانگنا کیا ہے؟ ہماری روحانی بیماریاں ٹھیک ہوں گی تو پھر یہ مادی چیزیں، یہ مال و دولت، یہ سب کچھ خود بخود ٹھیک ہو جائے گا روح ٹھیک ہونا چاہیئے، وہ روح ٹھیک ہونی چاہیئے۔ ہم مولاؑ سے یہ کہیں اس پر نظر کریں کہ میں جن بیماریوں میں گھر چکا ہوں، ظلمت اور تاریکی کے سمندر میں ڈوبا جارہا ہوں۔ کوئی اس ہلاکت سے بچانے والا نہیں ہے، دنیا کا طبیب تو جسم کی بیماریاں دور کرسکتا ہے، میری روح کی بیماریاں تو دور نہیں کرسکتا..... آپ علیہ السلام ہی میرے معالج ہیں، میرا ہاتھ پکڑیں اور مجھے ان بیماریوں سے نجات عطا کریں ایسی طلب ہونی چاہیئے۔

دعا جو ہے وہ مولاؑ کی آمد کے لئے ہو..... مولاؑ خود فرماتے ہیں کہ شیعو! میری تعجیل فرج کے لئے دعا کیا کرو خود مولاؑ فرماتے ہیں اور باقی آئمہ علیہم السلام بھی دعا کرتے رہے۔ مولاؑ ہمیں حکم دے کر جارہے ہیں کہ میرے لئے دعا کرو تو ہم کیوں نہ دعا کریں۔ اس دعا کے بڑے بڑے فائدے ہیں میں

دعاؤں کے چند اقتباس لے آیا ہوں۔ جو آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

آپ دیکھیں ..... کہ ان دعاؤں میں کتنا لطف ہے اور ان سے ایمان بھی پیدا ہوگا اور روحانیت بھی ..... ان دعاؤں کے ذریعے سے پیدا ہوگی، ان دعاؤں سے ہمیں انس ہونا چاہیئے، خصوصاً جو امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی تعجیل فرج کے لئے ہیں کیونکہ مولاؑ فرماتے ہیں کہ تم دعا کرو اسی دعا کرنے میں تمہاری کامیابی ہے اس میں کوتاہی نہ کریں اور پھر جب ہم اپنے امامؑ کے لئے دُعا کر رہے ہوں گے تو فرشتے ہمارے لئے دعا مانگیں گے اور حکم بھی ہے ..... کہ دوسرے کے لئے دعا مانگو اور یہ حکم بھی ہے کہ جب یہ چاہتے ہو کہ تمہاری حاجت قبول ہو تو شروع ہی دوسروں کے لئے دعا مانگنے سے کرو۔ نماز تہجد میں تو چالیس مومنین و مومنات کے لئے دعا مانگنے کا کہا گیا ہے۔ جب میں اپنے امام علیہ السلام کے لئے دعا مانگوگا تو اس کا کتنا فائدہ ہوگا .....۔

بعض تو کہتے ہیں کہ وہ امامؑ کی خدمت میں اس حوالے سے پہنچے ہیں کہ وہ مومنین و مومنات جو مر گئے ہیں۔ جن کا کوئی بچہ اور اولاد نہ تھی ہم نے ان کی نیابت میں دو رکعت نماز پڑھ کر اور ان کی نیابت میں مولا کی آمد کے لئے دعا کرتے تھے اس عمل سے ان کی ارواح خوش ہوتی ہیں اور ان کے صدقے میں مجھے مولاؑ کی زیارت نصیب ہوتی ہے .....

بعض ایسے لوگ ہیں جو سوائے مولاؑ کی دعا کے اور کوئی دعا مانگتے ہی نہیں ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اور دعا مانگنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔؟ جب مالک کل جس کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے ایسا بنایا ہے۔

اس کائنات کا تصرف جسے اللہ تعالیٰ نے دیا ہے جو مرکز رحمت ہیں، ان کے لئے دعا مانگتے ہیں اور وہ خود ہی اپنی رحمتیں اور برکتیں ہم پر نازل کر دیتے ہیں۔

دعاؤں کے نمونے:

۱) روز جمعہ کی دعا ہے۔

(ترجمہ) ''اے اللہ مجھ کو انتظار کرنے والوں میں سے قرار دے۔ آپ کی پیروی کرنے والوں میں سے بنا اور جو آپ کے دشمن کے خلاف آپ کے مدد کرنے والوں میں سے قرار دے اور آپ کے سامنے شہید ہونے والوں میں سے قرار دے اور مجھے آپ کے اولیاء سے قرار دے یہ جمعہ کا دن آپکا دن ہے (مولاؑ کے ناموں میں سے ایک نام جمعہ بھی ہے) یہ جمعہ کا دن مولاؑ کا دن ہے کہ جس دن مولاؑ کا ظہور متوقع ہے اور جس دن مومنین کے لئے فرج اور کشادگی ہوگی آپ کے ہاتھ سے، آپ کی تلوار سے، کافر قتل ہوں گے۔

دیکھیں اس دعا میں انتظار کی بات ہے، دشمنوں کے خاتمے کی بات ہے، اولیاء میں سے ہونے کی بات ہے اور ظہور کی بات ہے اور کافروں کے قتل ہونے کی بات ہے اور دعاؤں میں یہ ساری باتیں ہیں یعنی وہ تمام امور دعاؤں میں موجود ہیں جو اتنا عرصہ ہم آپ کو ذمہ داریوں کے حوالے سے بیان کرتے آئے ہیں۔

۲) دیکھیں ایک اور دعا ہے یہ جو روزانہ کی دعا ہے۔

﴿ترجمہ﴾:۔ میں تجدید عہد کرتا ہوں آج بھی اور ہر دن بھی کہ میری گردن پر بیعت ہے، یہ عہد ہے، یہ پیمان ہے، میری گردن پر اور یہ جو میں بیعت کا اعلان کر رہا ہوں اور ان کی بیعت میں جا رہا ہوں (لوگ تو دنیا میں مرشد ڈھونڈتے ہیں ..... اور حقیقی مرشد تو امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) ہیں ہمیں روزانہ ان کی بیعت کرنی چاہیئے۔) قیامت کے دن تک ان کی بیعت میری گردن پر ہے، میں ان کا غلام ہوں (ان کی غلامی کا پٹہ ڈالو اپنی گردن میں، ہم ان کے غلام ہیں۔ ان کی غلامی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی ....., ان کی غلامی سارے انبیاءؑ کی غلامی، ان کی غلامی یعنی اللہ کی غلامی ..... اس کا عبد ہونا اور اگر موت آجائے تو کیا تصور دیا جاتا ہے؟) کہ اگر میں مرجاؤں دعا پڑھتے پڑھتے۔ تو اے

اللہ مجھے اپنی قبر سے نکال ..... میں جو تیرے ولی کا عاشق ہوں۔ اگر ان کی آمد سے پہلے مرجاؤں تو مجھے قبر سے نکالنا۔ کس طرح؟ اسی کفن میں نکلوں، اپنی تلوار لہراتے ہوئے نکلوں، نیزہ نکالتے ہوئے آؤں اور جو دعوت دینے والا ہے (حضرت حجت حق (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) ان کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے آؤں، شہر میں بھی، اور دیہات میں بھی صحرا میں بھی اور آبادی میں بھی، ..... دیکھیں ..... یہاں کیا تصور دیا جارہا ہے کہ جو منتظر ہے وہ اپنے آپ کو طاقت ور بھی رکھتا ہے، اپنی قوت بھی بنا کے رکھتا ہے وہ کہتا ہے کہ ..... تلوار نکال کے لاؤں، نیزہ اٹھا کے لاؤں، یہ نیزہ اور تلوار اسلحے سے عبارت ہے۔

ایک قوت کا تصور ہمیں دیا جارہا ہے ایک اور جملہ ہے دیکھیں ..... اے خدا الطلعۃ الرشیدہ کی زیارت مجھے نصیب فرما یعنی آپؑ وہ طلوع ہیں کہ جس میں ھدایت ہے ..... جس میں عقل اور شعور ہے۔ یہ ساری چیزیں ہیں جس میں چمک ہے۔ اور یہ جو تیرا نور ہے وہ لائق تعریف ہے ..... دیکھیں عبارتیں دیکھیں ..... کہ میری آنکھیں کس طرح انؑ کو دیکھ کر؟ یعنی میری آنکھوں کا سرمہ میرے مولاؑ کا دیدار ہے، میری آنکھوں کو رونق نصیب ہو ..... انؑ کے ظہور میں جلدی فرما اور انؑ کے خروج کو آسان فرما۔ اور انؑ کے پروگرام میں وسعت فرما۔ دیکھیں وہاں اور جملے تھے یہاں اور ہیں اور اپنے شہروں کو انؑ کی آمد سے آباد فرما یعنی شہروں کی آبادی حضرتؑ کی آمد سے ہوگی اور تیرے جو بندے مردہ ہیں یہ چلتی پھرتی لاشیں ہیں تیرے یہ بندے ان لاشوں میں جان ڈال دے اللہ اپنے نمائندے ولی حق بقیۃ اللہ الاعظم علیہ السلام کو بھیج کر۔

دیکھیں یہاں اب نیا تصور ہے، شہروں کی آبادی کا تصور، بندوں کی زندگی کا تصور اور یہ تصور دیا جارہا ہے کہ ہم مردہ ہیں ..... ہمیں زندگی تب ملے گی جب حضرت حجت حق علیہ السلام تشریف لائیں گے۔

۳۔) اے اللہ!

تیرے بندے مظلوم ہیں ان پر ظلم اور زیادتیاں ہورہی ہیں اور ان پر جو خوف دور

کرنے کا مرکز ہے، ان کی دنیا کی پناہ ہے وہ امام زمانہ عج علیہ السلام کو قرار دے۔ اور جو اپنی مدد کے لئے کسی کو مددگار نہیں پاتا ایسے شخص کی مدد کے لئے

امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کو ان کا ناصر بنا۔ اور تیرے احکام جو معطل ہو چکے ہیں تیری کتاب کے احکام..... احکام قرآن جو معطل ہو چکے ہیں ان کو نئے سرے سے زندہ کرنے والا ہو ان کی تجدید کرنے والا ہو اور پھر مولاؑ کے ذاتی حوالے سے دعا ہے کہ۔

۴) ﴿ترجمہ﴾

دیکھیں یہ کتنا عمدہ تصور ہے کہ دعا کس انداز سے کر رہا ہے کہتا ہے..... اے اللہ ان کی حفاظت فرما۔ سامنے سے، پیچھے سے، دائیں سے، بائیں سے، اوپر سے، نیچے سے، کیسی حفاظت؟ ایسی حفاظت کہ جو تیری حفاظت میں آ گیا..... وہ کبھی ضائع نہ ہوا اور پھر ان سے، اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت فرما کیونکہ ان کی حفاظت سے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت ہے، ان کے پیغام کی حفاظت ہے، پھر خدا سے کہتا ہے کہ ان کی حفاظت سے ان کے آباد واجداد جو تیرے نمائندے ہیں تیرے آئمہ علیہم السلام ہیں، انکی حفاظت فرما اور تیرے دین کے جو ستون ہیں..... ان کی حفاظت فرما، امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی حفاظت تیرے دین کے ستونوں کی حفاظت ہے، تیرے دین کی بنیادوں کا استحکام ہے۔

اے اللہ پھر دعا ہے ایک اور جملہ ہے کہ۔

۵) اے اللہ! دوست رکھ اسے جو امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اسے جو امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کو دشمن رکھے اور امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کو مستحکم اور مضبوط زرہ پہنا دے۔ اور اپنے ملائکہ کے گھیرے میں ان کو دے دے اور جو امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے ناصران میں سے ہیں ان کو طاقت ور بنا۔ جو امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کو رسوا کرنے والے ہیں ان کو شکست دے، ان کو رسوا کر۔

اور امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی بقاء کو طولانی بنا کر اپنی زمین کو رونق بخش۔ اپنی زمین کو زینت بنا اپنی زمین کے لئے پھر ایک اور انداز میں دعا ہے.....

کہ ہم تو جلدی جلدی پڑھے جا رہے ہیں۔ ورنہ ہر جملے پر گفتگو ہو سکتی ہے۔ اس پر پورا عشرہ پڑھا جائے تو کم ہے ہم نے ہر دعا سے ایک ایک جملے نکالے ہیں تا کہ کم از کم ہمارے اندر ولایت اور محبت کا نور ایجاد ہو جائے، دیکھیں یہاں ایک انداز ہے اور ایک درس ہے، ایک سبق ہے اور ہمیں معلومات بھی دی جا رہی ہیں۔

٦).....اے اللہ!

اس کو عطا کر..... اس کو جان کے حوالے سے، اور اس کے گھر والوں کے حوالے سے، اور اسکی اولاد کے حوالے سے، اور اس کی ذریت کے حوالے سے، ان کی امت کے حوالے سے، جو ساری ان کی رعیت ہے۔

دیکھیں یہاں پر خود ذات امامؑ کے لئے دعا ہے، امامؑ کے گھر والوں کے لئے ان کے بیوی بچوں کے لئے اور امامؑ کی اولاد کے لئے اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ امامؑ کی اولاد بھی ہے، امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کا خاندان بھی ہے، امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے باقاعدہ بچے ہیں، یہ سارا سلسلہ ہے گیارہ ساڑھے گیارہ سو سال ہو چکے ہیں..... تو ان کی کافی اولاد ہے۔ ماشاء اللہ اور ساری رعیت کے لئے حکم ہے، کہ دعا مانگو۔ کیا عطا کر..... وہ چیز عطا کر جو امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی آنکھ کو ٹھنڈک پہنچائے۔ جس سے امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) خوشحال ہو جائے وہ کچھ عطا کر دے اے اللہ ہمارے امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کو۔ دیکھیں یہاں ایک اور انداز ہے۔

٧) اے اللہ!

رحمت کر ان پر جو امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے دور میں حکمران ہوں گے مختلف جگہوں پر..... اس جگہ دعا کی جا رہی ہے ان کے لئے جنھوں نے مختلف حکومتیں سنبھالنی ہیں..... حکومت کے وارث ہوں گے اور آئمہ علیہم السلام جو امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف)

کے بعد تشریف لائیں گے یہاں رجعت والی بات آ گئی اور ان کی امیدیں جو ہیں وہ برلا اور ان کی عمریں بڑھا دے اور انکی نصرت مضبوط اور بہت زیادہ کر۔ پھر ایک اور انداز ہمیں ان کا اعوان بنا، مددگار بنا اور ہمیں اپنے دین کے لئے انصار بنا، یہ کن کی تعریف ہو رہی ہے

آئمہ علیہم السلام کی ..... یہ ان کی تعریف ہو رہی ہے جو امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے دور میں حکمران ہوں گے کہ یہ تیرے کلمات کے معدن ہیں، یعنی وہ تیرے پیغامات کو وصول کرنے کے مراکز ہیں تیرے علم کے خزانہ دار ہیں اور تیری توحید کے ارکان ہیں اور تیرے دین کے ستون ہیں۔

پھر انسان خود اپنی ذات کے لئے کہتا ہے کہ وہاں تو واجعلنا یعنی سب کے لئے اور یہاں واجعلنی یعنی مجھے اے اللہ مجھے امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے پیروکاروں سے بنا۔ مجھے امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے شیعوں سے بنا دے۔

۸).....اے اللہ.....!

آل محمدؐ میں مجھے وہ بنا جس کی وہ امید رکھتے ہیں اور ان کے دشمنوں میں وہ دِکھا جس سے وہ خوف زدہ ہیں یعنی دشمنوں کی ذلت مجھے دیکھا۔

اور یہ تو بڑی دعا ہے کہ اس کو اگر آپ یاد کر لیں تو چھوٹی سی دعا ہے..... دعائے معرفت یہ روز جمعہ عصر کے وقت جو غیبت کیلئے دعا پڑھی جاتی ہے، اس کے ابتدائی جملے ہیں انکے پڑھنے کے بڑے بڑے عمدہ اثرات ہیں اگر سجدے کی حالت میں پڑھیں روزانہ پڑھیں اس کے بہت اچھے معنوی اثرات ہیں جو آپ کو وصول ہوں گے..... بلکہ بہت ساری تجربہ شدہ باتیں ہیں کہ یہ دعا پڑھ کے کوئی درخواست کی تو وہ پوری ہو گی۔

.....اے اللہ:.....!

مجھے اپنی ذات کی معرفت دے کیونکہ اگر تو مجھے اپنی ذات کی معرفت عطا نہیں کرے گا تو میں تیرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیسے پہچان سکتا ہوں..... ظاہر ہے کہ توں

خدا کو پہچانے گا تو پھر توحید کے نمائندے کی بات آئے گی۔

پھر کہتا ہے کہ.....

اے اللہ.....!

مجھے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہچان عطا فرما کیونکہ اگر تو نے مجھے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہچان عطا نہ فرمائی تو پھر میں تیری حجتؑ کو نہیں پہچان سکوں گا حجتؑ کی پہچان تو تب ہو گی ..... کہ جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہچان ہو گی کیونکہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نمائندہ ہے میں پہلے تیرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچانوں پھر تیری حجت (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کو پہچانوں گا۔

اور پھر کہتا ہے

اے اللہ.....!

مجھے اپنی حجت (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی پہچان نصیب کر ہر دور میں کہ تیری حجت (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کون ہے۔؟ کیونکہ اگر میں تیری حجت (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کو نہ پہچان سکا تو میں دین سے گمراہ ہو جاؤں گا۔

دیکھیں نتیجہ یہ ہے ..... کہ حجت خدا (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی معرفت حاصل نہیں ہے تو پھر دین سے گمراہ ہے، پھر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معرفت بھی نہیں ہے خدا کی معرفت بھی نہیں ہے اگر حجت خدا علیہ السلام کی معرفت حاصل ہو گئی تو پھر دین ہے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معرفت ہے، توحید کی پہچان ہے۔

پھر کہتا ہے کہ

اے اللہ.....!

مجھے جہالت کی موت نہ مار..... کیونکہ جو اپنے زمانے کے امامؑ کی معرفت کے بغیر مرا وہ جہالت کی موت مرا۔ یہاں دعا مانگتا ہے کہ اے اللہ مجھے جہالت کی موت نہ مار اور جب مجھے ہدایت دی جا رہی ہے تو میرے دل سے اس نور کو نہ کھینچ، اس کا تعلق دل

سے ہے کہ میرے دل سے نہ کھینچ..... یہ واضح الفاظ ہیں کہ جیسے..... میں نے پہلے بھی بیان کیا ہے کہ معرفت ہے جس پر مجھے ایمان لانا چاہیئے۔

دیکھیں یہاں ایک اور انداز ہے کہتا ہے کہ.....

۹).....اے خدا.....!

امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) غیبت کے طولانی ہونے کیوجہ سے جو یقین کی منزل ہے وہ مجھ سے نہ چھین ان کی خبر اور اطلاع ہم سے کٹ گئی، اس خبر کے کٹ جانے کی وجہ سے وہ یقین ہم سے نہ چھین ان کا ذکر ہم نہ بھولیں۔ ان کی

انتظار کرنا ہم نہ بھولیں ان پر ایمان لانا ہم نہ بھولیں.....اور ان پر ایمان لانے کی جو طاقت ہے یہ ہم سے نہ چھین اور انکے لئے یہ دعا کرنے کا عمل جو ہے..... وہ ہم سے نہ چھین اور انؑ پر صلواۃ بھیجنے کا جو عمل ہے وہ ہم سے نہ چھین۔ اور یہاں تک کہ انؑ کے غیبت کے طولانی ہونے کی وجہ سے ہم انؑ کے قیام کے بارے میں مایوس نہ ہوں اور انؑ کے وجود کے بارے میں ہمیں یقین ایسے ہو کہ جیسے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ہمیں یقین ہے یہاں وہ ساری باتیں آگئی ہیں جنہیں ہم متفرق بیان کر چکے ہیں۔ پھر یہ کہ..... اللہ ہمارے دلوں کو مضبوط کر۔ طاقتور بنا، امام زمن (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) پر ایمان لانے سے..... پھر یہ ہے کہ امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی اطاعت پر ہمیں طاقت ور بنا۔ پھر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی جماعت کا رکن بنا۔ امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) اعوان سے بنا، امام زمانہ علیہ السلام کے انصار سے بنا۔ ان کے عمل پر جو راضی رہنے والے ہیں ہمیں ان سے بنا اور یہ بات ہماری زندگی میں اور موت کے بعد ہم سے نہ چھین اور امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے دشمنوں کو برباد کر.....

کیسی بدعا کرنی چاہیئے؟

۱۰).....اے اللہ.....!

جو تیری اس حجت (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے منکرین ہیں جو اس کے مخالفین ہیں ہاں جو

منافقین ہیں ان کو آگ میں جلا انکی قبروں کو آگ سے بھر دے۔ انہیں جہنم کی گرمی پہنچا، کیوں؟ کیونکہ انہوں نے تیری نماز ضائع کی تھی شہوت کے بندے۔

بن گئے تھے..... اور تیرے بندوں کو گمراہ کرتے تھے اور تیرے شہروں میں فساد پھیلاتے تھے۔

پھر یہ کہ

۱۱).....اے اللہ.....!

مجھے آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں سے نہ بنا نہ انؑ کا عدو بنا۔ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر غیض وغضب کرنے والوں سے نہ بنا۔ اے اللہ میں تیری پناہ میں آتا ہوں میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں..... پھر اللہ سے دعا مانگ رہا ہے..... کہ اللہ مجھے امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے حقوق ادا کرنے کی توفیق دے..... اور اس کی اطاعت میں کوشش کرنے کی توفیق دے۔ امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی نافرمانی سے مجھے بچا ہمارے اوپر احسان کر..... تاکہ ہمارے امامؑ ہم سے راضی ہوں۔ ہمیں امام زمانہ علیہ السلام کی مہربانی بھی عطا کر۔ امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی رحمت بھی دے۔ امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی دعا بھی دے۔ امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی خیر بھی ہمیں نصیب فرما۔ ہماری نماز امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے صدقے میں قبول فرما اور ہمارے گناہ امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے صدقے میں معاف فرما۔ اسی حجت علیہ السلام کے ذریعے سے ہماری دعا قبول فرما اور ہماری حاجات جو ہیں وہ

پوری فرما۔

۱۲).....اے اللہ.....!

اپنے دین کو اور اپنے نبی کی سنت کو ہر جگہ پر غلبہ دے۔ امام زمانہ علیہ السلام کے ذریعے, ہمیں اس دولت کریمہ اور اس بڑے احترام والی اور عظمت والی حکومت کے منتظر ہیں جس میں اسلام کی عزت ہوگی۔ مسلمانوں کی عزت ہوگی۔ منافقین ذلیل ہوں

گے۔ ایسی حکومت میں ہمیں دعوت دینے والوں میں سے قرار دے۔ تیری اطاعت کی طرف ..... جو تیرے راستے کی طرف لوگوں کو کھینچ کر لے آئیں گے ان میں سے قرار دے اور اس حکومت میں ہمیں دنیا اور آخرت کی کرامت اور عزت عطا فرما۔

آخری الفاظ ہیں.....!

۱۳).....اے اللہ.....!

ہمارا شکوہ تیری جناب میں ہے..... کہ ہمارا نبیؐ ہمارے درمیان نہیں ہے، ہمارا ولی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) ہمارے درمیان سے غائب ہے، ہمارے دشمن بہت ہیں جبکہ ہماری تعداد بہت تھوڑی ہے،..... ہر طرف فتنے فساد ہیں، زمانے نے ہمارے اوپر چڑھائی کر رکھی ہے، محمدؐ و آل محمدؐ پر صلوٰۃ بھیج۔

اے خدا!

اپنی طرف سے ہمیں فتح و نصرت عطا کر یہ جتنا جلد ہو سکے اور مشکلیں ٹل جائیں..... اور حق کی سلطنت ظاہر ہو اور اپنی طرف سے رحمت بھیج جو ہم کو گھیر لے..... اور عافیت عطا فرما جو ہمیں ہر طرف سے گھیرے میں لے لے۔

پس ہر وقت انسان کو اپنے امامؑ کی طرف متوجہ رہنا چاہیے۔ امامؑ کیلئے دعا بھی مانگنی چاہیے اور ۱۴).....دعا "اللهم كن لوليك الحجة" کا تو ماشاء اللہ آپ ورد رکھے ہوئے ہیں اور یہ بھی بڑی اہم

دعا ہے اور اسی طرح دعائے فرج ہے اور بھی بہت ساری دعائیں ہیں جو مفاتیح الجنان میں موجود ہیں۔

خلاصہ یہ ہے.....!

کہ یہ دعائیں ہمیں اپنے امامؑ کے ساتھ مربوط کرتی ہیں.....اور ہمارا تعلق ہمارے امامؑ سے مضبوط بناتی ہیں اور ہمارے ان سے تعلق کو بڑھاتی ہیں، ہمیں اپنے امامؑ کی معرفت عطا کرتی ہیں۔ ہمیں یہ بتاتی ہیں کہ ہمارے امامؑ کے وجود کا فائدہ کیا ہے اور یہ

دعائیں ہمیں یہ بتاتی ہیں کہ ہمارے امامؑ آکر کیا کریں گے؟ اور ہمارے امامؑ سے پوری کائنات کو کیا فائدہ ہوگا ؟ ان کی آمد پر اطاعت کس طرح کرنی ہوگی؟ گویا کہ یہ دُعائیں ایک طرح کا علمی خزانہ ہیں، معرفت کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ہیں۔ ہم جب دُعا کرتے ہیں تو ان کے معانی کی طرف بھی متوجہ ہوں۔ یہ دعائیں ہمیں اپنے آئمہ علیہ السلام کی اہمیت بتاتی ہیں ان کے فضائل بتاتی ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی اس آخری حجت (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) سے ہمیں آگاہ کرتی ہیں۔

مصائب:

یہ دعائیں ہی ہیں جو ہمیں بتاتی ہیں کہ امام زمانہ علیہ السلام جو وارث حسین علیہ السلام ہیں، ہم دعا میں پڑھتے ہیں زیارتیں اور دعائیں پڑھتے ہیں کہ **السلام علیك یا ثارالله**..... .... **اور ثارالله** ایسے شخص کو کہتے ہیں جو قتل ہو گیا ہو اور کسی نے اس کے خون کا بدلہ نہ لیا ہو۔ امام حسین علیہ السلام ایسے مقتول ہیں کہ جن کے خون کا بدلہ آج تک نہیں لیا گیا..... حضرت حجت امام مہدی (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) آپ علیہ السلام کے وارث ہیں، آپؑ کے انتظار میں ہیں کہ جب خدا ان کو اذن خروج دے گا تو وہ آکر اپنے دادا حسین علیہ السلام کے خون کا بدلہ لیں گے۔ اور مولاؑ اس وقت کو یاد کر کے اور ان کے مصائب کو یاد کر کے صبح کو بھی گریہ کرتے ہیں اور شام کو بھی گریہ کرتے ہیں۔ امام علی زین العابدین علیہ السلام چالیس سال تک اپنے باباؑ کے مصائب کو یاد کر کے روتے رہے جو کربلا کی مصیبت کے بعد سب سے بڑی مصیبت ہے جسے وہ یاد کر کے روتے تھے وہ شام کی مصیبت تھی تو آپؑ کے امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) بھی شام کی مصیبت یاد کر کے روتے ہیں کبھی تو یزید کے دربار میں اپنی دادی کے کئی گھنٹے ٹھہرے رہنے کو یاد کر کے روتے ہیں۔ کبھی اپنے جدامجد کی ہمشیرہ جناب رقیہ علیہ السلام کی شہادت کو یاد کر کے روتے ہیں کبھی اس زندان کو یاد کر کے روتے تھے جس زندان کی چھت نہ تھی خاندان نبوت نہ

دھوپ سے بچ سکتے تھے نہ سردی سے..... اور کبھی ان طعنوں کو یاد کر کے روتے تھے کہ جب لوگ آ کر کہتے تھے کہ شکر ہے خدا کا کہ اس نے یزید کو فتح دی۔ خدا لعنت کرے یزید ملعون پر اور اس کے اعوان و انصار پر..... یہ زبان کے زخم تھے۔ جو مولا علی زین العابدین علیہ السلام کے گریہ کو بڑھا دیتے تھے۔ امام زمانہ (عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) ایک ایک مصیبت کو یاد کر کے روتے ہیں اور رو کر کہتے ہیں اے اللہ مجھے اذن عطا فرما تا کہ میں جا کر ان تمام دشمنوں سے بدلہ لوں۔

الا لعنة الله على القوم الظالمين

سيعلم الذين ظلموا اى منقلب ينقلبون

التماس دعا

صلوات کاملہ

یَارَبّ مُحَمدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ

اے محمد وآل محمد کے ربّ جلیل

صَلِ عَلیٰ مُحَمدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ

محمد اور آل محمد پر صلوات بھیج

وَعَجِّلْ فَرَجَ آلِ مَحَمَّدٍ

اور آل محمد کی گشائش (حکومت کے قیام) میں جلدی فرما

نوٹ: بعض عاملین کا تجربہ ہے کہ جو شخص روزانہ اس صلوات کو ۳۱۳ مرتبہ پڑھے گا اسے امام زمانہ عج کی زیارت نصیب ہوگی

یہ صلوات حضرت جبرائیل نے جناب یوسفؑ کو زندان میں تعلیم دی اور حضرت یوسف اس کا ورد کرتے تھے

عُیُوْنُ اَخْبَارِ الرِّضَاؑ

جلد اوّل ودوّم

تالیف

الشیخ الصدوقؒ بن بابویہ

ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین القمی

متوفی سال-۳۸۱ ہجری

مترجم

سید تبشر الرضا کاظمی (مرحوم)

منیر الحسن جعفری

خودسازی

مصنف

آیت اللہ ابراہیم امینی

مترجم

حجۃ الاسلام علامہ اختر عباس نجفی

ملنے کا پتہ: مکتبۃ الرضا

8-بیسمنٹ میاں مارکیٹ غزنی سٹریٹ

اردو بازار لاہور۔فون: 042-7245166

واقعہ کربلا پر مستند و جامع کتاب

صحیفہ کربلا

مؤلف: حجۃ الاسلام والمسلمین علی نظری منفرد

ترجمہ: نثار احمد زین پوری

تربیت فرزند

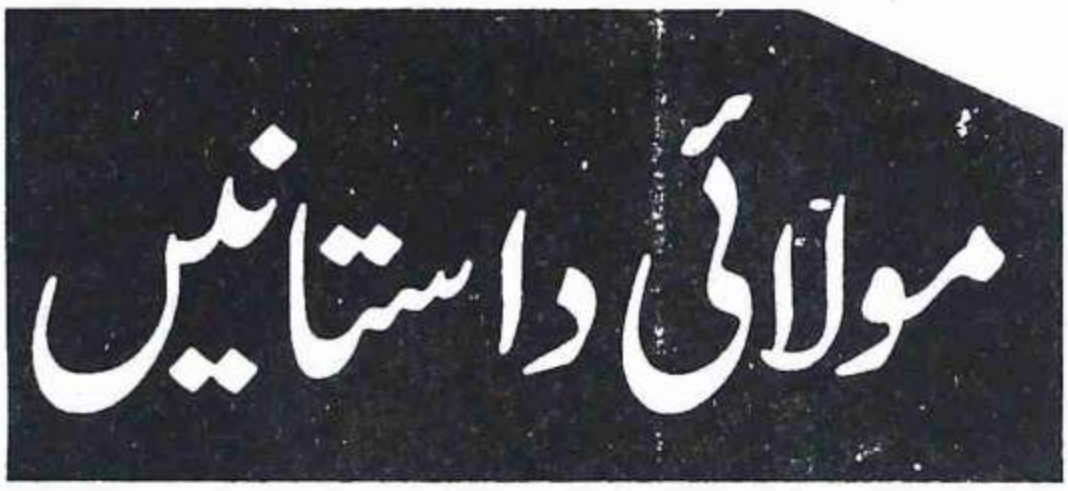
مصنف: آیت اللہ حسین مظاہری

ترجمہ: سیدہ مخدومہ اظہر کاظمی

ملنے کا پتہ: مکتبۃ الرضا
8- بیسمنٹ میاں مارکیٹ غزنی سٹریٹ
اردو بازار لاہور۔ فون: 042-7245166

آیت اللہ شہید عبدالحسین دستغیب کی دو نئی کتب





ملنے کا پتہ:

مکتبۃ الرضا

8- بیسمنٹ میاں مارکیٹ غزنی سٹریٹ

اردو بازار لاہور۔فون: 042-7245166

پیام زینب (صلواۃ اللہ علیہا)

جس میں!

- محسنہ اسلام حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰؑ کے افکار و کردار کی ترویج جاری ہے۔
- حضرت سیدہ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی تعلیمات کو اجاگر کیا گیا ہے۔
- مخدرات عصمت سیدہ زینب صلواۃ اللہ علیہا اور سیدہ ام کلثوم صلواۃ اللہ علیہا کے خطبوں کی بازگشت موجود ہے۔
- وارثان کساء کے کردار کو مشعل راہ بنایا گیا ہے۔
- ایک مکمل جریدہ.....ایک موثر آواز۔
- آپ کے خاندان کی خواتین کی کردار سازی کی ضمانت ہے۔
- زرسالانہ مبلغ-/240 روپے آج ہی منی آرڈر کر کے اسکی رکنیت قبول کریں۔

برائے رابطہ

جامعہ السیدہ خدیجۃ الکبریٰؑ پکی شاہ مردان میانوالی

فون 0459-392484-392264 ای میل almahdi_14@hotmail.com

ادارۂ تعلیم و تربیّت کی دو نئی مطبوعات

منظرِ عام پر آچکی ہیں

امالی

مُصنّف

شیخ صدوق

توحید

مُصنّف

آیت اللہ شہید سید عبد الحسین

دستِ غیب

ملنے کا پتہ

مکتبۃ الرّضا، بلیسمنٹ میاں مارکیٹ، اُردو بازار

لاہور

ملنے کا پتہ
مکتبۃ الرضا
8۔ نیسوسٹ میاں مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔
فون: 042-7245166